دعائے فجر

تحریر : سویرا شکیل

یہ شہرِ کراچی کی ایک حسین شام تھی۔ گرمی کے تپتے ہوئے موسم میں کچھ دیر قبل ہی بادل جی بھر کر برسے تھے اور ابھی بھی وقفے وقفے سے ہلکی ہلکی برسات جاری تھی۔ فضا میں ہر جانب بارش کی بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ بڑی بڑی عمارتیں بارش کے پانی کے باعث دھل کر الگ طور سے نکھر چکی تھیں۔ وہیں موجود ایک سوپر مارٹ سے ایک لڑکی ہاتھوں میں کچھ شاپنگ بیگز لیے باہر نکلی تھی۔ عمارت سے باہر نکل کر اس نے اپنی ہلکی براؤن آنکھوں سے ایک

بھرپور نظر باہر کے موسم پر ڈالی تھی۔ پھر آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لے کر بارش اور مٹی کی بھینی خوشبو کو اپنے اندر اتارا تھا۔ یکایک ہی اس کے وجود میں ہر سو تازگی سی پھیل گئی تھی۔ کچھ دیر پہلے کی تھکن اب ماند پڑنے لگی تھی۔ وہ ہاتھ میں پکڑی چھتری کو سر کے اوپر لے کر گئی تھی اور پھر اسے کھولا تھا۔ چھتری پر گرنے والے بارش کی ننھی بوندوں کی آواز اب واضح سنائی دینے لگی تھی۔ اسکے عنابی گلابی ہونٹوں پر دھیرے سے مسکراہٹ بکھری تھی۔ یہ اس کا سب سے پسندیدہ موسم تھا۔ پھر اس نے آگے قدم بڑھائے تھے۔ ہلکے سبز رنگ کے سوٹ میں سر پر ریشمی دوپٹہ ٹکائے وہ آس پاس سے بے نیاز آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ گلابی مائل گوری رنگت کے چہرے کے گرد براؤن ریشمی بالوں کی آوارہ لٹیں دوپٹے سے نکل کر اس کے چہرے کا ہالہ کیے ہوئے تھیں۔ وہ اب دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ روڈ کراس کرنے لگی تھی۔ اس نے دائیں جانب دیکھا تھا پھر گردن موڑ کر بائیں جانب دیکھا تھا اور پھر آگے قدم بڑھائے

تھے۔وہ آگے بڑھ رہی تھی جب دائیں جانب سے ایک گاڑی تیزی سے اس تک پہنچی تھی مگر صد شکر اس تک آتے آتے گاڑی کی رفتار کم ہو گئی تھی۔اس شہر میں روز ہی کوئی نہ کوئی اس منظر کا سامنا کرتا تھا۔۔ کوئی بچ جایا کرتا تھا اور خوش قسمتی سے اگر کوئی کسی بڑے حادثے کا شکار نہیں ہوتا تھا تو کم از کم زخمی تو ضرور ہی ہو جایا کرتا تھا۔اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی اور اب سنجیدگی طاری تھی۔وہ ڈری تھی نہ ہی پیچھے ہٹی تھی۔گاڑی چلانے والے نے اب ہارن پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔آس پاس کے لوگوں نے بڑی عجیب اور حیرت بھری نظروں سے اس لڑکی کو دیکھا تھا جبکہ گاڑی چلانے والے شخص نے نہایت غصے سے اسے دیکھا تھا جو سڑک کے بیچوں بیچ اسکی گاڑی کے آگے کھڑی تھی۔ اس لڑکی نے ایک غصیلی نظر گاڑی چلانے والے پر ڈالی تھی تو ہارن بجنا بند ہو گیا تھا۔وہ ایک نظر ہی کافی تھی۔

”میرا خیال ہے آپ شاید غلطی سے اپنے باپ کی سڑک کی جگہ عوام کی سڑک پر نکل آئے ہیں“۔اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اونچی آواز میں کہا تھا۔

لوگوں نے ٹھہر کر یہ سارا منظر بڑی دلچسپی سے دیکھا تھا جیسے یہ کسی ڈرامے کا کوئی سین ہو جہاں ایک لڑکی سڑک کے بیچ لڑنے کے لیے تیار کھڑی ہے لیکن اس لڑکی کو پرواہ نہیں تھی۔وہ ملاحہ عالم تھی۔اسے اس بات سے بالکل فرق نہیں پڑتا تھا کہ لوگ اسکے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔اور فرق تو ابھی بھی نہیں پڑا تھا جب ہی غصہ ضبط کرتے ہوئے اس نے سر جھٹک کر آگے قدم بڑھائے تھے اور سلور مہران کا دروازہ کھول کر سامان رکھا تھا اور اندر بیٹھ کر اپنے پیچھے لوگوں کو متعجب و حیران چھوڑ کر تیز رفتاری سے گاڑی سڑک پر گھر کی جانب بڑھا دی تھی

گاڑی ایک سفید رنگ کے چھوٹے سے مکان کے آگے رکی تھی۔اس نے باہر نکل کر سامان نکالا تھااور گاڑی لاک کر کے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ ""اسلام و علیکم""۔اندر آکراس نے جوتے اتارتے ہوئے سلام کیا تھا۔ ""وعلیکم اسلام""۔ اسکے ابو نے اخبار طے کرتے ہوئے اسکے سلام کا جواب دیا تھا۔ ""وعلیکم السلام... اتنی دیر سے کیوں آئی ہو ملاحہ؟ کیا رش تھا راستے میں؟""۔اس کی امی نے کچن سے گردن نکال کر باہر جھانکا تھااور ایک کے بعد ایک سوال کرنا شروع کر دیے تھے۔وہ سامان سینٹر ٹیبل پر رکھ کر کرسی پر نڈھال سی بیٹھ گئی تھی اور آنکھیں بند کر کے سر کرسی کی پشت سے ٹکایا تھا۔ ""ٹریفک میں پھنس گئی تھی امی""۔انگلیوں سے کنپٹیوں کو دباتے ہوئے اس نے جواب دیا تھاتو نور بانو بیگم سر ہلاتے ہوئے دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھیں۔وہ آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی جب اپنے چہرے پر نظروں کی تپش کے احساس سے اس نے آنکھیں کھولیں تھیں۔ محمد عالم اس کے سامنے اپنی وہیل چیئر پر بیٹھے گہری نظروں سے اسے دیکھ رہے

تھے۔ وہ ذرا سنبھل کر بیٹھ گئی تھی پھر سر پر سے دوپٹہ اتار کر گلے میں ڈالا تھا اور اپنی کرسی سے کھڑی ہو گئی تھی۔ ”ثمن اور فاران کہاں ہیں امی؟“۔ فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے اس نے گلاس میں پانی انڈیلتے ہوئے امی سے پوچھا تھا۔ ”چھت پر ہیں دونوں پڑھنے بیٹھے ہوئے ہیں“۔ انہوں نے کچن سے ہی اسے بتایا تھا تو وہ سر ہلاتے ہوئے دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی تھی اور گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگی تھی۔ ابو ابھی بھی اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ ”تو ملاحہ عالم آج کس سے لڑ کر آئی ہیں؟“۔ انہوں نے تحمل سے کہنیوں کو میز پر ٹکا کر چہرہ ان پر ٹکاتے ہوئے اس سے پوچھا تھا تو اس نے پانی کا گلاس ٹیبل پر رکھ کر ٹھنڈی سانس خارج کی تھی۔ وہ کب سے ان کی نظروں سے بچ رہی تھی مگر انہوں نے بالآخر خراب سوال پوچھ ہی لیا تھا۔ وہ بچپن سے ہی ان کے بے حد قریب رہی تھی۔ وہ اس کا چہرہ دیکھ کر اس کے دل کا حال جان جایا کرتے تھے۔ ”کس طرح پڑھ لیتے ہیں آپ مجھے؟“۔ اس نے ان ہی کے انداز میں کہنیوں پر چہرہ ٹکا کر مسکرا کر ان سے پوچھا تھا تو وہ

بھی ہلکا سا مسکرائے تھے۔"صرف محبت کرنے والوں کے پاس ہی یہ ہنر پایا جاتا ہے"۔انہوں نے کہا تھا تو اس نے آج ہوا تمام واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا تھا۔انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری تھی۔"اس میں لڑنے والی کیا بات تھی۔۔۔شکر ادا کر کے آگے بڑھ جاتیں کہ تمہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی"۔ انہوں نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔"خاموشی سے ہٹ جاتی تاکہ کل کو میری جگہ کوئی اور سڑک پر بے یار و مددگار تڑپ رہا ہوتا۔۔۔ویسے بھی ایسا کچھ نہیں کہا میں نے۔۔۔صرف ایک جملہ کہا ہے۔۔۔آپ شکر کریں ان انکل کی گاڑی کا شیشہ نہیں توڑ کر آئی میں"۔غصے سے کہتے ہوئے اسکا چہرہ گلابی مائل ہو گیا تھا۔

"بس اسی لیے مجھے تمہارے باہر نکلنے سے ڈر لگتا ہے"۔انہوں نے کہا تھا تو وہ اٹھ کر ان کی وہیل چیئر کے پاس ان کے قدموں کے قریب بیٹھ گئی تھی۔"مت ڈرا کریں مجھے اپنی حفاظت بخوبی کرنا آتی ہے"۔اس نے عقیدت سے باری باری ان کے دونوں ہاتھ چومے تھے۔"باپ ہوں ڈر تو لگتا ہے۔۔۔آج اگر میں

چلنے پھرنے کے قابل ہوتا تو تمہیں کبھی اس سب کا سامنا نہیں کرنا پڑتا''۔

انہوں نے افسردگی سے کہا تھا۔ چھ سال پہلے ہوئے واقعے کی تکلیف آج بھی ان کے چہرے پر موجود تھی۔ ''جو کچھ ہوا اس میں ضرور اللہ کی کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہوگی جو میری اور آپکی عقل سے پرے ہے۔۔۔ اللہ کی رضا میں راضی رہیں دل چھوٹا مت کریں اور بتائیں آپ نے کیا سوچا پھر میری جاب کے حوالے سے؟''۔ اس نے محبت سے انہیں سمجھاتے ہوئے آخر میں اپنے مطلب کی بات کی تھی۔ ''چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوں مگر میری ہڈیوں میں ابھی اتنی طاقت ہے کہ تم سب کا خرچا اٹھا سکوں۔۔۔ تمہیں پڑھانے کا مقصد ہرگز بھی یہ نہیں تھا کہ میں تم سے جاب کرواؤں اور تم پر ذمے داریوں کا بوجھ ڈالوں''۔

''جانتی ہوں مگر کیا فائدہ میری ایسی ڈگری کا جس سے میں اپنوں کو خوشی نہ دے سکوں۔۔۔ ابھی رمضان آرہے ہیں پھر عید آجائیگی۔۔۔۔ آپ بھلے جیسے تیسے کر کے ہم سب کے اخراجات ہم سب کی ضروریات پوری کردینگے پر اس سب

کے علاوہ بھی بہت خرچے ہیں۔۔۔فاران اور ثمن سمجھدار ہیں کوئی خواہش نہیں کرتے امی بھی صبر و شکر سے پورا مہینہ نکال دینگی مگر میں ان کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو پورا کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ضروریات سے بڑھ کر ان کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔۔۔آپ بس ایک بار میری بات مانیں تو سہی۔۔۔بچپن سے ساری باتیں مانتے آئے ہیں اور اب بس اتنی سی بات نہیں مان رہے"۔اس نے آخر میں منہ پھلاتے ہوئے انہیں مناتے ہوئے پھر ضد کی تھی۔وہ جاب کرنا چاہتی تھی۔انکا اور باقی سب گھر والوں کا سہارا بننا چاہتی تھی۔"باقی باتوں میں اور اس بات میں بہت فرق ہے مگر خیر اب تمہارے ذہن میں ایک بات آگئی ہے تو تم مجھے منا کر ہی دم لو گی۔۔۔اپنی امی سے بس ایک بار اور پوچھ لینا"۔ انہوں نے آخر میں ہار ماننے والے انداز میں اس سے کہا تھا تو وہ اٹھ کر ان کے گلے لگ گئی تھی۔

“thank you so much abbu

اور امی کی آپ فکر مت کریں انہیں میں پہلے ہی منا چکی ہوں۔۔۔ایک کمپنی میں اپلائے کیا تھا۔۔۔اب پرسوں ان لوگوں نے انٹرویو کے لیے بلایا ہے"۔اس نے ان کے گلے لگ کر کہا تھا پھر مسکراہٹ دباتے ہوئے سیدھی کھڑی ہو گئی تھی۔عالم صاحب نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔"مطلب کہ یہ میچ فکسنگ پہلے ہی ہو چکی تھی اور مجھے بس رسمی طور پر بتایا جا رہا تھا". ان کے سوال پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔۔۔زندگی سے بھرپور ہنسی۔۔۔عالم صاحب نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری تھی۔۔۔"ملاحہ عالم تو ایسی ہی ہے"۔اس نے ہاتھ دائیں بائیں فضا میں کر کے کندھے اچکاتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا تھا تو وہ بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیے تھے

"کیا باتیں ہو رہی ہیں باپ بیٹی میں جو اتنا کھلکھلایا جا رہا ہے"۔نور بانو کچن سے باہر نکل آئیں تھیں اور باہر آ کر کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔"سب باتیں تو آپکو نہیں بتا سکتے نور بانو بیگم۔۔۔ورنہ ہم دونوں باپ بیٹی کے رشتے کو نظر لگ سکتی

ہے ‘‘۔عالم صاحب نے ملاحہ کو دیکھنے کے بعد مسکراہٹ دباتے ہوئے اپنی زوجہ محترمہ کو دیکھا تھا۔نور بانو نے باری باری دونوں کو دیکھا تھا پھر برا سا منہ بنایا تھا تو وہ دونوں بے ساختہ ہنس دیے تھے۔فاران اور ثمن بھی چھت سے نیچے آگ ئے تھے۔ ’’اپیا کب آئیں آپ ہم کب سے آپکا انتظار کر رہے تھے۔۔۔کیا کیا لے کر آئی ہیں‘‘۔ ثمن نے نیچے اترتے ہی شاپنگ بیگز ٹٹولنا شروع کر دیے تھے۔ ’’اپیا ابھی آئی ہیں خود دکھادینگی۔۔۔تم کیا اترتے ہی شروع ہو گئی ہو‘‘۔ ثمن سے بڑے فاران نے اسے ذرا ڈانٹتے ہوئے کہا تھا تو ملاحہ اپنے دونوں چھوٹے بھائی بہن کو دیکھ کر مسکرادی تھی۔ ’’چلو ڈرائنگ روم میں چل کر دیکھتے ہیں کیا کیا لائی ہوں۔۔۔امی ابو آپ دونوں بھی آجائیں‘‘۔ ثمن کا ہاتھ پکڑ کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے امی ابو کو بھی کہا تھا تو وہ دونوں بھی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گ ئے تھے۔

ملاحہ عالم۔۔۔۔ مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھنے والی ایک ایسی لڑکی تھی جسے زندگی نے وقت سے پہلے ہی بڑا کر دیا تھا۔۔۔ وہ بچپن سے ہی نہایت ذہین اور سمجھدار تھی۔ دوسرے بچوں کے مقابلے وہ چیزوں کو جلدی سمجھ جایا کرتی تھی۔ شاید اس میں زیادہ ہاتھ اس کے والدین نور بانو عالم اور محمد عالم کا بھی تھا جنہوں نے اس کی پرورش بہت محبت اور سلیقہ مند انداز میں کی تھی۔ ماں سے زیادہ وہ باپ کی لاڈلہ تھی۔ اتنی محبت کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بے پناہ دعاؤں کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ گلابی مائل گوری رنگت اس پر ہلکے رنگ کی براؤن آنکھیں۔ اسکی صورت دل کو موہ لینے والی تھی۔ باپ کی بے انتہاہ محبت کے باوجود وہ کوئی بے جا ضد نہیں کرتی تھی۔ اسکی پیدائش کے 4 سال بعد فاران اور پھر 3 سال بعد ثمن پیدا ہوئی تھی۔ محمد عالم پرائیویٹ کمپنی میں اچھی پوسٹ پر ملازم تھے

اور یوں ان پانچوں کی زندگی ہنسی خوشی گزر رہی تھی جب ثمن کی پیدائش کے ڈیڑھ سال بعد ایک کار ایکسیڈنٹ میں وہ اپنی دونوں ٹانگوں سے معذور ہو گئے تھے۔ زندگی نے اچانک ہی اپنا نیا رخ متعارف کروایا تھا۔ اس وقت ملاحہ میٹرک کے امتحانات دے کر فارغ ہوئی تھی۔ اس نے گھر میں ٹیوشن پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ عالم صاحب نے چھوٹی سی کریانہ کی دکان کھول لی تھی جس سے گھر کے اخراجات کسی نے کسی طرح پورے ہو جایا کرتے تھے مگر پھر بھی بچوں کے پڑھائی کے خرچے پورے نہ ہو پاتے تھے۔ اس وقت ملاحہ ہی تھی جس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ اس نے مختلف اسکولوں میں انٹرویوز دیے تھے ساتھ ساتھ ٹیوشن پڑھانا بھی جاری رکھا تھا اور گورنمنٹ کالج میں ایڈمیشن بھی لیا تھا کیونکہ اس وقت حالات ایسے نہ تھے کہ وہ پرائیویٹ کالجز کی بھاری فیس برداشت کر سکے۔ خوش قسمتی سے اسے ایک چھوٹے سے اسکول میں جاب مل گئی تھی جس کی سیلری زیادہ تو نہیں تھی مگر اس سے ثمن اور فاران کی اسکول

کو فیسیں ادا ہو جاتی تھیں۔یوں ہی دو سال گزر گئے اور اسکا انٹر ختم ہو گیا۔

عالم صاحب کی دکان بھی پہلے کے مقابلے اب اچھی چلنے لگی تھی۔انٹر میں اچھی پرسنٹ ایج آنے کی وجہ سے اسے اسکالرشپ تو مل گئی تھی مگر پھر بھی اس کے لیے فیس بھروانا مشکل تھا اور ٹیوشن پڑھانے سے بھی اتنی رقم نہ ہو پاتی تھی۔ مگر جیسے تیسے اس نے اور اس کی امی نے مل کر چھوٹی چھوٹی بیسیاں ڈال کر اس کی پڑھائی کے اخراجات پورے کیے تھے اور اس نے اپنی بی-کام کی ڈگری مکمل کی تھی۔اس دوران اس نے گاڑی چلانا بھی سیکھ لی تھی جو عالم صاحب کے ایکسیڈنٹ کے بعد جوں کی توں ہی کھڑی رہتی تھی۔یوں وہ گھر کے چھوٹے موٹے کاموں کی ذمہ داریاں خود ہی اٹھانے لگی تھی۔فاران ابھی چھوٹا تھا اور وہ پڑھ رہا تھا وہ اس پر یہ سب ذمہ داریاں نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔یوں وہ عالم صاحب کی لاڈلی بیٹی ہونے کے ساتھ ساتھ انکا بہادر بیٹا بھی بن گئی تھی۔

اس نے جس امپورٹ ایکسپورٹ کی کمپنی میں اپلائے کیا تھا آج وہاں اسکا انٹرویو تھا۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سورہ یٰسین کی تلاوت مکمل کر کے اس نے اپنے حق میں بہتری کی دعا کی تھی اور پھر اپنے لیے چائے تیار کر کے کپ لیے چھت پر آگئی تھی۔ موسم کافی بھینا بھینا سا تھا۔ ساری رات اوس پڑتی رہی تھی۔ بادلوں کے پیچھے چھپ جانے کے باعث سورج کا کوئی نام ونشان نہیں تھا مگر اسکی کرنوں سے کافی حد تک روشنی پھیل چکی تھی۔ وہ ایک کنارے پر رکھے چھوٹے چھوٹے گملوں کے پاس آگئی تھی۔ مختلف قسم کے پھولوں پر ننھی ننھی اوس کی بوندیں جمع ہو گئی تھیں۔ اس نے پتوں پر موجود قطروں کو اپنی انگلیوں کی پوروں پر چنا تھا اور آنکھیں بند کر کے انہیں محسوس کیا تھا۔ یکایک ہی اسکے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ وہ چھت کے کنارے پر آگئی تھی اور کہیں کہیں اڑتے

پرندوں کو دیکھتے ہوئے گھونٹ گھونٹ چائے پینے لگی تھی۔ قدموں کی چاپ پر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا تو وہ فاران تھا جو اسکے دیکھنے پر مسکرایا تھا وہ بھی جواباً مسکرادی تھی۔ ''اسلام و علیکم''۔ وہ اسکے قریب آگیا تھا اور پھر اسے سلام کیا تھا۔

''وعلیکم اسلام ''اس نے ہنوز مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر پوچھا تھا۔ ''فجر پڑھ لی ناں؟''۔

''جی وہ ہی پڑھ کر آرہا ہوں۔۔۔ آپکو ڈھونڈا تو آپ تھیں نہیں تو سمجھ گیا تھا کہ اوپر ہی ہونگی''۔ اس نے جواباً کہا پھر کچھ وقفے کے بعد پوچھا:

''آج آپکا انٹرویو ہے ناں''

''ہاں۔۔۔ دعا کرنا''۔

''وہ ہی کر کے آرہا ہوں''۔ اس نے مُسکراتے ہوئے کہا۔ ''ایک بات پوچھوں آپ سے؟''

"دو بھی پوچھ سکتے ہو" ملاحہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپکا جاب کرنا ضروری ہے ؟۔۔۔۔ مطلب میں جانتا ہوں آپ ہم سب کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتی ہیں لیکن اس سب کی ضرورت نہیں زندگی ابھی بھی بہت اچھی گزر رہی ہے آپکو مزید ذمے داریاں اٹھانے کی ضرورت نہیں"۔ فاران نے کچھ مضطرب ہو کر اس سے پوچھا تھا تو وہ دھیما سا مسکرادی تھی۔ "پہلی بات تو یہ کہ میں یہ جاب اپنی خوشی سے کر رہی ہوں۔۔۔اور دوسری بات یہ کہ میں گھر میں بیٹھے بیٹھے تھک جاتی ہوں۔۔۔اب عادت بھی نہیں فارغ رہنے کی". اس نے محبت سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

"بات یہ ہی تو ہے کہ آپ چھوٹی عمر سے ہی ذمے داریوں کا بوجھ اٹھاتی آ رہی ہیں۔۔۔میں نے بچپن سے آپکو بس مشقت کرتے دیکھا ہے۔۔۔اب کالج کے لیے باہر نکلتا ہوں تو سمجھ آتا ہے کہ انسان کو دس مختلف طرح کے لوگوں

سے انٹرایکشن کرناپڑتا ہے اور مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف سچویشن کا سامنا

کرناپڑتا ہے۔۔۔۔آپ کے لیے یہ سب کتنا مشکل ہوتا ہوگا اب اندازہ ہوتا ہے

....''سینے پر بازو لپیٹے ہوئے وہ فکر مند نظر آرہا تھا۔''میری اتنی فکر مت کیا کرو

گڈے۔۔۔۔مجھے بہت اچھی طرح لوگوں سے ڈیل کرنا آتا ہے۔۔۔اس سب

کی اب عادت سی ہوگئی ہے''. ملاحہ نے کپ کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے

کہا تو وہ بس سر ہلا کر رہ گیا تھا۔''مجھے بھی آپکی طرح اتنا مضبوط بننا ہے۔۔۔''۔

فاران نے اسے سراہتے ہوئے ایک عزم سے کہا تھا تو اس نے کپ سے نظریں

اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔وہ کچھ اداسی سے مسکرادی تھی۔''مگر فی الحال کمزور ہی رہو

اور نیچے چل کر کالج جانے کی تیاری کرو ورنہ تمہاری والدہ ماجدہ ابھی اوپر پہنچ

جائینگی''.اسکی بات پر وہ ہلکا سا کھلکھلا دیا تھا اور اسکے ساتھ نیچے چل دیا تھا

یہ منظر پانچ منزلہ عمارت کے دوسرے فلور پر واقع ایک آفس کا تھا جو کہ شیشے سے بنایا گیا تھا۔ آفس میں موجود جدید طرز کا فرنیچر اسے مزید پر وقار اور پر کشش بنا رہا تھا۔ دیواروں پر کچھ قیمتی پینٹنگز لگی ہوئی تھیں جو کہ آفس کے مالک کے اچھے ذوق کا پتہ دیتی تھیں۔ اے سی کی ٹھنڈک پورے آفس میں پھیلی ہوئی تھی اور کاغذ پلٹنے کی آواز کے علاوہ پورے آفس میں خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ ٹھنڈک کے باوجود اسکے ہاتھوں میں ہلکی ہلکی نمی سی جمع ہو رہی تھی جسے وہ بار بار ٹشو پیپر سے خشک کر رہی تھی۔ وہ کنفیوژ نظر آرہی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ اس نے اس سے پہلے کہیں انٹرویو نہیں دیا تھا مگر ان تمام جابز میں اور اس جاب میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ یہ ایک شاندار اور شہرت یافتہ کمپنی تھی جہاں انٹرویو دینے کے بارے میں اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ بلڈنگ کا مالک انکھوں میں عینک لگائے اسکے سامنے والی کرسی پر اسکی سی وی کے کاغذ پلٹ رہا تھا۔ وہ ایک 50 یا 55 سال کے درمیان کے آدمی تھے جو نہایت انہاک سے اسکی سی وی دیکھ رہے

تھے۔ سلام کے علاوہ انہوں نے اب تک اس سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ کچھ دیر اس کی سی وی مکمل پڑھنے کے بعد انہوں نے آنکھوں سے عینک اتارتے ہوئے فائل اسکے آگے بڑھائی تھی اور راکنگ چیئر سے ٹیک لگا لی تھی۔ ""تو آپکا نام ملاحہ عالم ہے۔۔۔۔رائٹ"". عینک ہاتھ میں گھماتے ہوئے حریرہ ملک نے اس سے پوچھا تھا۔ ""یس سر"". ملاحہ نے فقط اتنا کہنے پر اکتفا کیا تھا۔ ""فادر کیا کرتے ہیں آپکے؟""۔ راکنگ چیئر پر آگے پیچھے ہوتے انہوں نے گہری نظروں سے اس لڑکی کا مشاہدہ کرتے ہوئے پوچھا تھا تو اس نے براؤن آنکھیں اٹھائی تھیں۔ چہرے پر ایک رنگ آکر گزرا تھا پھر ذرا سنبھل کہا تھا۔

“he is paralyzed”

(وہ معزرو ہیں)

آواز دھیمی تھی اور نظریں جھکی ہوئی تھیں۔ ""تو آپ ان کا بیٹا بننے کے لیے جاب کرنا چاہتی ہیں؟""۔

”میں ان کا سہارا بننے کے لیے جاب کرنا چاہتی ہوں“.

”اور اس جاب سے آپ اپنے لیے کیا کرینگی ؟“

”میں اپنی فیملی کو سپورٹ کرونگی“

”میں نے آپکے اپنے لیے پوچھا ہے آپکی فیملی کے لیے نہیں...“

”میری فیملی ہی میری لیے سب کچھ ہے توانڈریکٹلی میں اپنے لیے ہی یہ سب کر رہی ہوں“.

”اور اگر میں آپکو یہ جاب نہ دوں تو؟“۔ان کی ہلتی ہوئی چیئر اب رک گئی تھی اور انہوں نے دونوں ہاتھ کانچ کی میز پر رکھ دیے تھے۔”تو یہ آپکی مرضی ہے۔۔۔میں یہاں سے ناکام ہو گئی تو کہیں اور اپلائے کردونگی مگر ہمت نہیں ہارونگی“.

"ایک آخری سوال..."۔ حریرہ ملک نے چیئر میز کے قریب کی تھی۔ کچھ وقت لگا تھا مگر ملاحہ اب نارمل انداز میں پر سکون ہو گئی تھی۔ اس نے کہیں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں دکھائی تھی بلکہ تمام سوالوں کا سچائی سے جواب دیا تھا۔

"آپ اپنی کوئی ایک ایسی خوبی بتادیں جس کی بناء پر میں یہ جاب آپکو دوں"۔ عینک میز پر رکھ کر انہوں نے پانی کا گلاس اپنے نزدیک کیا تھا۔ ملاحہ کچھ دیر چپ رہی تھی پھر جب وہ بولی تھی تو اسکا لہجہ ہموار اور مضبوط تھا۔ "سچ کہوں تو مجھ میں کوئی بھی ایسی خاص خوبی نہیں جس کی وجہ سے میں آپکے سامنے اپنی تعریفوں کے پل باندھ دوں یا آپکو کنوینس کر سکوں کہ مجھے اس جاب پر رکھ لیں۔۔۔ کوالیفیکیشن بھی کچھ خاص نہیں نہ ہی کوئی ایکسپرینسڈ ورکر ہوں لیکن ایک چیز جس کی میں آپکو گارنٹی دے سکتی ہوں وہ ہے محنت۔۔۔ میں محنتی ہوں۔۔۔ کاموں سے گھبرا کر جلدی ہار نہیں مانتی اور اپنے کام کے ساتھ مخلصی نبھانا بخوبی جانتی ہوں۔۔۔ لیکن بات پھر وہیں آکر رک جاتی ہے کہ آپکو مجھ سے بہت بہتر،

محنتی، ایکسپرینسڈ اور کوالیفائیڈ لڑکیاں مل جائینگی جو واقعی اس آفس میں ایک سیٹ ڈیسور کرتی ہونگی اور اسی لیے۔۔" وہ روانی سے بولتی جارہی تھی جب انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا تھا تو وہ رک گئی تھی۔" you may leave now" انہوں نے فقط اتنا ہی کہا تھا اور پانی کا گلاس لبوں سے لگالیا تھا۔ وہ اپنا پرس اور میز پر سے سی وی اٹھا کر شکریہ ادا کرتی اس آفس سے باہر نکل آئی تھی۔ حریرہ ملک نے کچھ سوچتے ہوئے انٹر کام سے اپنے اسسٹنٹ کو آفس میں بلایا تھا

وہ انٹرویو سے فارغ ہونے کے بعد اب ایک کیفے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ دو کپ چائے کا آرڈر دینے کے بعد وہ اب باہر سڑک پر چلتی گاڑیوں کو دیکھنے میں

مصروف تھی۔ وہ ہلکے بلو رنگ کی پلین کرتی اور ہم رنگ ٹراؤزر کے ساتھ سفید رنگ کی سلیپرز پہنے ہوئے تھی۔۔۔۔ براؤن بالوں کو ڈھیلے جوڑے میں قید کیا ہوا تھا اور عادتاً سر پر گہرے نیلے رنگ کا ریشمن دوپٹہ ٹکا ہوا تھا جس میں سے ابھی بھی بالوں کی لٹیں اسکے چہرے کے گرد بکھری ہوئی تھیں۔ کانوں میں نازک سی سلور رنگ کی چھوٹی جھمکیاں تھیں اور سیدھے ہاتھ کی کلائی میں سلور چین کی گھڑی تھی۔ وہ اپنی ہی دنیا میں کھوئی ہوئی تھی جب اسکے سامنے والی کرسی پر دھم سے آ کر کوئی بیٹھا تھا۔ باہر کے منظر سے نظر ہٹا کر اس نے دیکھا تھا تو وہ عیشال تھی جو پسینے سے شرابور ہو چکی تھی۔ چائے کا آرڈر بھی آ چکا تھا۔ عیشال نے چائے کو دیکھنے آنکھوں میں چمک لیے اسے دیکھا تھا۔ ''آج تم نے پہلے ہی آرڈر دے دیا؟''۔ چائے کا کپ اپنے نزدیک کرتے ہوئے اس نے خوشی خوشی پوچھا تھا۔ ''ہاں ورنہ تم بات کے دوران دس بار پوچھتیں چائے کب آئیگی چائے کب

آئیگی"۔ ملاحہ نے اس ہی کے انداز میں کہا تو وہ کھلکھلا دی تھی پھر کچھ یاد آنے پر پوچھا تھا۔ "انٹرویو کیسا رہا؟"۔

"جاب پکی سمجھو بس"۔ ملاحہ نے چائے کا سپ لیتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دی تھی۔ "ohhhh... That's my girl"

اس نے ایک ہاتھ کی مٹھی بنا کر اس کے آگے کی تھی تو ملاحہ نے بھی مسکراتے ہوئے اسکی مٹھی سے اپنی مٹھی ٹکرائی تھی پھر دونوں ہی ہنس دی تھیں۔ کچھ دیر دونوں خاموشی سے چائے پیتی رہی تھیں پھر ملاحہ نے ہی بات کا آغاز کیا تھا۔

"تم بتاؤ کیسی چل رہی ہے زندگی؟" اس کے سوال کرنے پر عیشال اداسی سے مسکرا دی تھی۔ "ایک اور رشتے والے آئے تھے اور مجھے ریجیکٹ کر کے چلے گئے ہیں یہ بول کر کہ لڑکی کا وزن زیادہ ہے اور آپ لوگ اسکا علاج کروائیں"۔ اس نے کندھے اچکا کر نارمل سے انداز میں کہا تھا۔ یہ سب تو اب اسکے لیے معمولی بات تھی۔ ملاحہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ عیشال بہت زیادہ موٹی نہ

تھی بس اس کا جسم بھرا بھرا ہونے کی وجہ سے وہ موٹی لگا کرتی تھی۔سانولی رنگت ہونے کے باوجود اسکے نین نقوش کافی حد تک پر کشش تھے کم از کم ملاحہ کو تو اس میں کوئی خامی نظر نہیں آتی تھی۔ ''مجھے سمجھ نہیں آتا ان لوگوں کا مسئلہ کیا ہوتا ہے۔۔۔پتلی لڑکی دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں اپنی بیٹی کو فاقوں میں مت رکھا کریں کوئی صحت مند لڑکی مل جاتی ہے تو اسے بھی مشورے دینے بیٹھ جاتے ہیں کہ وزن کم کرو ورنہ رشتے نہیں آئینگے۔'' وہ آج پھر برہم ہوئی تھی۔غصے سے اسکا چہرہ گلابی ہو گیا تھا۔''اور رشتے سچ میں نہیں آتے''.عیشال نے اپنی ہی بات پر زخمی سا ہنستے ہوئے کہا تھا تو وہ تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ ''تو نہ آئیں رشتے۔۔۔رکھیں اپنے پاس اپنے زہریلے لڑکوں کے رشتے۔۔۔کسی سے رشتہ نہ جڑنے سے تم نامکمل نہیں ہو جاؤ گی عیشال!''.

''مگر دنیا والوں کی نظروں میں تو میں کب کی نامکمل ٹھہر چکی ہوں ملاحہ''

"تم نامکمل نہیں ہو عیشال کوئی لڑکی نامکمل نہیں ہوتی اگر اسکی شادی نہ ہو تو۔۔۔اللہ نے ہر انسان کو مکمل پیدا کیا ہے۔۔بے شک اس نے عورت کے لیے مرد کو محافظ بنا کر بھیجا ہے لیکن اگر کسی لڑکی کی شادی نہیں ہو رہی ہے تو وہ نامکمل نہیں بن جاتی۔۔۔کیا تم نے حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ نہیں پڑھا؟ان کے والد بھی تو انکی پیدائش سے قبل رحلت فرما گئے تھے۔۔۔ان کی بھی تو شادی نہیں ہوئی تھی مگر پھر بھی اللہ نے ان کا اتنا بلند مقام رکھا انہیں اتنی محبت دی کہ قرآن میں بار بار ان کا ذکر کیا۔۔پھر بھی وہ دین میں سب سے با مکمل اور پاک دامن رہیں ہیں۔۔۔میں اور تم انکے قدموں کی دھول بھی نہیں مگر ان کی زندگی ایسی ہی لڑکیوں کے لیے مثال ہے جو خود کو کمتر اور نامکمل سمجھنے لگتی ہیں مگر یہ نہیں سچتیں کہ ہو سکتا ہے شاید اللہ نے اس ہی میں ان کے لیے کوئی بہتری رکھی ہو شاید ان کی شادی ہونے سے ان کے لیے وہ مشکلات وہ تکالیف پیدا ہو جائیں جو ان کے لیے برداشت کرنا ممکن نہ ہو یا شاید اللہ نے

انہیں اتنے پیار اور اتنی محبت سے بنایا ہو کہ وہ انہیں کسی ناقدرے انسان کے حوالے ہی نہ کرنا چاہتا ہو۔۔۔ تم اور میں اس کی مصلحتوں کو نہیں سمجھ سکتے مگر ایک چیز جو ہم کر سکتے ہیں وہ یہ کہ اس کے فیصلے میں راضی ہو کر اپنی اپنی زندگیاں مکمل طور پر اسکے حوالے کر کے پُر سکون رہ سکتے ہیں۔۔۔ ہر بار مجھے یہ ہی بات تمہیں نئے سرے سے سمجھانا پڑتی ہے کیونکہ تم دوبارہ وہیں آ کر کھڑی ہو جاتی ہو''.

''میں کیا کروں ملاحہ۔۔۔ مجھ سے لوگوں کی طنزیہ باتیں انکی رحم بھری نظریں برداشت ہی نہیں ہوتیں''

''بھاڑ میں جائیں ایسے لوگ''۔ ملاحہ کا غصہ ایک دم ہی بڑھا تھا۔ آواز کچھ بلند ہوئی تھی جس پر آس پاس کے لوگوں نے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ کچھ دیر وہ خاموشی سے غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی جبکہ عیشال نظریں

جھکائے شاید آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ملاحہ نے ایک گہری سانس لے کر نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

"لوگوں کو اپنی زندگی میں آنے کی اور اسے برباد کرنے کی اجازت نہیں دیتے عیشال ورنہ پھر ایسے ہی ہر روز تڑپتے رہتے ہیں اور یقین کرو ایسے لوگوں کو ذرہ برابر بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔ تم جب تک ان لوگوں کی باتوں کو اپنے ذہن پر سوار رکھو گی تب تک تکلیف میں رہو گی۔۔۔ ان لوگوں کی باتوں سے اپنا ذہنی سکون تباہ مت کرو۔۔۔ زندگی اللہ کی امانت ہے ہمیں اسکی دی ہوئی ہر نعمت کا حساب دینا ہے۔۔۔

اس طرح ناامید ہو کر اپنے رب کو ناراض نہیں کیا کرتے"۔

اس نے تحمل اسے سمجھاتے ہوئے ہینڈ بیگ سے ٹشو پیپر نکال کر اسکی جانب بڑھایا تھا۔ عیشال نے اسکے ہاتھ سے ٹشو لے لیا تھا۔ "کبھی کبھی تم میں میری امی کی روح آجاتی ہے"۔ ٹشو سے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا تو

ملاحہ بھی مسکرائی تھی۔ صد شکر اسکا اتنا بولنا ضائع نہیں گیا تھا۔ ""شکر کرو میں نے تمھیں مارنا شروع نہیں کیا ورنہ اب تک شہید ہو چکی ہوتیں میرے ہاتھوں۔""اس کے سکون سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر سینے پر بازو باندھتے ہوئے کہا تو عیشال ہنس دی تھی۔ ""مجھے بھی بس تمہاری ہی طرح اتنا مضبوط بننا ہے"". ٹھنڈی چائے کا آخر سپ لے کر اس نے کہا تھا تو ملاحہ نے باہر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔ ""آج صبح سے دوسری بار سن چکی ہوں یہ بات۔۔۔فرق بس اتنا ہے کہ پہلے مجھے کسی نے تم کی جگہ آپ کہا تھا"". ہاتھ میں موجود انگوٹھی کو انگلی کے گرد گھماتے ہوئے اس نے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

""یہ کس 'کسی نے' کہہ دیا؟"". آنکھوں میں شرارتی مسکراہٹ لیے عیشال نے پوچھا تھا۔

""فاران نے کہا تھا۔۔۔تم اپنے کمزور دماغ پر زیادہ زور مت ڈالو""۔

""دیکھ لو کہیں کسی اور لڑکے نے آپ نہ کہہ دیا ہو""

"تمہیں سچ میں لگتا ہے کہ 2322 سالہ اتنی ٹف اور اتنی پریکٹیکل زندگی گزارنے کے بعد میری زندگی میں ان سب چیزوں کی کوئی گنجائش نکلتی ہے؟"

"لیکن ہو سکتا ہے تمہارے لیے تمہارا پرنس چارمنگ دنیا کے کسی کونے سے نکل کر تمہارے سامنے بازو پھیلا کر کھڑا ہو جائے اور بولے۔۔۔۔لو ملاحہ عالم تمہارا غصہ برداشت کرنے والا آگیا ہے"۔عیشال نے باقائدہ اسے چڑانے والے انداز میں ہوا میں بازو پھیلا کر کہا تھا تو اسے دیکھ کر ملاحہ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔"میرے خیال سے آج تم سہی سلامت گھر نہیں جانا چاہتیں"۔ملاحہ نے میز پر ایک کہنی رکھ کر چہرہ اس پر ٹکاتے ہوئے کہا تھا تو عیشال کھلکھلا دی تھی۔ویٹر بل لے آیا تھا تو وہ بل لے کرنے لگی تھی پھر دونوں دوبارہ سے باتوں میں مصروف ہو گئی تھیں۔

اسکا انٹرویو کامیاب رہا تھا اور اسے اس کمپنی میں جاب کرتے ہوئے بیس دن سے زائد ہو گئے تھے۔ اسے ایڈوانس سیلری پہلے ہی دے دی گئی تھی جو کہ اس نے پوری پوری امی کے حوالے کر دی تھی۔ شروع شروع میں کام سمجھنے میں وقت لگا تھا مگر وہ آہستہ آہستہ ایڈجسٹ ہو گئی تھی۔ اسکے باس کے ساتھ ساتھ آفس کا سارا اسٹاف ہی بہت کوآپریٹیو تھا اسی لیے بھی وہ زرا جلدی ایڈجسٹ ہو گئی تھی۔ وہاں سب ہی بہت تمیز دار تھے، اچھے گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ کوئی کسی کے کام میں دخل نہیں دیتا تھا۔ کام کا برڈن تو تھا مگر زندگی اچانک ہی کچھ پر سکون سی ہو گئی تھی۔ اس ہی دوران رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ بھی شروع ہو گیا تھا اور پہلا عشرہ کچھ دن بعد اختتام کو پہنچنے والا تھا۔ وہ تھکن کے باوجود جاب کے ساتھ ساتھ روزے اور عبادات کو بخوبی مینیج کر رہی تھی۔

یہ بھی روز مرہ کی طرح ایک نیا دن تھا۔ آج موسم اچھا تھا تو اس کا موڈ بھی بہت خوشگوار تھا۔ اس نے بے بی پنک کلر کی سادہ کرتی اور ہم رنگ ٹراؤزر پہنا ہوا تھا۔ سر پر حسبِ معمول گلابی دوپٹہ ٹکایا ہوا تھا اور بالوں میں آج ہاف کیچر لگا ہوا تھا جس میں سے براؤن سلکی بالوں کی کچھ لٹیں اسکے چہرے کا طواف کیے ہوئی تھیں۔ کانوں میں نازک سے ڈائمنڈ کی شکل کے ٹاپش تھے اور دونوں ہاتھوں میں شاکنگ پنک کلر کی 5 یا 6 چوڑیاں تھیں۔ گلابی رنگت پر یہ رنگ مزید کھل رہا تھا۔ وہ اپنی ہی جون میں ایک فائل پڑھتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی جب بہت بری طرح سامنے سے آنے والے کسی پہاڑ نما وجود سے ٹکرائی تھی۔ اسکا سر بہت بری طرح گھوما تھا۔ اس نے سر پکڑ کر نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا تھا تو وہ بلیک پینٹ کوٹ کے ساتھ وائٹ شرٹ میں ملبوس ایک 3029 سالہ چھ فٹ لمبا کوئی نوجوان تھا جو قہر بھری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہ تھا۔ وہ معزرت کرنے ہی والی تھی جب مقابل بول پڑا تھا۔ "آپ اپنی آنکھیں گھر پر چھوڑ کر آئی ہیں

کیا؟"۔ بھاری مردانہ آواز میں اس نے سامنے کھڑی پانچ فٹ کچھ انچ لمبی لڑکی پر نظریں جھکا کر کہا تھا۔ ملاحہ کا چہرہ گلابی ہوا تھا غصے میں ایک دم ابال اٹھا تھا مگر اس نے روزے کا سوچ کر ضبط کرتے ہوئے لہجہ نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔ "اندھے تو آپ بھی نہیں تھے آنکھیں تو دو آپکی بھی نظر آرہی ہیں۔۔۔ آپ بھی تو دیکھ کر چل سکتے تھے ناں"۔ کوشش کے باوجود لہجے میں ناگواری کی رمق گھل گئی تھی۔ مقابل نے غصے سے دانت میچے تھے جس سے اسکے ماتھے کی رگیں تن گئی تھیں۔ "تمہیں کیا لگ رہا ہے میں شوق سے تم سے ٹکرایا ہوں۔۔۔like seriously تم جیسی لڑکی سے؟؟"۔ ہاتھوں کو پینٹ کی جیب میں پھنساتے ہوئے اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اوپر سے نیچے ملاحہ کو دیکھا تھا۔ ہتک کے احساس سے اسکا چہرہ گلابی ہو گیا تھا مگر اس نے نظریں نہیں جھکائی تھیں۔ "اور آپکو لگتا ہے مجھے آپ جیسے کسی راہ چلتے آوارہ انسان کی باتوں سے کوئی فرق پڑیگا؟". ملاحہ نے سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے تحمل سے کہا تھا یوں جیسے

اب وہ لڑنے کے لیے مکمل تیار ہے۔ سارا اسٹاف ان دونوں کو بحث کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا مگر کسی میں ہمت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر کچھ کہہ دے۔

" watch out your tone girl"

اس نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے ٹھنڈے لہجے میں کہا تھا۔ یوں جیسے کوئی وارننگ دے رہا ہو۔ ملاحہ پیچھے نہیں ہٹی تھی۔

" and if I don't then what ? "

ملاحہ نے مسکراتے ہوئے دل جلانے والے انداز میں کہا تھا اور اس مسکراہٹ سے مقابل کے تن بدن میں واقعی آگ لگ گئی تھی۔ "تم شاید جانتی نہیں ہو کہ میں کون ہوں ؟"۔ اس نے ٹھنڈے لہجے میں کہا تھا۔ وہ لڑکی ابھی بھی بے خوفی سے ڈھیٹ بن کر اس سے نظریں ملائے ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ "جیسے مجھے آپ کو جاننے میں دلچسپی ہے۔۔۔ like seriously... آپ جیسے شخص کو جاننے میں ؟؟"۔ ملاحہ نے اس ہی کے انداز میں اوپر سے نیچے اسے دیکھتے ہوئے

فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔ وہ ملاحہ عالم تھی اسے لوگوں کی باتوں کو ان کے منہ پر مارنا بہت اچھے سے آتا تھا۔ مقابل کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ ”لیکن تمہیں اوقات میں رکھنے کے لیے تمہارا جاننا بہت ضروری ہے کہ میں کون ہوں۔۔۔ چلو تمہیں ابھی بتاتا ہوں“۔ اس نے ملاحہ کی کلائی پکڑتے ہوئے اپنے ساتھ لے جانا چاہا تھا جب ملاحہ نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر وہی ہاتھ پوری قوت سے اسکے منہ پر دے مارا تھا۔ تھپڑ کی آواز اسکی چوڑیوں کے ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ پورے فلور پر گونجی تھی۔ چلتے پین رک گئے تھے۔ سب نے منہ کھولے اس لڑکی کو دیکھا تھا جس نے بے دھڑک اس شخص پر ہاتھ اٹھا دیا تھا جس سے اس آفس کے چپڑاسی سے لے کر ایک ہائی ورکر بھی ڈرتا تھا۔ تھپڑ اتنا شدید تھا کہ وہ اپنی جگہ پر ٹک نہیں پایا تھا۔ ذہن ایک دم ماؤف ہو گیا تھا مگر الٹے گال پر شدید جلن مچ رہی تھی۔ اس نے بے یقینی سے اس لڑکی کو دیکھا تھا جو تیز تیز سانس لیتی آنکھوں میں غصہ لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”آئندہ کے بعد کسی

لڑکی کو ہاتھ لگانے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا کہ وہ ہی ہاتھ تمہارے منہ پر بھی نشان چھوڑ سکتا ہے".بے خوفی سے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ملاحہ نے جما جما کر الفاظ ادا کیے تھے۔اسکی چوڑیاں ٹوٹنے کی وجہ سے اسکی کلائی سے خون ٹپک کر سفید ٹائلز پر گر رہا تھا مگر اسے پرواہ نہیں تھی۔نہ وہ ڈری تھی نہ اس کو اپنے کیے پر کوئی شرمندگی تھی۔وہ گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔"میں عشارب ملک ہوں۔۔۔ حریرہ ملک کا بیٹا۔۔ جس جگہ تم کھڑی ہو اس جگہ کا مالک۔۔۔ تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی۔۔ہاں ؟؟"۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس لڑکی کو دھکے مار کر اس بلڈنگ سے نکال دے۔"میں نے کہا ناں مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم کون ہو۔۔۔ تم کسی وزیر کے بیٹے ہوتے۔۔۔میں تب بھی تمہارے ساتھ یہ ہی کرتی۔۔۔ میں بھی ملاحہ عالم ہوں۔۔۔ تم مجھے دوبارہ ہاتھ لگاؤ گے میں دوبارہ تمہارے ساتھ یہ ہی کرونگی یا شاید اس سے بھی برا اور یقین کرو۔۔۔".وہ رکی تھی ایک

قدم آگے بڑھی تھی اور بے خوفی سے اسکی گہری براؤن آنکھوں میں دیکھا تھا۔
"مجھے تب بھی کوئی شرمندگی نہیں ہوگی"۔ ٹھنڈے لہجے میں کہتے ہوئے اس
نے عشارب کے سوجھے ہوئے گال کو طنزیہ نظروں سے دیکھا تھا پھر وہاں سے
قدم بڑھا دیے تھے۔ "میں تمہیں اس آفس سے دھکے مار کر نکلوا کر دکھاؤنگا".
وہ غصے سے چیخا تھا ملاحہ مسکرائی تھی جیسے ناک پر سے مکھی اڑائی ہو مگر پلٹ کر
نہیں دیکھا تھا۔ "میں تمہارے لیے زندگی کو مشکل بنادونگا ملاحہ عالم". وہ دوبارہ
پہلے سے زیادہ زور سے چیخا تھا۔ اسکی تیز آواز پورے آفس میں گونجی تھی۔ ملاحہ
چلتے چلتے پلٹی تھی پھر رخ اسکی جانب کیے الٹے قدم چلتے ہوئے ہاتھ فضا میں
کھولے تھے۔ "مجھے انتظار رہے گا عشارب ملک"۔ اس نے سر کو ہلکا سا خم دے
کر کہا تھا پھر دوبارہ پلٹ گئی تھی جبکہ وہ ابھی بھی اونچی آواز میں مسلسل کچھ کہتا
جا رہا تھا۔

وہ تن فن کرتا ہوا حریرہ ملک کے آفس میں داخل ہوا تھا۔ وہ اپنی چیئر پر بیٹھے موبائل فون استعمال کر رہے تھے۔ وہ اندر آیا تو انہوں نے ایک نظر اسے دیکھ کر دوبارہ موبائل پر نظریں مرکوز کر لی تھیں۔۔ وہ غصے سے تیز تیز قدم چلتا ان کی میز کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ "آپ ملاحہ نامی لڑکی کو فائر کریں۔۔۔ ابھی!!!"۔ اس نے غصے سے لال ہوتے چہرے کے ساتھ کہا تھا۔ انہوں نے اسے اگنور کر دیا تھا۔ "آپ نے سنا ڈیڈ میں نے کیا کہا ہے؟"۔ وہ برہم ہوا تھا۔ انہوں نے موبائل فون بند کر کے ٹیبل پر رکھا تھا۔ "تمہاری کسی فضول سی ضد کی وجہ سے میں اپنی ایک محنتی ورکر ضائع نہیں کر سکتا"۔ انہوں نے دو ٹوک لہجے میں کہا تھا۔

”آپکو پتہ ہے اس نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟“۔وہ انہیں اس لڑکی کی حرکت بتانا چاہتا تھا تاکہ پھر وہ اس کے خلاف ایکشن لیں۔

”سی سی ٹی وی فوٹیج سے لائیو دیکھ چکا ہوں“۔انہوں نے اطمینان سے کہا تھا۔

عشارب کو بہت حیرت ہوئی تھی۔

”اور آپکو کوئی فرق نہیں پڑا کہ ایک لڑکی آپکے بیٹے کے منہ پر تھپڑ مار کر اسے سب کے سامنے ذلیل کر کے چلی گئی؟“۔اس نے بے یقینی سے ان سے پوچھا تھا۔

”اس نے صرف اپنی حفاظت کی ہے اور میرے حساب سے بالکل درست کیا ہے۔۔۔مضبوط لڑکیاں ایسے ہی کسی کو بھی اپنے وجود پر نہ ہی تو ہاتھ لگانے دیتی ہیں اور نہ ہی وہ خاموشی سے اپنی عزت کے پرخچے اڑتے ہوئے دیکھتی ہیں

They take action! so as she did....”

انہوں نے متوازن لہجے میں کہا تھا۔

”مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی ڈیڈ کہ آپ کسی معمولی ورکر کے لیے اپنے بیٹے کے حق میں کچھ نہیں کہینگے“. وہ ہرٹ ہوا تھا۔ وہ بہت امید سے انکے پاس آیا تھا کہ وہ اسکی بات سنیں گے کم از کم اس بار تو اس کی بات کا مان نہیں توڑیں گے۔

”مجھے بھی تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم کسی لڑکی پر چیخو گے چلاؤ گے اور اسے ہیراس کرو گے۔۔۔اور سب لوگوں کے سامنے ہمیشہ کی طرح مجھے بے عزت کرواؤ گے“. انہوں نے غصے کو قابو کرنے کی کوشش کی تھی۔

"Asarab doesn’t care about any bloody people!

صاف دکھ رہا ہے آپ اس لڑکی کو ڈیفینڈ کر رہے ہیں۔۔۔ کیا سچ میں آپ اس لڑکی کو اپنے بیٹے پر فوقیت دے رہے ہیں؟“۔ وہ ابھی بھی یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ اسکا باپ واقعی کسی عام سی لڑکی کی حمایت لے رہا ہے۔

"میں صرف حق کی بات کر رہا ہوں"۔ اُنہوں نے افسوس سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ خوبرو تھا خوبصورت تھا۔ رنگت گندمی سی تھی اور چہرے پر داڑھی اور مونچھیں اسے مزید پرکشش بنادیتی تھیں۔ ایک مہینے پہلے جب وہ ملک سے باہر گیا تھا تب اس کی داڑھی ہلکی تھی مگر اب وہ بڑھ چکی تھی۔ جسم بھی مضبوط ہو گیا تھا شاید وہ جم جاتا رہا تھا۔ اس طرح ان سے لڑتے ہوئے وہ انہیں ابھی بھی پیارا لگ رہا تھا۔ وہ ہر لحاظ سے اچھا تھا مگر ایک چیز جو درست نہیں تھی وہ یہ کہ وہ اپنے آگے کسی کی بات کو کوئی ویلیو نہیں دیتا تھا پھر چاہے وہ اسکا باپ ہی کیوں نہ ہو اور یہ ہی بات ان کے غصے اور تکلیف کا سبب بنتی تھی۔

"آپ صرف مجھے سب کی نظروں میں ڈی گریڈ کر رہے ہیں!"۔ وہ شیشے کی میز پر ہاتھ مار کر زور سے چلایا تھا۔

"چلاؤ مت عشارب۔۔۔ مت بھولو کہ تم اس وقت اپنے گھر میں اپنے باپ سے نہیں بلکہ اس بلڈنگ کے مالک حریرہ ملک سے بات کر رہے ہو!!"۔ وہ غصے

سے کہتے ہوئے اپنی چیئر پر سے کھڑے ہو گ ئے تھے اور بری طرح ہانپ رہے تھے۔

”آپ بھی مت بھولیں کہ آپ اپنی اس نام نہاد کمپنی کے اکلوتے وارث سے بات کر رہے ہیں۔۔۔ میں چلا گیا تو کوئی آپکی اس کمپنی کو نہیں سنبھالے گا“. وہ ابھی بھی چپ نہیں ہوا تھا بلکہ مزید چلایا تھا۔

“get out of my office...Now!!!”

انکا صبر اب جواب دے گیا تھا۔ انہوں نے اونچی آواز میں کہتے ہوئے ہاتھ سے اسے گیٹ کی طرف جانے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ ہلکا سا زخمی ہنسی ہنسا تھا۔ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے تھے۔

“you know what....

میں اس ہی لیے باہر رہتا ہوں اور پاکستان نہیں آتا نہ ہی آپکے آفس۔۔۔ مگر آج واقعی کوئی منحوس دن تھا جو میں نے اس آفس میں آنے کا خیال کیا۔۔۔ جا رہا

ہوں میں۔۔۔۔رہیں آپ اپنی اس چار دیواری میں". پورے کمرے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے وہ چیئر کو ٹھوکر مارتا ہوا دھاڑ کی آواز سے دروازہ بند کرتا ہوا باہر چلا گیا تھا جبکہ وہ بے جان سے تھکے ہارے انداز میں اپنی چیئر پر بیٹھ گ ئے تھے۔

گھر جانے سے پہلے حریرہ ملک نے اسے اپنے آفس میں بلایا تھا۔وہ اپنا پرس لیے انکے آفس میں آگئی تھی اور وہیں کھڑی تھی جہاں ابھی کچھ دیر قبل ان کا بیٹا ان پر برس کر گیا تھا۔"آج جو بھی کچھ ہوا میں امید کرتا ہوں آئیندہ ایسا کچھ نہ ہو". انہوں نے تحمل سے ملاحہ سے کہا تھا۔ملاحہ نے نظریں اٹھائی تھیں۔"وہ ایک رفلیکس ایکشن تھا سر۔۔۔انہوں نے جب میرا ہاتھ پکڑا تو ہی میں نے ری ایکٹ کیا ورنہ پہل میں نے نہیں کی تھی میں معذرت کرنے جا رہی تھی".اس نے

ہلکی آواز میں کہا تھا۔ ”جانتا ہوں مگر آپ سے بس اتنی ریکویسٹ ہے کہ کوشش کریئگا کہ آپکا اور عشارب کا سامنا کم سے کم ہو۔۔۔وہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔۔آپکی یا کسی اور کی وجہ سے میں زیادہ دیر اس کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتا پھر مجبوراً مجھے کوئی ایکشن لینا ہوگا“۔ انہوں نے کنپٹیوں کو دباتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا تھا۔ وہ کچھ اپ سیٹ نظر آرہے تھے۔ ”میں کوشش کرونگی کہ آئندہ ایسی کوئی سچویشن نہ پیدا ہو لیکن اگر ان کی وجہ سے کچھ ہوا تو پھر میں کوئی گارنٹی نہیں لے سکتی“۔ اس نے صاف لفظوں میں کہا تھا تو انہوں نے ہلکا سا سر ہلایا تھا۔ ”آئندہ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔۔۔ان شاءاللہ“۔ حریرہ ملک نے اسے یقین دلایا تھا تو وہ بھی اثبات میں سر ہلا کر پلٹ گئی تھی۔ جب اُنہوں نے آواز دے کر اسے روکا تھا۔ ”ایک منٹ رکیں“۔ ان کی آواز پر وہ رک گئی تھی پھر پلٹ کر دیکھا تھا تو وہ دراز میں کچھ ڈھونڈ رہے تھے۔ پھر انہوں نے ٹیبل پر سے پین اٹھایا تھا اور دراز میں ہی ہاتھ کیے کچھ لکھا تھا۔ پین واپس رکھ کر انہوں نے دراز بند کی تھی اور

ایک فرسٹ ایڈ پلاسٹ اس کی جانب بڑھایا تھا۔ ''میرے بیٹے کی طرف سے''. ملاحہ نے ان کے ہاتھ سے پلاسٹ لے کر دیکھا تھا تو اس پر پین سے سوری لکھا تھا ۔وہ ہلکا سا مسکرادی تھی۔ ''وہ آپکے بیٹے ہیں۔۔۔اسی لیے اٹس اوکے''.اس نے مسکرا کر کہتے ہوئے پلاسٹ اپنی کلائی پر لگایا تھا تو وہ شفقت سے مسکرا دیے تھے۔

تو یہ عشارب ملک اور ملاحہ عالم کی پہلی ملاقات تھی جو کم از کم ان دونوں کے لیے نہایت ناگوار ثابت ہوئی تھی۔دونوں ہی اپنی اپنی انا کے پیروکار تھے۔دونوں میں سے کوئی بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھا مگر ان دونوں کو اس بات کا ادراک نہیں تھا کہ آنے والی زندگی ان دونوں کو کس طرح کے حالات سے

روشناس کروائیگی۔۔۔۔کیا زندگی حالات بد سے بدترین کر دے گی؟ یا پھر قدرت کوئی نیا موڑ لے کر ان دونوں کے لیے کوئی اور فیصلہ کرے گی؟

وہ شام کے وقت عصر کی اذان کے کچھ دیر بعد گھر میں داخل ہوئی تھی۔ڈرائنگ روم سے باتوں کی آوازوں پر اس نے اس جانب قدم بڑھائے تھے تو صوفے پر اس کی خالہ یاسمین اپنے بیٹے المیر سلیمان کے ساتھ بیٹھی اس کی امی سے باتوں میں مصروف تھیں۔وہ سلام کر کے اندر داخل ہوئی تو خالہ نے بہت محبت سے اسے گلے لگایا تھا۔تھکن ہونے کے باوجود وہ مسکرا کر انکے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی اور خود بھی باتوں میں مصروف ہو گئی تھی۔اس دوران وہ المیر کی نظروں کی گرفت میں رہی تھی اور یہ ہی بات اس کی کوفت کا باعث بن رہی تھی۔دن ویسے ہی آج نہایت برا رہا تھا اوپر سے اس میں مزید رنگ گھولنے یہ آگیا تھا۔ایسی بات نہیں تھی کہ المیر سے اسکی کوئی خاص دشمنی تھی وہ اس سے تین چار سال

ہی بڑا تھا مگر اسکے اور ملاحہ کے مزاج میں بہت فرق تھا۔ وہ جلدی غصہ ہو جایا کرتی تھی۔ گھر والوں کے علاوہ وہ زیادہ کسی سے بات بھی نہیں کرتی تھی جبکہ وہ حد سے زیادہ ہی خوش اخلاق تھا اور پھر جن نظروں سے وہ اسے دیکھتا تھا ملاحہ خود بخود ہی کوفت کا شکار ہو جاتی تھی۔ ابھی بھی وہ نماز ادا کرنے کا کہہ کر اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ صد شکر ابو گھر پر نہیں تھے ورنہ اسکے بگڑے مزاج کو دیکھ کر ضرور سوالات کرتے اور وہ جھوٹ بھی نہیں کہہ پاتی۔

وضو کر کے وہ نماز کے لیے دوپٹہ باندھ رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس نے دوپٹہ درست کرتے ہوئے دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دی تھی تو دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ المیر تھا جو مٹیالے رنگ کے شلوار قمیص میں ملبوس اندر آگیا تھا۔ ''کیسی ہو ملاحہ؟''. اندر آکر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے نرم لہجے میں مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔ ''ٹھیک ہوں''. ملاحہ نے ایک نظر اسے دیکھ کر جائے نماز بچھاتے ہوئے کہا تھا۔ ''جاب کے لیے مبارک ہو بہت بہت''.

اس نے دل سے اسے مبارکباد دی تھی۔ ""شکریہ"". بمشکل لہجہ نارمل رکھتے ہوئے اس نے شکریہ ادا کیا تھا۔ ""میں نے اپنے کچھ دوستوں سے پتہ کروایا تھا تو ان لوگوں نے بتایا تھا کمپنی کافی اچھی ہے تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی""۔اس نے اسے اطلاع دی تھی۔ ملاحہ نے غصہ قابو کرنے کے لیے دل ہی دل میں لاحول کا ورد کیا تھا۔ ""جو باتیں تم مجھے بتا رہے ہو وہ میں پہلے ہی جانتی ہوں""۔وہ اب جائے نماز چھوڑ کر بیڈ کے کنارے کے پاس کھڑی ہو گئی تھی۔

""کیا ہو گیا ہے ملاحہ ؟.....اس طرح کیوں بات کر رہی ہو؟""۔وہ اسکی بیزاری کو بخوبی نوٹ کر چکا تھا۔

""میں نے آج سے پہلے کب تم سے میٹھے لہجے میں بات کی ہے جو اتنا حیران ہو رہے ہو؟""۔ ملاحہ نے ایک ابرو اٹھا کر سوال کیا تھا۔ ""نہیں کی تو اب کرنا شروع کر دو""۔المیر نے نظریں اس پر جمائے اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا۔ ملاحہ کچھ ٹھٹکی تھی۔ خالہ کی اچانک سے آمد پھر المیر کی نظریں۔

آج کا دن اس کے لیے صبح سے نئے نئے تحفے لا رہا تھا۔ اس نے دل میں سوچا تھا مگر اسے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ "ایک بات تو بتاؤ یہ تمہاری چھوٹی سی ناک پر کیا ہمیشہ یوں ہی غصہ سوار رہتا ہے؟". جب وہ کچھ نہیں بولی تھی تو المیر نے ہلکی سی مسکان کے ساتھ پوچھ تھا۔ اسکی مسکراہٹ دیکھ کر ملاحہ اندر تک جل کر رہ گئی تھی۔ "اگر تمہارے سوال جواب کا سلسلہ ختم ہو گیا ہو تو باہر تشریف لے جاؤ تا کہ میں نماز پڑھ سکوں"۔ اس نے اسکے سوال کو نظر انداز کر کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر ایک ہاتھ ناب پر رکھتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسے باہر جانے کا اشارہ کیا تھا۔ المیر ہلکا سا ہنسا تھا اور دروازے کی جانب قدم بڑھائے تھے. "خیر۔۔۔ تم جواب نہ بھی دو تو تمہارے چہرے کے تاثرات سے سب عیاں ہو جاتا ہے جیسے ابھی صاف صاف لکھا ہوا کہ میرے کمرے سے باہر دفع ہو جاؤ المیر سلیمان". مسکراہٹ تو جیسے اسکے چہرے پر چپک ہی گئی تھی۔ ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ ملاحہ کو کوفت ہوئی تھی۔ "اور تم صاف صاف لکھا ہوا

پڑھنے کے بعد بھی اپنی جگہ پر جم کر کھڑے ہو کر میرا صبر آزمارہے ہو‘‘۔ ملاحہ کے لہجے میں حد درجہ بیزاری ہونے کے باوجود وہ دوبارہ ہنسا تھا۔اس بار ملاحہ کا واقعی دل کیا تھا کہ اپنے ناخنوں سے اس کا منہ نوچ لے مگر وہ بروقت دروازے سے باہر نکل گیا تھا پھر دوبارہ پلٹا تھا۔ ’’ویسے کیا تم سب سے ہی ایسے بیزار رہتی ہو یا پھر مجھ....‘‘۔اس کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی جب ملاحہ نے دھڑ سے دروازہ بند کر دیا تھا۔ دروازے کے باہر سے اسکے قہقہے کی آواز اندر تک آئی تھی تو ملاحہ نے زچ ہوتے ہوئے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔اس کے بس میں ہوتا تو اسکے منہ کو اسکاچ ٹیپ سے بند کر دیتی۔ جائے نماز پر کھڑے ہو کر اس نے چھت کی جانب دیکھا تھا۔ ’’دیکھ لیں اللہ تعالیٰ آج آپ صبح سے اپنی بندی کا صبر آزمارہے ہیں‘‘۔اس نے ہلکی سی تھکان زدہ مسکراہٹ کے ساتھ اوپر دیکھتے ہوئے کہا تھا پھر سر جھٹک کر نماز کے لیے نیت باندھ لی تھی

افطاری کے بعد خالہ اور المیر واپس چلے گ ۓ تھے جبکہ امی کچن میں رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔وہ کچھ سوچ کر کچن میں چلی آئی تھی۔میز پر رکھی باسکٹ میں سے ایک سیب اٹھا کر دھویا تھا پھر سلپ کے اوپر بیٹھ گئی تھی اور پہلا بائٹ لیا تھا جب نور بانو بول پڑی تھیں۔ "کب سے کمرے میں گھسی ہوئی ہو۔۔۔یہ نہیں ہوتا کہ ماں کام کر رہی ہے تو تھوڑا ہاتھ بٹا دو"۔ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے انہوں نے خفگی سے کہا تھا۔ "ارے میری پیاری امی ۔۔۔آفس کا کام کر رہی تھی ناں اس لیے نہیں آ پائی۔۔۔اب آ گئی ہوں تو اب بتائیں کیا کام ہے؟"۔ سیب پر دانت گاڑتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ "بس آفس کے کاموں میں ہی لگی رہنا اور پھر رخصت ہو کر اپنے گھر چلی جانا۔۔۔۔ماں کے ساتھ وقت مت گزارنا کبھی"۔انہوں نے ہنڈیا میں چمچہ چلاتے ہوئے اسکی کام

میں مدد کروانے والی بات کو نظر انداز کیا تھا۔ ملاحہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔ "ابھی نہیں جارہی میں کہیں رخصت ہو کر۔۔۔ برداشت کریں کچھ سال اور"۔

سیب کا آخری حصہ کھا کر اس نے سلیپ پر سے اتر کر ہاتھ دھوتے ہوئے کہا تھا۔

نور بانو نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور چپ ہو گئی تھیں پھر کچھ دیر بعد بولی تھیں۔

"آج تمہاری خالہ المیر کے لیے تمہارا رشتہ مانگنے آئی تھیں"۔ انہوں نے بظاہر مصروف سے انداز میں کہا تھا۔ ملاحہ کا اندازہ درست نکلا تھا ایک لمحے کو وہ چپ ہو گئی تھی۔۔ پھر اس نے اپنا لہجہ نارمل کیا تھا۔ "پھر آپ نے کیا جواب دیا؟".

اس نے فریج سے پانی کی بوتل نکال کر پانی گلاس میں نکالا تھا۔

"تمہارے بابا نے کہا ہے تم سے تمہاری رضامندی پوچھیں گے پھر ہی کوئی جواب دینگے"۔

"کیا بابا اور آپکی رضامندی ہے اس رشتے کے حوالے سے؟"

"بظاہر تو یہ رشتہ ہر لحاظ سے اچھا ہے کوئی برائی بھی نہیں اگر کر دیا جائے تو"۔

"آپ اپنی بہن کا سوچ کر اس رشتے کے لیے حامی بھر رہی ہیں؟"

"بہن سے پہلے میں اپنی بیٹی کا بہترین مستقبل سوچ کر حامی بھر رہی ہوں۔۔۔۔المیر اچھا بچہ ہے۔۔۔خوش اخلاق ہے۔۔۔ محنتی بھی ہے۔۔۔پھر سب سے بڑی بات اس نے سلیمان بھائی کا پورا کاروبار سنبھالا ہوا ہے اپنی بڑی بہن کی شادی کی ہے گھر کے اخراجات بھی وہ بخوبی پورے کر دیتا ہے۔۔۔کیا برائی ہے اگر کر دیا جائے تو۔۔۔ تمہیں خوش رکھے گا ملاحہ کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہونے دیگا"۔

"وہ سب آپ درست کہہ رہی ہوں شاید۔۔۔لیکن امی اسکے اور میرے مزاج میں بہت فرق ہے۔۔۔ہم دونوں ایک دوسرے سے بالکل ہی مختلف ہیں"۔

"شادی کے بعد سب سہی ہو جائیگا"۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہوگا امی۔۔۔میری اور سکی آپس میں نہیں بنتی۔۔۔۔اسکا اور میرا مزاج بالکل ہی مختلف ہے۔۔۔وہ مجھے نہیں سنبھال پائیگا"

"اس طرح تو پھر تمہاری کسی سے بھی نہیں بنے گی ملاحہ۔۔۔اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا سیکھو۔۔۔ضروری نہیں ہے کہ لوگوں کے ہر عمل کے بدلے رد عمل کا مظاہرہ کیا جائے۔۔۔کبھی کبھی خاموش رہ کر بھی انسان بڑی سے بڑی جنگ میں فتح یابی حاصل کر سکتا ہے۔۔اپنے اندر برداشت پیدا کرو ورنہ آگے آنے والی زندگی تمہارے لیے بہت مشکلات پیدا کر دے گی"۔

انہوں نے چولہے کی آنچ ہلکی کرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تھا۔وہ نظریں جھکائے دیوار سے ٹیک لگائے بغور ان کی باتیں سن رہی تھی۔انکے دیکھنے پر وہ دھیرے سے مسکرائی تھی۔"میں جانتی ہوں آپ سب ٹھیک کہہ رہی ہیں ۔۔۔کوشش بھی کرتی ہوں اب کہ زیادہ جزباتی نہ ہوا کروں۔۔۔مگر امی یہ بھی تو ہو سکتا کہ اللہ نے کوئی ایسا انسان بنایا ہو جو میرے مزاج کو سمجھے مجھے بخوبی ہینڈل کر لے جو میری ہی طرح ہو"۔وہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے یہ بات کیوں کہی تھی مگر دل میں یہ خیال ضرور آتا تھا۔وہ یہ بھی جانتی تھی کہ امی اسکے

فائدے کے لیے ہی کہہ رہی ہیں مگر پھر بھی اس نے اپنے دل کی بات ان سے شیئر کر دی تھی۔

"بالکل ہو سکتا ہے۔۔۔المیر سلیمان بھی وہ انسان ہو سکتا ہے"۔نور بانو نے کن اکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا پھر اسکی خفگی بھرے تاثرات دیکھ کر مسکرا دی تھیں۔ "المیر کو دیکھ کر لگتا نہیں ہے کہ وہ میرے لیے بنایا گیا ہے لیکن خیر مجھے فیصلہ کرنے کے لیے کچھ وقت دیں"۔ نظریں جھکائے اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا تو نور بانو نے نرمی سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ "کوئی زور زبردستی نہیں ہے ملاحہ۔۔۔ تم باشعور ہو اپنے لیے درست فیصلے کا حق رکھتی ہو میں اور تمہارے بابا بھی تب تک کوئی فیصلہ نہیں کرینگے جب تک تم رضامند نہ ہو تو۔۔۔۔ ٹھیک ہے؟"۔انہوں نے محبت سے اسے سمجھایا تھا تو اس نے دھیرے سے سر ہلا دیا تھا۔

رات سونے سے پہلے وہ پانی کا گلاس اور دوائیں لیے ڈرائنگ روم میں آئی تھی جہاں محمد عالم اپنی وہیل چیئر پر بیٹھے آنکھوں پر عینک لگائے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔وہ ان تک آئی تھی اور انکے ہاتھ سے کتاب لے کر لیمپ کے پاس رکھ دی تھی۔وہ نظریں اٹھا کر اسے دیکھ کر دھیرے سے مسکرائے تھے۔

"تھوڑی سی رہ گئی تھی بس"۔انہوں نے بے چارگی سے منہ بسورتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ مجھے بہت اچھے سے پتہ ہے کتنی تھوڑی سی رہ گئی ہو گی"۔ملاحہ نے دوائی ان کی جانب بڑھاتے ہوئے آنکھیں میچ کر کہا تھا تو وہ مسکرا دیے تھے۔انہیں دیکھ کر وہ بھی مسکرادی تھی

دوائی دے کر وہ جانے لگی تھی تو انہوں نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما تھا۔اس نے نا سمجھی سے انہیں پلٹ کر دیکھا تھا۔ ""بیٹھو""۔آنکھوں سے عینک اتار کر انہوں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔وہ جانتی تھی وہ کس بارے میں بات کرینگے مگر پھر بھی خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔کچھ دیر وہ خاموش رہے تھے پھر بولے تھے۔

""تمہاری ماں نے المیر کے رشتے کے بارے میں تو بتایا ہو گا؟""

""جی بتایا تھا"".

""ابھی کوئی جواب نہیں مانگ رہا مگر مجھے امید ہے تم اپنے لیے صحیح فیصلہ کرو گی اور جو بھی فیصلہ کرو گی تمہارا باپ تمہارے ساتھ کھڑا رہے گا""۔انہوں نے نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں مقید کیا تھا۔""میں ایک دو دن میں المیر سے ملونگی۔۔۔کچھ بات کرونگی۔۔۔پھر جو بھی فیصلہ کرونگی آپکو بتادونگی ۔۔۔باقی آگے پھر آپکی مرضی میں آپکے فیصلے پر راضی رہونگی""۔سر جھکائے

اس نے گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا تھا تو انہوں نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔ "جیتی رہو۔۔۔مجھے اپنی گڑیا پر پورا بھروسہ ہے"۔انہوں نے کہا تھا تو وہ انہیں دیکھ کر دھیرے سے مسکرادی تھی۔

--

سحری کے بعد وہ فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر کے لیے دوبارہ سوگئی تھی۔الارم کے بجنے پر اس نے تکیے میں سے منہ نکال کر الارم بند کرنے کے لیے موبائل اٹھایا تھا مگر بند کرتے ہوئے ساڑھے نو بجے کا وقت دیکھ ایک دم ہی اس کا دماغ سن ہوا تھا۔وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔آنکھیں رگڑ کر چہرے پر آتی زلفوں کو پیچھے کرتے ہوئے اس نے دوبارہ وقت دیکھا تھا۔ابھی بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی بلکہ ساڑھے نو میں مزید ایک منٹ کا اضافہ ہوا تھا۔اس نے ایک دم ہی اپنا سر پکڑا تھا ۔۔وہ آج لیٹ ہو گئی تھی۔۔اس کے آفس کی ٹائمنگ نو بجے تھی اور اب تک وہ

کبھی دیر سے نہیں پہنچی تھی مگر آج وہ لیٹ ہو گئی تھی۔ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ آج نہ جائے۔۔۔ چھٹی کر لے۔ویسے بھی اتنی دیر ہو گئی تھی مگر پھر کل کا واقعہ یاد آنے پر اس میں ایک دم ہی طاقت آ گئی تھی۔ وہ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔اگر وہ آج نہ جاتی تو سب کو یہی لگتا کہ وہ ڈر کر بیٹھ گئی ہے۔ خاص طور پر باس کے بیٹے کو۔انا کا سوال تھا جانا تو ضروری تھا۔ بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے میں مقید کرتے ہوئے اس نے جلدی جلدی واش روم کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ سلکی بال دوبارہ کھل گ ئے تھے۔ وہ کوفت سے واپس پلٹی اور بیڈ پر جلدی جلدی کیچر تلاش کرنے لگی تھی جو ملنے کا نام نہیں دے رہا تھا۔زچ ہو کر اس نے مٹھیاں بھینچی تھیں پھر ٹھنڈی سانسیں لے کر خود کو پُر سکون کیا تھا اور دوبارہ سے تلاش شروع کی تھی۔اب کی بار حواسوں نے ساتھ دیا تھا تو کیچر بھی مل گیا تھا۔اس نے جھپٹنے کے سے انداز میں کیچر اٹھا کر بالوں میں لگایا تھا پھر جلدی سے واش روم میں گھس گئی تھی۔

-

وہ سوا آٹھ تک آفس پہنچے تھے۔اپنے فلور پر آ کر وہ ٹھٹکے تھے۔ شیشے کے دروازے کے پار وہ عشارب ہی تھا جو ہاتھ میں فائل پکڑے دو ورکرز کو کچھ سمجھا رہا تھا۔ انہوں نے گھڑی میں وقت دیکھا تھا اور کچھ حیران ہوتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے۔ حریرہ ملک کو دیکھ کر سب نے سلام کیا تھا۔ عشارب نے بھی انہیں سلام کیا تھا پھر دوبارہ فائل دیکھنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ ''عشارب آپ فری ہو کر میرے آفس میں آیئے گا''۔ وہ اسے آفس میں آنے کا کہہ کر اندر بڑھ گ ئے تھے۔ وہ جتنا حیران ہوتے۔۔۔۔ کم تھا۔ عشارب مشکل سے ہفتے میں ایک دن آفس کا چکر لگایا کرتا تھا اور وہ بھی کچھ گھنٹوں کے لیے مگر آج تو وہ ان سے بھی پہلے آ گیا تھا۔ گھر پر اس کی غیر موجودگی سے انہیں لگا تھا کہ شاید وہ اپنے دوستوں کی طرف رکا ہوا ہے مگر یہاں آ کر انہیں الگ ہی دھچکا لگا تھا۔

کچھ دیر بعد ہر میس 24، اس کے مخصوص کلون کی خوشبو کا جھونکا اندر داخل ہوا تھا۔ دروازہ دھکیل کر وہ اندر آ چکا تھا۔ سرمئی رنگ کی شرٹ کے اوپر بلیک رنگ کا کوٹ اور بلیک ہی رنگ کی پینٹ پہنے ویوی فرنج (wavy fringe) ہیئر اسٹائل میں وہ نہایت فریش لگ رہا تھا۔ بیئرڈ بھی کل کے مقابلے آج سلیقے سے سیٹ ہو چکی تھی۔ دایاں ہاتھ پینٹ کی جیب میں تھا جس کی کلائی میں رولیکس کی سلور رنگ کی واچ چمک رہی تھی۔ وہ چلتے چلتے میز کے پاس ان کی چیئر کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا تھا پھر سوالیہ انداز میں ابرو اچکا کر انہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے سر جھٹک کر اس پر سے نظر ہٹا کر میز پر رکھی فائل کھولی تھی۔۔۔ پھر گلا کھنکارا تھا۔

"آفس کیسے آنا ہوا آج؟"۔ بظاہر مصروف نظر آتے ہوئے انہوں سرسری سے لہجے میں سوال کیا تھا۔

"آپکو میں اپنے آفس میں اچھا نہیں لگ رہا کیا؟"۔اس نے منہ بناتے ہوئے چیئر پر بیٹھتے ہوئے سوال کے جواب میں سوال کیا تھا۔

"ہر بات کا غلط مطلب نہیں نکالا کرو عشارب"۔انہوں نے فائل بند کر کے اسے گھر کا تھا تو وہ چپ ہو گیا تھا۔سوائے عشارب کی ہلتی ہوئی کرسی کی آواز کے کچھ دیر تک آفس میں مکمل خاموشی رہی تھی۔وہ کچھ متجسس تھا۔۔۔کچھ مضطرب۔۔۔پھر اس نے ان سے سوال کیا تھا۔

"آپکے آفس کی ٹائمنگ کتنے بجے کی ہے؟"۔

"9 یا زیادہ سے زیادہ ساڑھے نو"۔انہوں نے عینک لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"اور کوئی لیٹ آئے تو؟"۔

"تو فائن لگتا ہے"۔

"اور اگر کوئی آئے ہی نہیں تو؟"

"تین چھٹیوں کی اجازت ہے"

"ہمم"۔ میز پر رکھا پین اٹھا کر اس نے محض اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا تھا۔

"ویسے آپکی وہ نئی، چہیتی اور محنتی ورکر نہیں آئی اب تک"۔ پین انگلیوں میں گھماتے ہوئے اس نے شیشے کے آفس سے باہر دیکھتے ہوئے سرسری سا پوچھا تھا۔

"تم اسکی فکر مت کرو۔۔۔ میں ہینڈل کر لونگا"۔ حریرہ ملک کو اب کچھ کچھ اندازہ ہو چکا تھا۔ پہلے اس کا جلدی آفس آنا پھر ان سے اتنے سوال کرنا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں۔۔۔ میں بھی اس کمپنی میں کوئی حیثیت رکھتا ہوں تو یہاں کے ہر ورکر کے کام کی اپڈیٹ رکھنا میری ذمہ داری ہے"۔ پین ہنوز انگلیوں کے بیچ گھوم رہا تھا۔

"کل جو کچھ ہوا میں ملاحہ کو سمجھا چکا ہوں۔۔۔ وہ تم سے دور رہے گی اور تم اس سے۔۔۔ میں آفس میں کسی قسم کی کوئی بدمزگی نہیں چاہتا"۔ اُنہوں نے عینک اتار دی تھی پھر دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر میز پر رکھا تھا۔

عشارب کی اُنگلیوں کے بیچ گھومتا پین رک گیا تھا۔اس نے سرد نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

"اسے بالکل اس ہی طرح سمجھایا ہو گا جس طرح مجھے سمجھایا تھا؟..... نہیں بلکہ وہ تو آپکی چہیتی ہے ناں۔۔۔اسے تو محبت سے سمجھایا ہو گا نہ کہ میری طرح۔۔۔بلکہ یہاں کا ہر ورکر ہی آپکو دل عزیز ہے۔۔۔۔سوائے اپنے نافرمان بیٹے کے".اس نے پین واپس میز پر رکھ دیا تھااور چیئر چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"تمہیں کیوں لگتا ہے کہ میں تمہارا دشمن ہوں؟۔۔باپ سے بدگمان ہونا چھوڑ دو عشارب۔۔۔یہ بات سمجھ لو کہ ماں باپ سے زیادہ دنیا میں کوئی انسان اپنی اولاد کے لیے مخلص نہیں ہو سکتا".انہوں نے تحمل سے اسے سمجھانا چاہا تھا ۔اسے اس طرح بات کرتے دیکھ کر وہ ہمیشہ ہی تکلیف کا شکار ہو جایا کرتے تھے۔

"کاش کبھی تو مجھے اس بات کا احساس ہو کہ آپ میرے ساتھ مخلص ہیں".

کوٹ کے بیچ کا بٹن بند کرتے ہوئے وہ طنزیہ سا ہنسا تھا پھر ان کے آفس سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔ حریرہ ملک نے افسوس سے اس کی چوڑی پشت کو دیکھا تھا پھر بس ایک بے بس سی ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گ ئے تھے۔

-

وہ دس بجے کے بعد جلدی جلدی آفس پہنچی تھی۔ تقریباً سب ہی آ چکے تھے۔ وہ خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی اور کندھے پر لٹکا ہینڈ بیگ اتارا تھا۔ اس نے ایک نظر آفس میں دیکھا تھا۔ اس کے باس اپنے کام میں مصروف تھے۔ اس نے پُر سکون سانس لیتے ہوئے لیپ ٹاپ کھولا تھا جب منال، اس کی کولیگ اس کی میز کے قریب آئی تھی۔ ملاحہ نے خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے اسے سلام کیا تھا مگر منال صاحبہ کے مزاج کچھ بگڑے ہوئے تھے۔ سلام کا جواب دیے بغیر

وہ اس کی دائیں جانب اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔ ملاحہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا ۔ وہ اس سے اسکے بگڑے موڈ کی وجہ پوچھنے ہی والی تھی جب اسکی ایک اور کولیگ آمنہ اس کی میز کے پاس رکی تھی۔ آمنہ کی شکل کے تاثرات بھی منال سے کچھ مختلف نہ تھے۔ ”سر عشارب تمہیں آفس میں بلا رہے ہیں“۔ آمنہ نے اسے اطلاع دی تھی اور پھر وہ بھی منال کی طرح خاموشی سے ملاحہ کی بائیں جانب اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔ ملاحہ کو دھچکا لگا تھا۔

”وہ آج آیا ہے؟“۔ یکدم ہی اسکے منہ سے نکلا تھا۔

”وہ سر ہیں ملاحہ!!!“۔ منال کے کہنے پر اس نے گردن گھما کر دائیں جانب دیکھا تھا۔

”تمہارے دوست نہیں!!!“۔ آمنہ کی آواز پر اب اس نے منال سے نظریں ہٹا کر گردن گھما کر بائیں جانب دیکھا تھا۔

ان دونوں کو تو مانو آج زیادہ روزہ لگ رہا تھا۔ کل امی کی باتوں کے زیرِ اثر اس نے دونوں کو ہی نظر انداز کیا تھا اور دوپٹہ درست کر کے کھڑی ہو گئ تھی۔ آج اس نے اورنج رنگ کا پرنٹڈ سوٹ پہنا ہوا تھا۔ چہرہ میک اپ سے عاری تھا۔ سوٹ کے ساتھ کا جارجٹ کا دوپٹہ سر پر ٹکا ہوا تھا۔ وہ کھڑی ہوئی تھی تو اسے احساس ہوا تھا کہ آفس میں ایک دم ہی خاموشی چھا گئ تھی اور تقریباً سب ہی کی نظریں اس پر مرکوز ہو گئ تھیں۔ اس نے بغیر گھبرائے اس کے آفس کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ وہ جہاں بیٹھتی تھی وہاں سے حریرہ ملک کا آفس صاف دکھائی دیتا تھا۔ عشارب کا آفس ان کے آفس کے بلکل سامنے تھا جبکہ ملاحہ جہاں بیٹھا کرتی تھی اسکے دائیں جانب تھا۔ اسکی میز کچھ پیچھے تھی تو اسی لیے وہ جان نہیں پائی تھی کہ وہ آج آیا ہے۔ جس قدر غصے میں وہ کل تھا آج اسے آنا تو نہیں چاہیئے تھا مگر توقع کے برعکس وہ آچکا تھا اور ملاحہ کی اس کے آفس میں پہلی پیشی بھی لگ چکی تھی۔

دروازے کے باہر رک کر اس نے خود کو ہر قسم کی سچویشن کے لیے تیار کیا تھا اور ایک گہری سانس لے کر دروازہ ہلکا سا کھول کر دستک دی تھی۔

“may I come in?”

اندر جھانک کر اس نے دھیمی آواز میں اجازت مانگی تھی۔ وہ جو میز کے کنارے پر بیٹھا اس ہی کے آنے کا انتظار کر رہا تھا اسے دیکھ کر وہ میز پر سے کھڑا ہوا تھا۔

“You should ask : May I come in Sir?”

کچھ قدم آگے بڑھ کر اس نے نظریں اس چھوٹی سی لڑکی پر مرکوز رکھتے ہوئے کہا تھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ملاحہ نے ضبط کیا تھا پھر پوچھا تھا۔

“may I come in Sir?”

دھیمی آواز میں اس نے جس دل سے یہ سوال کیا تھا فقط وہ ہی جانتی تھی۔

عشارب ملک فاتحانہ مسکرایا تھا۔

"میں نے صحیح سے سنا نہیں۔۔۔۔بہت ہلکی آواز میں پوچھا ہے۔۔۔۔دوبارہ پوچھو!"۔حاکمانہ انداز میں کہتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں پھنسائے تھے۔ملاحہ نے آنکھوں میں غصہ لیے اسے دیکھا تھا۔ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا کہ واپس پلٹ جائے یا پھر کل کی طرح اسے رکھ رکھ کر سنائے مگر پھر اسے امی اور سر حریرہ کی باتیں یاد آئی تھیں۔اس نے تحمل سے دوبارہ سوال کیا تھا۔عشارب نے جواب دینے کے بجائے ہاتھ کے اشارے سے اسے اندر آنے کو کہا تو وہ دروازک چھوڑ کر اندر آگئی تھی۔یہ آدمی آج اس کا صبر آزمانے جا رہا تھا۔اسکے تاثرات دیکھ کر وہ اچھی طرح جان چکی تھی۔وہ دروازے سے کچھ فاصلے پر کھڑی ہو گئی تھی جبکہ وہ اپنی چیئر پر بیٹھ چکا تھا اور اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

”کیا کل کی باتوں کا صدمہ اتنا زیادہ تھا کہ آج تم پورے ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ آئی ہو؟“۔ چیئر کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے پہلا وار کیا تھا۔ وہ خاموش رہی تھی۔ وہ اسکے کسی فضول سے سوال کا جواب دینے کی پابند نہیں تھی۔

”میں اپنے آفس میں بالکل برداشت نہیں کرونگا کہ جس کا جس وقت دل چاہے اپنے گھر سے منہ اٹھا کر یہاں آ جائے۔۔۔ فیملی شو نہیں چل رہا ہے۔۔۔ کچھ رولز اور ریگولیشنز ہیں۔۔۔ اور یہاں کا کوئی بھی ورکر وہ سب فالو نہیں کریگا تو میں اسے اس آفس سے باہر نکلوانے میں زرہ دیر نہیں لگاؤنگا“. 'میرے آفس' پر زور دے کر کہتے ہوئے اس نے ہاتھ باندھ کر کہنیاں میز پر ٹکائی تھیں۔ ملاحہ نے سرد نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ظاہر ہے کل جو کچھ ہوا اس کا بدلہ وہ اس سے زیادہ اور کس بہتر طریقے سے نکال سکتا تھا۔ وہ بس سوچ کر رہ گئی تھی۔

“understood? Miss xyz?”

وہ کچھ نہیں بولی تھی تو اس نے لٹھ مار انداز میں ابرو اٹھائے اس سے سوال کیا تھا۔ اس کے اس طرح کہنے پر اسے شدید ہتک کا احساس ہوا تھا مگر اس نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔ تب ہی دروازے سے ایک ورکر ہاتھوں میں کوئی بیس پچیس فائلز لیے اندر داخل ہوا تھا۔ عشارب نے اسے ہاتھ کے اشارے سے وہ فائلز میز پر رکھنے کو کہا تھا پھر وہ سب رکھ کر واپس چلا گیا تھا۔ تو وہ اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"یہ پچھلے مہینے کی چند فائلز ہیں۔۔۔ میں چاہتا ہوں آپ ان کی کیلکولیشنس کو ری چیک کریں اور کوئی غلطی ہو تو اپ ڈیٹ کریں". اس کے چند فائلز کہنے پر ملاحہ کا دل کیا تھا اس کی آنکھوں پر ابو کی عینک لگا دے تاکہ وہ دھیان سے اس پہاڑ نما فائلوں کے ڈھیر کو دیکھ سکے۔

"پچھلے مہینے کی ساری فائلز میں اس مہینے کے شروع میں ہی فائنلائز کر چکی ہوں "۔ اس نے اسے اطلاع دی تھی۔

"مہینے کے شروع میں۔۔۔میں یہاں نہیں تھا۔۔اب میں یہاں ہوں"۔

اسکی اطلاع کے بدلے میں لٹھ مار انداز میں کہا گیا تھا۔

"کاش تم یہاں ہوتے ہی نہیں۔۔۔۔ جس الہ دین کے چراغ میں قید تھے ہمیشہ وہیں بند رہتے"۔ ملاحہ نے دل میں سوچا تھا مگر کہا نہیں تھا۔ صاف دکھ رہا تھا کہ وہ وہاں بیٹھا ہی اس لیے ہے تاکہ اسے ہر ممکن طریقے سے زچ کر سکے۔

"اگر آپ یہ کام نہیں کرنا چاہتیں۔۔۔کوئی پرابلم ہے تو پیچھے ہی آپکے باس کا آفس ہے۔۔۔آپ ان سے جا کر میری شکایت کر سکتی ہیں"۔ کندھے اچکا کر اس نے گردن دائیں جانب جھکا کر اسکے سامنے بنے آفس میں سے نظر آتے حریرہ ملک کو دیکھا تھا جو ادھر ہی دیکھ رہے تھے۔ ملاحہ نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا تھا تو حریرہ ملک ادھر ہی متوجہ تھے۔ اس نے واپس عشارب کی جانب کی دیکھا تھا تو اس نے مسکراتے ہوئے حریرہ ملک کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا تھا۔ پھر وہ دوبارہ اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"کوئی پرابلم؟"۔ ایک ابرو اٹھا کر اس نے سوال کیا تھا۔ ملاحہ نے قہر بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ کچھ نہ بھی کہتی تو اسکے چہرے کے تاثرات سے عشارب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا ہے۔ ملاحہ نے سر جھکا کر نفی میں سر ہلایا تھا۔ جب جاب کرنے کا فیصلہ کیا ہی تھا تو یہ سب تو برداشت کرنا تھا۔ وہ سر حریرہ کو غلطی کا کوئی موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

"آپ یہ فائلز میری ڈیسک پر بھجوا دیں۔۔۔ میں ری چیک کر لونگی"۔ اس نے حامی بھر کر دل کو یہ زہریلا گھونٹ پینے کے لیے راضی کیا تھا۔

"میں آپکا نوکر نہیں ہوں جو یہ کام کروں۔۔۔ نوکری آپ کر رہی ہیں تو یہ کام بھی آپ خود ہی کریں"۔ اس نے چیئر پر آگے پیچھے ہوتے نوکری کا طعنہ مارا تھا۔ ملاحہ نے افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ضبط جواب دے گیا تھا۔

"مجھے اگر ذرا بھی اندازہ ہوتا ناں کہ ایک مہذب اور باادب انسان کا بیٹا آپکے جیسا بد اخلاق ہو گا جسے لڑکیوں سے بات تک کرنے کی تمیز نہ ہو تو میں کبھی اس

جاب کے لیے اپلائے ہی نہ کرتی"۔ دانت میچے اس نے آنکھوں میں غصہ لیے اس سے کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں اب تو اندازہ ہو گیا ہے ناں۔۔۔۔ ریزگنیشن لیٹر تیار رکھو نگا تم جب چاہو آکر اپنا سائن کر دینا".

وہ اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا اور میز کے کنارے سے ٹیک لگا کر ہاتھ باندھ لیے تھے۔ وہ یہ سب اس ہی لیے کر رہا تھا تا کہ وہ جاب چھوڑ دے مگر ملاحہ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ ڈر کر پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر خاموشی سے ایک ساتھ ساری فائلز اٹھائی تھیں۔ غصہ ضبط کرنے کی وجہ سے اسکا چہرہ گلابی مائل ہو گیا تھا۔ عشارب بغور اسکے چہرے کے بگڑتے زاویوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اسے زچ کرنے میں کامیاب رہا تھا اور یہ ہی تو وہ چاہتا تھا کہ وہ اتنی زچ ہو جائے کہ کوئی ری ایکشن دے اور حریرہ ملک خود ہی اسے جاب سے نکال دیں۔

فائلز ہاتھ میں اٹھائے وہ دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ جزبات میں آکر ساری فائلز ایک ساتھ تو اٹھالی تھیں مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ دروازہ کس طرح کھولے۔ اس نے دل ہی دل میں خود کو پچیس توپوں کی سلامی دی تھی۔ اب ایک ہی حل تھا کہ وہ آدھی فائلز رکھ کر دروازہ کھولتی پھر باقی فائلز لینے دوبارہ اسکے آفس میں آتی۔ وہ کوفت سے فائلز واپس رکھنے کے لیے پلٹی تھی جب اسکی دائیں جانب سے گھوم کر عشارب نے آگے بڑھ کر دروازہ اپنی طرف کھینچا تھا۔ کانچ جیسی ہلکی براؤن آنکھیں ایک لمحے کو گہری کتھئی آنکھوں سے ملی تھیں۔ جیسے اسے یقین ہی نہ ہو کہ وہ یوں دروازہ کھول سکتا ہے۔ ایک ہاتھ پیچھے باندھے دوسرے ہاتھ سے اس کے لیے دروازہ کھولے وہ مؤدب سا چہرے پر دل جلادینے مسکراہٹ سجائے کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ملاحہ نے اسکی مذاق اڑاتی مسکراہٹ کو دیکھا تھا پھر سر جھٹک کر آنکھیں چڑھائے باہر نکل آئی تھی۔

لیپ ٹاپ پر کام کرتے ہوئے وہ گاہے بگاہے سی سی ٹی وی سے نظر آتی ملاحہ کو بھی دیکھ رہا تھا۔ جو کبھی ایک فائل کے بعد دوسری فائل کھولتی، کبھی سر پر سے پھسلتا دوپٹہ بار بار درست کرتی، کبھی چہرے پر آتی لٹوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی اور کبھی بس سر پکڑ کر بیٹھ جاتی۔ اسے اس طرح پریشان دیکھ کر عشارب کے دل کو الگ ہی تسکین مل رہی تھی۔ وہ اسے تھپڑ کے بدلے میں تھپڑ نہیں مار سکتا تھا مگر اس طرح اسے فضول کاموں میں الجھا کر اپنے منہ پر پڑے اس ایک تھپڑ کا بدلہ ضرور لے سکتا تھا۔ اس نے کل ہی تہہ کر لیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اسے یہاں سے نکلوا کر ہی دم لے گا اور اس ہی مقصد کے حصول کے لیے آج سے عمل کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔

سر جھکے جھکے اسکی گردن میں درد ہو گیا تھا۔ ہاتھوں میں پین پکڑے انگلیاں اکڑ گئی تھیں۔ یہ تمام کام وہ پہلے کر چکی تھی اور اب دوبارہ کر رہی تھی۔ ایک دو

غلطیوں کے علاوہ کہیں کوئی غلطی نہیں تھی پھر بھی اپنے باقی کام مکمل کرتے وہ مجبوراً اس کام میں بھی جت گئی تھی۔

آخری فائل بند کر کے اس نے باقی فائلز کے اوپر رکھی تھی اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ آج بہت تھک گئی تھی۔ آج سے پہلے اس نے اتنا کام نہیں کیا تھا جتنا آج فضول میں اس سے کروالیا گیا تھا۔ آنکھیں کھول کر اس نے سیلنگ پر دیکھا تھا پھر تھکن زدہ سانس ہوا کے حوالے کر کے وہ اپنی چیئر چھوڑ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ فائلوں کو بمشکل دونوں ہاتھوں میں اٹھایا تھا اور اسکے آفس کی جانب بڑھ گئی تھی۔ بازو کے زور سے دروازہ دھکیل کر وہ اندر داخل ہوئی تھی تو عشارب سنبھل کر بیٹھ گیا تھا۔ ملاحہ نے خاموشی سے ساری فائلز اسکی میز پر رکھ دی تھیں۔ ایک نظر اسے دیکھا تھا جو پُر سکون سا کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ جانے ہی لگی تھی جب گلا کھنکار کر

اس نے وہیں میز پر رکھی ہوئی کچھ اور فائلز اسکے آگے کی تھیں۔وہ رک گئی تھی پھر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ پچھلے مہینے کی تو نہیں مگر کچھ ضروری فائلز ہیں۔۔۔۔مجھے اپڈیٹ چاہیے ان سب کی بھی"۔اس نے کھڑے ہو کر اپنا بلیک کوٹ اتار کر کرسی پر پھیلایا تھا۔

اس کی بات سن کر ملاحہ کے واقعی تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔وہ صبح سے بیٹھ کر اپنے باقی کاموں کے ساتھ اسکے کہنے پر یہ کام مکمل کر کے لائی تھی اور اب جان بوجھ کر وہ مزید نیا کام نکال کر بیٹھ گیا تھا۔

"نہیں میں اب مزید کوئی کام نہیں کرونگی۔۔۔آپ وقت دیکھیں مجھے گھر بھی جانا ہے۔۔۔میری جاب ٹائمنگ ختم ہو چکی ہے پانچ بجنے والے ہیں۔۔۔میں مزید نہیں رک سکتی"۔وہ برہم ہوئی تھی۔سر ویسے ہی گھوم رہا تھا۔آنکھیں بھی سرخ سی ہو رہی تھیں۔

"اوکے۔۔۔نوپرابلم"۔عشارب نے کندھے اچکائے تھے اور میز کی دراز سے کوئی کاغذ نکال کر میز پر رکھا تھا اور دوانگلیوں کی مدد سے اسکے آگے کھسکایا تھا۔

ملاحہ نے ناسمجھی سے وہ کاغذ اٹھایا تھا اور ریزگنیشن لیٹر کے موٹے موٹے حروف دیکھ کر اس کا دماغ گھوم ہی اٹھا تھا۔

"تم۔۔۔!!!"۔دانت میچ کر اس نے غصے سے اسے دیکھ کر کہا تھا جس کے چہرے پر مسکراہٹ واضح تھی۔

"آں آں۔۔۔"۔انگلی سے اسے نفی میں اشارہ کرکے اس نے اسکے پیچھے بنے آفس کی طرف اشارہ کیا تھا اور اسکے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

"یاد ہے ناں آپکے باس کا آفس پیچھے ہی ہے؟"۔میز کے کنارے سے ٹیک لگا کر اس نے ہاتھ باندھے تھے اور اسکے سرخ سے چہرے کو دیکھا تھا۔ملاحہ کے دانت مینچنے کی آواز اسے بخوبی سنائی دی تھی۔یکایک ہی اسکے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔

"کسی کو روزے میں اتنا پریشان مت کریں کہ بعد میں آپکو اپنے کیے پر پچھتاوا ہو"۔ ملاحہ نے غصے اور افسوس کی ملی جلی کیفیت میں اسے دیکھا تھا۔

"میں فیصلے کر کے پچھتاتا نہیں ہوں۔۔۔۔اور کم از کم اس کام میں تو نہیں۔۔۔ارے دیکھو پانچ بھی بج گ ئے۔۔۔آپکو گھر نہیں جانا کیا؟"۔ رسٹ واچ دیکھتے ہوئے اس نے وہ پانچ چھ فائلز اٹھا کر اسکی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔ ملاحہ نے آنکھوں میں غصہ لیے اسے گھور کر دیکھنے کے بعد فائلز جھپٹنے کے سے انداز میں اس سے لی تھیں اور تیز تیز قدموں سے وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی

ایک شانے پر ڈلا ہوا کوٹ ہاتھ سے پکڑے دوسرے سے دروازہ کھول کر وہ گھر جانے کے لیے اپنے آفس سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ ابھی بھی اپنے کام میں مصروف تھی جب اسے دیکھ کر ملاحہ کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

“See you tomorrow Miss Malaaha“.

مسکرا کر اسے ہاتھ ہلا کر دوسرے ہاتھ کی انگلی میں چابی گھماتا وہ سیٹی کی دھن بجاتا ہوا نیچے فلور کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ جل کر رہ گئی تھی۔ ہاتھ میں پکڑا پین میز پر پھینکا تھا۔

”مجھے کاموں میں جھونک کر خود گھر چل دیا ہے کھڑوس آدمی“. غصے سے سوچتے ہوئے وہ بس بھنبنا کر رہ گئی تھی۔ آج جلدی گھر پہنچ کر امی کے ساتھ افطاری بنوانا تو بہت مشکل تھا۔ گھر جا کر ابھی اسے ان کی ناراضگی بھی برداشت کرنی تھی۔ سوچتے ہوئے وہ جلدی جلدی کام مکمل کرنے لگی تھی۔

وہ باہر آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی ہی تھی جب گاڑی ایک جھٹکے سے رک گئی تھی۔ دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا تھا تو آگے والا ٹائر پنکچر تھا۔ اس نے بے زاری سے پہیے پر ٹھوکر ماری تھی۔

"کسی کو روزے میں اتنا پریشان مت کریں کہ بعد میں آپکو اپنے کیے پر پچھتاوا ہو"۔ کچھ دیر پہلے کہے گ ئے ملاحہ کے الفاظ اسکے کانوں میں گونجے تھے۔

"اندر کام کرنے کے بجائے وہ شاید میرے ساتھ کچھ برا ہونے کے لیے عمل کر رہی ہو گی۔۔۔۔ وچ"۔ جل کر سوچتے ہوئے اس نے جلدی سے مکینک کو کال لگائی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ملاحہ باہر آ کر یہ سارا منظر دیکھے اور اسکا مزاق بن جائے۔ مگر اسکے چاہنے یا نہ چاہنے سے کچھ نہیں ہونے والا تھا۔

پندرہ منٹ بعد وہ پرس میں ہاتھ ڈالے چابی ڈھونڈتے ہوئے باہر نکلی تھی اور اسے ابھی تک وہیں کھڑا دیکھ کر اسے حیرت ہوئی تھی۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی تھی۔ پھر اسکے پیچھے کھڑی بلیک آڈی (audi) کے آگے والے پہیے پر جھکے مکینک کو دیکھ کر اسے سب سمجھ آ گیا تھا۔ عشارب نے اسے دیکھ کر نظریں چرا لی تھیں۔ پورے دن میں ملاحہ کے چہرے پر اب مسکراہٹ آئی تھی۔ بیگ سے اپنی گاڑی کی چابی نکال کر اس نے الٹے ہاتھ کی دوسری انگلی میں ڈالی تھی اور انگلی

کو گول گول حرکت دینا شروع کی تھا۔چابی اسکی انگلی کے گرد گھومنے لگی تھی اور اسکے ہونٹوں سے سیٹی کی سریلی دھن نکلنے لگی تھی۔وہ اس ہی طرح چابی گھماتے دھن بجاتے اپنی مہران کی جانب بڑھ گئی تھی۔عشارب نے گھور کر اسے اپنے پاس سے گزرتے دیکھا تھا۔اسے تو کچھ نہیں کہہ پایا تھا مگر نیچے جھکے مکینک پر ضرور برسنا شروع ہو گیا تھا۔

چھوٹی سی مہران چلا کر وہ اس تک لے کر آئی تھی اور اسکے سامنے روکی تھی۔

"میری گاڑی چھوٹی ہے مگر چلتی ہے اور پنکچر بھی نہیں ہوتی"۔ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پر رکھے دوسرا ہاتھ اس نے گاڑی کی کھڑکی پر رکھ کر دل جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا اور اسکے بیزار سے چہرے کو دیکھ کر گاڑی زن سے آگے بڑھا دی تھی۔عشارب محض اسکی گاڑی کو گھور کر اندر ہی اندر جل کر رہ گیا تھا۔اسکے علاوہ وہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔

یہ سب کچھ بس اس ہی دن تک محدود نہیں رہا تھا۔۔۔اگلے دن وہ پھر اسکے لیے کوئی دوسرا کام نکال کر بیٹھ گیا تھا۔۔وہ اسے عاجز کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دے رہا تھا۔۔۔

تیسرے دن بھی وہ اس کے آفس سے کچھ فائلز اٹھانے جا رہی تھی جب وہ بھی دروازہ کھول کر اپنے آفس سے باہر نکلا تھا۔ملاحہ اس سے دوبارہ ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔پہلی ملاقات کا منظر دوبارہ ذہن میں تازہ ہوا تھا۔ نظریں اوپر اٹھا کر اسے دیکھا تھا تو وہ بھی نظریں جھکائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کل آپ چل رہی ہیں ناں پھر میرے ساتھ ؟"۔اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھتے ہوئے عشارب نے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔ملاحہ نے لاعلمی سے اسے دیکھا تھا ۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی وہ اسے کہاں لے جانے کی بات کر رہا ہے۔۔۔

"کہاں؟"۔ نا سمجھنے والے انداز میں اس نے سوال کیا تھا تو عشارب استہزائیہ سا مسکرایا تھا۔

"کسی اچھی آئی اسپیشلسٹ کو دکھادینگے۔۔۔ ورنہ اسی طرح چلتا رہا تھا تو جلد ہی آپ کو ایک عدد کین (چھڑی جو نابینا افراد چلنے کے لیے استعمال کرتے ہیں) خریدنی پڑے گی"۔ اس نے اتنے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا کہ ملاحہ کو کچھ لمحے کے لیے واقعی کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔ پھر اسکی بات سمجھ آنے پر اس نے اسکی جانب دیکھا تھا تو وہ آنکھوں میں شرارت لیے نچلا لب دبائے اس ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کا پارہ ایک دم ہی اوپر چڑھا تھا۔ "افففففف!!!!"۔ مشتعل ہو کر وہ غصے سے اسکے جوتے پر اپنی چپل رکھ کر چڑھی تھی اور آگے بڑھ گئی تھی۔ پیچھے وہ اپنا پاؤں پکڑ کر کراہ کر رہ گیا تھا۔

"اندھے لوگ بھی کم از کم تم سے تو بہتر طریقے سے چلتے ہونگے۔۔۔۔
وچ!!!"۔ اونچی آواز میں اسے کوستا اور بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

چھٹے دن وہ آفس آئی تھی اور اپنی میز پر رکھا فائلوں کا پلندہ دیکھ کر اسکا دماغ گھوم گیا تھا۔ایک ہفتے سے یہ آدمی اسکے صبر کا امتحان لے رہا تھا۔وہ پتہ نہیں دنیا کے کس کونے سے اتنا کام نکال لیتا تھا جو ضروری بھی ہوتا تھا اور وہ منع بھی نہیں کر پاتی تھی۔اس نے حریرہ ملک سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی طرف سے انہیں کسی شکایت کا موقع نہیں دے گی مگر اب یہ سب اسکی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔وہ تن فن کرتی پیر پٹختی ہوئی آندھی طوفان کی طرح اسکے آفس میں داخل ہوئی تھی اور دروازے پر دستک دیے بغیر اندر گھس آئی تھی۔وہ اپنی چیئر پر بیٹھا منال میڈم کے ساتھ ہنس ہنس کر باتوں میں مصروف تھا۔اسکے غصے میں مزید اضافہ ہوا تھا۔اسے دیکھ کر وہ دونوں ہی چپ ہو گئے تھے۔عشارب نے منال کو باہر جانے کا کہا تھا۔وہ سنجیدگی سے ہاتھ باندھے کھڑی اسکے باہر جانے کا انتظار کرنے لگی تھی۔منال اسے گھوریوں سے نوازتی باہر نکل آئی تھی تو عشارب اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"آپکو اتنی بھی تمیز نہیں ہے کہ اندر آنے سے پہلے دروازے پر دستک دے کر آتے ہیں؟"۔ وہ برہمی سے کہتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کر اسکے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ وہ پیچھے نہیں ہٹی تھی نہ ہی اپنی نظریں جھکائی تھیں۔

"اور آپکو اتنی بھی تمیز نہیں کہ روزے میں نا محرم لڑکیوں کے ساتھ ہنسنے کی جگہ عبادت کرتے ہیں". وہ بے خوفی سے دوبدو بولی تھی۔

"تم اس سے جل رہی ہو؟". عشارب نے مسکراتے ہوئے دلچسپی سے ہاتھ باندھ کر میز سے ٹیک لگائی تھی اور اسے دیکھا تھا جو آج پستئی رنگ کا لباس پہنی ہوئی تھی۔ کانوں میں نازک سی سلور رنگ کی بالیاں تھیں جو تھوڑی سر پر لیے ہوئے دوپٹے میں سے جھانک رہی تھیں۔ ملاحہ تمسخر سا مسکرائی تھی۔

"میں جلونگی؟؟؟ وہ بھی اُس سے؟؟؟؟"۔ ہاتھ کی مٹھی بنا کر اس نے انگوٹھا باہر نکال کر پیچھے کی جانب اشارہ کیا تھا مگر پیچھے نہیں دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ پیچھے

کچھ لوگ اسے دیکھ رہے ہیں۔ خود پر جمی نظروں کی تپش وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھی۔

"ہاں بالکل۔۔۔۔ وہ خوبصورت ہے"۔ عشارب نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ بھلے خوبصورت ہو گی مگر آپ نہیں۔۔۔ تو بہتر ہو گا کہ آپ اپنے دماغ سے یہ خناس باہر نکال دیں"۔

"آپ تو ویسے بھی اندھی ہیں اس لیے خوبصورت چہرے کیسے ہوتے ہیں آپکو ذرہ بھی اندازہ نہیں۔۔۔۔ مگر یہاں باقی سب اندھے نہیں۔۔۔ انہیں ہیرے کی پہچان ہے!"

"آپکو کیوں لگتا ہے کہ دنیا آپکے پیچھے بھاگتی ہے مسٹر عشارب؟"۔ ملاحہ نے اسے مزاق اڑاتی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"مجھے کیوں نہ لگے کہ دنیا میرے پیچھے بھاگ رہی ہے مس ملاحہ؟"۔ شیشے سے باہر کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا تھا۔ ملاحہ نے گردن گھما کر دیکھا تھا تو باہر موجود لڑکیوں کی نظریں ادھر ہی مرکوز تھیں۔ اسکے دیکھنے پر سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف نظر آنے کی ادارکاری کرنے لگی تھیں۔ ملاحہ نے گردن واپس موڑ کر اسکی جانب دیکھا تھا۔ عشارب نے سوالیہ انداز میں ابرو اچکائی تھی۔

"خوشقسمتی سے میرا ذوق ان سب کے جتنا برا نہیں"۔ نفی میں گردن ہلاتے ہوئے ملاحہ نے استہزائیہ سا مسکرا کر کہا تھا۔ عشارب میز کا کنارہ چھوڑ کر اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا ہو گیا تھا۔

"مگر ان سب کے گھر والوں نے انہیں اتنی تمیز سکھا کر بھیجا ہے کہ کس سے کس طرح بات کرنی ہے"۔ اسے یکدم ہی غصہ آیا تھا شاید ویسے ہی یا شاید اس لیے کہ وہ پہلی لڑکی تھی جس نے اسکی وجاہت کی تذلیل کی تھی۔

''میرے گھر والوں کے بارے میں ایک لفظ بھی مت کہیے گا''۔ ملاحہ نے انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی تھی۔

''ورنہ؟''۔ عشارب نے اسکی اٹھی ہوئی انگلی کو دیکھ کر سوال کیا تھا اور ایک قدم آگے آیا تھا۔

''میرا ریزگنیشن لیٹر؟''۔ بھاڑ میں جائے ایسی جاب جہاں روزانہ اتنی بے عزتی برداشت کرنی پڑے۔ ملاحہ نے دل میں سوچا تھا اور ہتھیلی آگے کی تھی۔ مٹھیاں بھینچنے کی وجہ سے ہتھیلی سرخ ہو گئی تھی۔ عشارب نے اسکی سرخ ہتھیلی کو دیکھا تھا۔ ماتھے پر پڑتے بلوں میں اضافی ہوا تھا مگر وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

''جو ریزگنیشن لیٹر اس دن دے رہے تھے وہ مجھے ابھی دیں۔۔۔۔ ورنہ میں سر حریرہ سے لے لونگی''. اس نے جس سنجیدگی سے کہا تھا وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے۔ ماتھے کی رگیں تن گئی تھیں۔ حریرہ ملک اسے پہلے ہی اس سے فاصلے پر رہنے کی وارننگ دے چکے تھے مگر اس نے اپنی انا کے لیے ان کی نہیں سنی

تھی۔اب اگر وہ جاب چھوڑنے کے لیے انہیں ساری بات بتا دیتی تو وہ اس سے دوبارہ خفا ہو جاتے۔ وہ اب تک نہیں جانتے تھے کہ وہ ایک ہفتے سے ملاحہ سے کام کرواتا آ رہا ہے۔

''آج تمہارے باس چھٹی پر ہیں''۔اس نے بظاہر لہجہ متوازن رکھا تھا مگر ملاحہ اسکے ماتھے پر موجود ننھے پسینے کے قطروں کو بخوبی نوٹ کر چکی تھی۔

''ٹھیک ہے۔۔۔میں خود ہی ریزگنیشن لیٹر ان کے آفس میں رکھ کر جا رہی ہوں۔۔۔آپ انہیں بتا دیے گا۔۔۔اللہ حافظ''۔کندھے اچکا کر کہتی ہوئی وہ جانے کے لیے پلٹی تھی۔

''رکو''۔عشارب نے گھبرا کر اسے روکنے کے لیے اسکی کلائی تھامی تھی۔ملاحہ اس اچانک افتاد کے لیے بالکل تیار نہیں تھی اور اپنا توازن کھو بیٹھی تھی۔ایک جھٹکے سے اسکی پیشانی اسکے چوڑے سینے سے ٹکرائی تھی۔لمحے بھر کے لیے جیسے سب ٹھہر گیا تھا۔ملاحہ کی تیز تیز چلتی سانسیں ناہموار ہوئی تھیں۔عشارب نے

نظریں نیچے جھکائے ریشمیں دوپٹے میں سے جھلکتی اسکے بالوں کی بیچ مانگ میں دیکھا تھا۔اسکے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی تھی۔ ملاحہ نے اسکی تیز دھڑکن سن کر چہرہ اونچا کر کے نظریں اوپر اٹھائی تھیں۔ عشارب کا دل ایک لمحے کے لیے ان لائٹ براؤن کانچ سی آنکھوں میں ڈوب کر ابھرا تھا۔اس نے گھبرا کر نظریں چرائیں تھیں اور اپنے ہاتھ میں دبی اسکی نازک کلائی کو چھوڑا تھا۔ ملاحہ اپنی کلائی تھامے گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ عشارب نے اسکی جانب سے رخ موڑ کر دونوں ہاتھ جھک کر میز پر ٹکائے تھے۔ دھڑکن ہنوز تیز چل رہی تھی۔ ”آپ میرے آفس سے باہر نکل جائیں!“۔ بنا اسکی جانب دیکھے وہ اونچی آواز میں بولا تھا۔ ملاحہ کے کچھ سمجھ نہ آیا تھا۔اس نے تو آج اسے اسکی کلائی پکڑنے پر تھپڑ بھی نہیں مارا تھا پھر وہ کیوں اس طرح کر رہا تھا۔ وہ کچھ کہنے ہی والی تھی جب وہ دوبارہ بول پڑا تھا۔

”آپ نے سنا نہیں؟؟

Get out!!!! now! ”

اب کی بار وہ تقریباً دھاڑا تھا۔ ملاحہ کچھ سہم کر پیچھے ہٹی تھی اور الٹے قدموں باہر نکل آئی تھی۔

عشارب کے دل کی دھڑکن ابھی تک بے ترتیب تھی۔ وہ دل کی کیفیت سمجھ نہیں پایا تھا کہ یہ حالت اس لیے ہو رہی تھی کہ اسے ڈر تھا وہ اسکے منہ پر دوبارہ تھپڑ رسید نہ کر دے یا پھر کچھ اور ہی معاملہ تھا۔

سر حریرہ نہیں آئے تھے تو اس نے آج انکے آفس میں ریزگنیشن لیٹر رکھنے کا ارادہ ترک کیا تھا اور عشارب کی رکھوائی گئی ساری فائلوں کو مکمل کیا تھا۔ شام تک وہ تمام کام مکمل کر چکی تھی اور گاڑی کی چابی ہاتھ میں لیے کھڑی ہو گئی تھی۔ کچھ سوچ کر خود اسکے آفس میں جانے کے بجائے پیون کو بلا کر وہ فائلیں عشارب کے آفس میں رکھنے کو کہا تھا اور پھر گھر جانے کے لیے روانہ ہو گئی تھی۔

پیون دروازے پر دستک دے کر اندر آیا تھا اور فائلیں اسکی میز پر رکھ کر واپس چلا گیا تھا۔اس نے فائلز پر سرسری سی نظر دوڑائی تھی اور اپنی چیئر چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ یہ تو وہی فائلز تھیں جو اس نے ملاحہ کو دی تھیں۔ وہ جلدی سے اپنے آفس سے نکل کر حریرہ ملک کے آفس میں داخل ہوا تھا۔لیٹر کی تلاش میں اس نے میز پر نظریں دوڑائی تھیں۔ وہاں کچھ نہیں تھا۔ وہ گھوم کر انکی چیئر پر بیٹھ گیا تھا اور ایک ایک دراز میں ڈھونڈنا شروع کیا تھا۔ پھر ڈھونڈتے ڈھونڈتے رک گیا تھا۔ وہ اگر کچھ رکھتی تو وہ سامنے ہی رکھتی نہ کہ آکر ان کی درازوں میں گھستی۔ اس نے ایک پُر سکون سانس فضا میں خارج کی تھی اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔ ''اس کا مطلب وہ آفس چھوڑ کر نہیں گئی تھی''۔ آنکھیں بند کیے سوچ کر وہ مسکرا دیا تھا۔ پھر آنکھیں کھولی تھیں اور مسکراہٹ پر قابو پا کر سر جھٹکا تھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ یہ سکون اس لیے مل رہا تھا کہ ڈیڈ کو کچھ پتہ نہیں

چلا تھایا اس لیے کہ وہ ابھی بھی یہیں تھی اور آفس چھوڑ کر نہیں گئی تھی۔ ذہن پھر سے کشمکش کا شکار ہو گیا تھا۔

وہ تھکان زدہ سی گھر میں داخل ہوئی تھی اور سب کو سلام کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ پرس بیڈ پر رکھ کر دوپٹہ اتار کر وہ دھڑام سے بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔ بالوں میں سے کیچر نکالا تھا تو سلکی بال بیڈ پر بکھر گ ئے تھے۔ وہ آج بھی تھک گئی تھی۔ ایک مہینہ ہو گیا تھا اسے اس آفس میں جاب کرتے اور اسے کبھی اپنے کیے ہوئے فیصلے پر کوئی پچھتاوا نہیں ہوا تھا مگر اس ایک ہفتے کے اندر اندر اسے احساس ہو گیا تھا کہ اس نے اس آفس میں جاب کر کے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔ اسے واقعی بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ سر حریرہ کا کوئی بیٹا ہو گا اور وہ بھی اتنا برا جو اسکی زندگی میں آ کر اسکا سکون سے رہنا دو بھر کر دے گا۔ اس کا خیال آنے پر آج ہوا واقعہ ذہن میں دوبارہ تازہ ہوا تھا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے اپنی

کلائی تھامی تھی۔اسکی گرفت کی تپش ابھی تک اسے اپنی کلائی پر محسوس ہوئی تھی۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور ایک جھرجھری سی لی تھی۔ریشمی بال بکھر کر چہرے پر آگ ئے تھے۔گود میں دھری کلائی کو دیکھتے ہوئے اس نے نرمی سے بال کان کے پیچھے کیے تھے۔مگر بال دوبارہ آگے آگ ئے تھے۔اس نے کچھ سوچ کر کیچر اٹھا کر بالوں میں لگایا تھا اور واش روم میں گھس گئی تھی۔سنک کا نلکا کھول کر اس نے اپنی کلائی پانی کے نیچے کر دی تھی اور سختی سے کلائی رگڑ رگڑ کر صاف کرنے لگی تھی یوں جیسے اسکے چھونے کے سارے احساسات مٹا دینا چاہتی ہو۔"جاہل آدمی"۔کلائی سرخ ہو گئی تو اس نے بڑبڑا کر کہا تھا اور نلکا بند کر کے بیسن کے کناروں پر ہاتھ جما لیے تھے۔

"آئندہ اگر اس نے مجھے ہاتھ لگایا تو میں اسکا سر پھاڑ دونگی۔۔۔بدتمیز۔۔

جاہل۔۔۔گوار۔۔ایڈیٹ"۔سامنے آئینے میں دیکھتے ہوئے اس نے پکا ارادہ

کرتے ہوئے اسے ان تمام القابات سے نواز دیا تھا جو وہ اسکے سامنے نہیں کہہ پائی تھی۔

وہ گھر پہنچا تھا تو مغرب کی اذان میں تقریباً آدھا گھنٹہ باقی تھا۔اپنے کمرے میں آکر اس نے وضو کیا تھا اور پر سکون سا عصر کی نماز ادا کرنے لگا تھا۔وہ نماز پڑھ رہا تھا تھا جب سومیا ملک اسکی والدہ کمرے میں آگئی تھیں۔سلام پھیر کر اس نے دیکھا تھا تو وہ بیڈ پر بیٹھ کر اسے دیکھ کر شفیق سا مسکرائی تھیں۔جواباً وہ بھی مسکرا دیا تھا اور پھر تسبیح پڑھ کر دعا مانگے بغیر جائے نماز اٹھاتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا۔

سومیا نے دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ہمیشہ اس امید سے آتی ہوں کہ تم کبھی تو دعا مانگو گے"۔افسوس بھرے لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے اسے دیکھا تھا جو سفید شرٹ میں تھکا ہوا ہونے کے باوجود بہت خوبرو لگ رہا تھا۔وہ اداسی سا مسکراتا انکے برابر میں بیٹھ گیا تھا۔

”کیا مانگوں؟.... سب کچھ تو ہے میرے پاس“۔ان کے قریب بیٹھ کر اس نے گود میں دھرا انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔

”تو جو کچھ ہے اس کا شکر ادا کر دیا کرو“۔ شفقت سے ماتھے پر بکھرے اسکے گھنے بال پیچھے کرتے اُنہوں نے کہا تھا۔

”کیا ہے میرے پاس؟“۔اس نے سوال کیا تھا۔

”تمہارے ماں باپ“۔ان کے کہنے پر وہ طنزیہ سا مسکرایا تھا۔

”صرف ماں ہے۔۔۔ باپ تو پاس ہو کر بھی میرے پاس نہیں“۔اس کے کہنے پر انہوں نے خفگی بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”تمہیں کیوں لگتا ہے کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتے؟۔۔۔ تمہارے دشمن ہیں؟۔۔۔ مجھ سے پوچھو کہ تمہارے ڈیڈ تم سے کتنی محبت کرتے ہیں عشارب ۔۔۔ان سے اتنا بدگمان مت ہوا کرو“۔ ہر بار کی طرح انہوں نے دوبارہ اسے سمجھایا تھا۔

"وہ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتے۔۔۔انہیں بس اپنے کام سے اپنی شہرت سے محبت ہے۔۔۔اور بچپن سے لے کر اب تک انہوں نے بس انہی سب چیزوں کو مجھ پر فوقیت دی ہے۔۔۔ عشارب ابھی کام کر رہا ہوں بعد میں کھیلیں گے۔۔۔ عشارب ابھی آفس سے کال آئی ہوئی ہے مجھے ڈسٹرب مت کرو۔۔۔ عشارب اتنا شور کر رہے ہو یہاں سے چلے جاؤ۔۔۔ پتہ نہیں آپکو یاد ہو نہ ہو مگر مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے مام جب پہلی بار انہوں نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا بس اس لیے کہ میں نے شرارت میں ان کا لیپ ٹاپ گرا دیا تھا۔۔ کوئی اپنی اولاد پر۔۔۔اپنی اکلوتی اولاد پر کیسے ہاتھ اٹھا سکتا ہے؟.... میں آج بھی وہ دن نہیں بھولا ہوں"۔ان کے رویوں کو یاد کر کے وہ نئے سرے سے تکلیف کا شکار ہو جاتا تھا۔

"وہ یہ سب کچھ میرے اور تمہارے لیے ہی تو کرتے آرہے ہیں تاکہ تمہیں ایک اچھا مستقبل دے سکیں۔۔۔۔"۔انہوں نے ایک بار پھر حریرہ ملک کے لیے اسکے دل میں موجود بدگمانی صاف کرنے کی کوشش کی تھی۔

"مگر مجھے یہ سب نہیں چاہیے تھا۔۔۔بس اپنے باپ کی توجہ ان کا وقت ان کی محبت چاہیے تھی۔۔۔۔اچھا مستقبل تو میں خود بھی بنالیتا"۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بدگمانی اتنی بڑھ گئی تھی کہ اب اسے کوئی بات سمجھ ہی نہ آتی تھی۔

"تم نے بس انکا غصہ انکا ڈانٹا دیکھا ہے مگر میں نے تمہاری پیدائش پر انہیں خوشی سے روتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور اس ایک رات تمہیں گود میں لیے دکھ سے روتے ہوئے بھی جب انہوں نے تم پر ہاتھ اٹھایا تھا"۔

ان کی وضاحتوں پر وہ خاموش ہو گیا تھا اور سر جھکا لیا تھا۔وہ انہیں اپنی کیفیات نہیں سمجھا سکتا تھا۔وہ خاموش رہا تھا تو وہ دوبارہ بولی تھیں۔

"میں جانتی ہوں تمہیں ان کے رویوں سے تکلیف ہوئی ہے مگر اس طرح نہیں کرتے بچے۔۔۔ماں باپ کو ان کی غلطیوں کی سزا نہیں دیا کرتے بیٹا ورنہ ان کے چلے جانے کے بعد ساری زندگی کے لیے بس پچھتاوے رہ جاتے ہیں۔۔۔۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی اور مجھے کچھ ہو گیا تو کیا تم مجھے بھی معاف نہیں کرو گے۔۔۔اسی طرح ناراض رہو گے؟"۔آنکھوں میں نمی لیے انہوں نے اس سے سوال کیا تھا تو اس نے انہیں بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا تھا۔

"اللہ نہ کرے آپکو کچھ بھی ہو مام۔۔۔۔آپ میں تو میری جان ہے"۔ محبت سے انکی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے اس نے ان سے کہا تھا۔ پھر خفگی سے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔ "اپنے شوہر کے لیے پگھلنے کے لیے آپ ہمیشہ مجھے اس طرح بلیک میل نہیں کر سکتیں سومیا ملک"۔ مسکرا کر کہتے ہوئے اس نے انہیں گھر کا تھا تو ان گالوں پر سرخی دوڑ گئی تھی۔انہیں یوں بلش کرتا دیکھ کر وہ کھلکھلا دیا تھا۔

حریرہ ملک بھی دونوں کو ڈھونڈتے ہوئے اندر آگ ئے تھے۔عشارب کو ہنستا دیکھ کر انکے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔وہ گلا کھنکار کر گلاس ونڈو کے پاس رکھے صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔

"ہمارے ساتھ تو آپ اس طرح نہیں ہنستیں بیگم صاحبہ"۔انہوں نے مسکرا کر سومیا کو دیکھتے ہوئے مصنوعی خفگی سے کہا تھا۔عشارب کے مزاج کی وجہ سے وہ اسے کم ہی مخاطب کیا کرتے تھے۔ان کے کہنے پر سومیا اور عشارب نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور دونوں ہی مسکرا دیے تھے۔پھر سومیا نے ان سے پوچھا تھا۔

"افطار کا وقت ہونے ہی والا ہے۔۔۔ہم دونوں بھی بس نیچے آرہے تھے۔۔۔ آپ اوپر کیوں آگ ئے"۔وہ عشارب کے پاس سے اٹھ کر ان کے برابر میں آکر بیٹھ گئی تھیں۔دل ہی دل میں عشارب ان دونوں کو ساتھ بیٹھا دیکھ کر خوش ہوا تھا۔

”میں نیچے بور ہو رہا تھا۔۔آپ سہی کہہ رہی تھیں ہمارا گھر واقعی بہت سُونا سُونا سا ہے“۔انہوں نے کن اکھیوں سے عشارب کو دیکھا تھا۔وہ ادھر ہی متوجہ تھا۔

”میں تو کب سے کہہ رہی ہوں اب عشارب کی دلہن لے آتے ہیں۔۔۔اب تو عشارب بھی آفس چلا جاتا ہے۔۔۔میں گھر میں ادھر اُدھر ماری ماری پھرتی رہتی ہوں۔۔۔بہو آجائے گی تو گھر میں رونق لگی رہے گی میرا بھی دل لگ جایا کرے گا“۔ان دونوں کی گفتگو کا رخ اب عشارب کی شادی کی طرف ہو گیا تھا۔ وہ ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا تھا۔

”ہاں اب تو آپکے بیٹے بھی باقاعدگی سے آفس میں نظر آنے لگے ہیں“۔

”میرا بیٹا اب ذمے دار جو ہو گیا ہے“۔

”دیکھ لیں۔۔۔کہیں کسی اور چکر میں ہی نہ ہوں آپکے بیٹے“۔

حریرہ ملک کے کہنے پر سومیا نے ٹھٹک کر عشارب کو دیکھا تھا اور عشارب نے خفگی سے حریرہ ملک کو۔

"کیا مطلب۔۔۔ کوئی لڑکی ہے کیا آفس میں؟"۔ سومیا نے تجسس سے سوال کیا تھا۔

"مام۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے"۔ عشارب نے برہمی سے کہا تھا۔

"ہاں ایک لڑکی ہے تو سہی۔۔۔ پہلی ملاقات میں آپکے بیٹے نے پورے آفس کے سامنے اسکا نام بھی لیا تھا"۔ حریرہ ملک نے عشارب کو دیکھتے ہوئے دوبارہ لقمہ چھوڑا تھا۔ عشارب نے جھنجھلا کر انہیں دیکھا تھا۔ "ارے تو آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟۔۔۔ عشارب مجھے اس کا نام تو بتاؤ"۔ سومیا ملک نے خوش ہوتے ہوئے حریرہ ملک سے سوال کرنے کے بعد عشارب سے دریافت کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر اچھل کر رہ گیا تھا۔

''کس کا نام بتاؤں کوئی لڑکی ہے ہی نہیں جب''۔ عشارب نے انہیں صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔

''کیوں تم ہی تو میرے آفس آئے تھے ملاحہ عالم کرتے ہوئے''۔ حریرہ ملک نے معصوم شکل بنا کر کہا تھا عشارب انہیں گھور کر رہ گیا تھا۔اسکی تمام صفائیاں ناکام رہی تھیں۔ وہ انہیں کیا بتاتا کہ اس ہی لڑکی نے ان کے بیٹے کہ منہ پر تھپڑ رسید کیا تھا۔اس منظر کو سوچ کر اس نے جھرجھری سی لی تھی۔

''ماشاءاللہ نام تو بڑا پیارا ہے۔۔۔ کیا دکھنے میں بھی پیاری ہے عشارب؟''۔ سومیا نے اسکی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے دوبارہ سوال کیا تھا۔ایک لمحے کے لیے عشارب کو سمجھ نہیں آیا کہ انہیں کیا جواب دے۔۔۔۔ کیا وہ پیاری تھی؟۔۔۔ نہیں وہ اسے تو پیاری نہیں لگی تھی ہاں مگر اسکی کانچ سی آنکھیں۔۔۔ کچھ دیر کے لیے وہ خاموش ہو گیا تھا۔

"اس کا مطلب کہ واقعی پیاری ہے"۔ سومیا نے مسکرا کر حریرہ ملک کو دیکھا تھا تو وہ بھی مسکرا دیے تھے۔ عشارب نے گھبرا کر ان دونوں کو دیکھا تھا اور ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ تو وہ دونوں ہنس دیے تھے۔

"ڈیڈ خود بھی الٹا سیدھا سوچ رہے ہیں اور آپکے دماغ میں بھی وہ سب ڈال رہے ہیں۔۔۔ حد ہو گئی آپ دونوں سے تو۔۔۔ وہ وچ مجھے پیاری لگ ہی نہ جائے۔۔۔ افطاری کا وقت ہو رہا ہے یہاں آپ دونوں کی باتیں ہی ختم نہیں ہو رہی ہیں"۔ اس نے کمرے سے باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے اور وہاں سے باہر نکل گیا تھا۔ سومیا ملک نے اسے جاتے دیکھا تھا پھر بضد ہو کر حریرہ ملک سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا تھا تو وہ انہیں ساری بات بتانے لگے تھے۔

دوسرے دن سنڈے تھا۔ وہ آج امی کے ساتھ گھر کی صفائی میں لگی ہوئی تھی۔ نہانے کے بعد اس نے ظہر پڑھی تھی پھر قرآن پاک پڑھنے بیٹھ گئی تھی۔ عشرہ مغفرت شروع ہو چکا تھا۔ دن تیز رفتاری سے گزرتے جا رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وقت کو پر لگا دیے گئے ہوں۔ آفس کی مصروفیات کی وجہ سے اسے وقت میسر نہ ہوتا تھا مگر پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح وقت نکال لیا کرتی تھی۔ یادِ خدا سے ایک لمحے کے لیے بھی اسکا دل غافل نہ ہوتا تھا۔ سارے دن کی تھکن میں عبادت کے وہ کچھ لمحات اسکی ساری تھکان اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور روح کو اندر تک تسکین مل جایا کرتی تھی۔ سجدے میں جھکتے قرآنی آیات پڑھتے دل و دماغ پر طاری ہر قسم کی بے چینی جھاگ کی مانند غائب ہو جاتی۔ وہ تلاوت سے فارغ ہوئی تھی جب دروازے پر دستک دے کر ثمن ہاتھ میں کتاب لیے اندر داخل ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں سوجھی ہوئی سی تھیں۔ وہ روئی تھی شاید۔ وہ ملاحہ کے برابر میں بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔

"کیا ہوا؟"۔ ملاحہ نے پیار سے اس سے سوال کیا تھا۔ وہ اس سے کافی چھوٹی تھی اور گھر بھر میں سب کی لاڈلی تھی۔ کچھ دیر ثمن چپ رہی تھی۔ ملاحہ نے اسکی تھوڑی اوپر کی تھی۔ اسکی موٹی موٹی آنکھوں میں سے آنسو باہر نکلنے کو تیار تھے۔

"مجھ سے یہ سوال حل نہیں ہو رہا"۔ کہتے ہوئے وہ رونے لگی تھی۔ وہ ملاحہ کے مقابلے کافی نازک سی تھی۔ اسے یوں روتا دیکھ کر ملاحہ کو تکلیف ہوئی تھی۔

اسکے ہاتھ سے ریاضی کی کتاب لے کر ملاحہ نے ایک نظر دوڑائی تھی پھر کتاب اسے واپس دے کر ایک ٹھنڈی سانس لی تھی۔

"رونے سے کیا سوال حل ہو جائے گا؟"۔ اس کے سوال کرنے پر ثمن چپ ہو گئی تھی۔

"بتاؤ؟"۔ جب وہ کچھ نہیں بولی تھی تو ملاحہ نے دوبارہ سوال کیا تھا۔ ثمن نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔

"تو پھر آنسو بہانے کے بجائے سوال حل کرنے پر محنت نہ کر لی جائے؟"۔ ملاحہ نے نرمی سے اسکے آنسو پونچھتے ہوئے سوال کیا تھا پھر اسکے ہاتھ سے قلم لے کر اسے سوال سمجھایا تھا۔ وہ کند ذہن تو نہ تھی بس جلدی گھبرا جایا کرتی تھی۔

ملاحہ نے سوال سمجھا کر پین بند کر کے کتاب پر رکھا تھا۔

"آپ نے یہ کیسے کیا؟"۔ سوال سمجھ آنے پر ثمن ایک دم ہی خوش ہو گئی تھی۔

"بغیر روئے"۔ ملاحہ نے مسکرا کر اسکی سرخ ناک دبا کر کہا تھا۔

"میں بغیر روئے بھی کروں تو کچھ نہیں ہوتا"۔ وہ اداس ہوئی تھی۔

"جب کسی کام کے بارے میں پہلے سے ہی یہ سوچ لو گی کہ وہ تم سے نہیں ہو گا ۔۔۔ تو پھر وہ کبھی بھی تم سے نہیں ہو گا"۔ ملاحہ نے اسے سمجھایا تھا۔

"میں کیا کروں مجھے رونا آجاتا ہے اپیا"۔ اس نے پریشان سے لہجے میں کہا تھا۔

"آج اس ایک سوال نے رلایا ہے۔۔۔ کل اگر کوئی انسان رلائے گا تب کیا کرو گی؟"۔ ملاحہ کے سوال کے جواب میں وہ دوبارہ کچھ نہیں بولی تھی تو ملاحہ نے نرمی سے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

"چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھبرا کر روتی رہو گی تو کبھی کچھ نہیں کر پاؤ گی۔۔۔۔ چیزوں کو اور لوگوں کو مضبوطی سے فیس کرنا سیکھو ورنہ زندگی بہت مشکل ہو جائے گی"۔ اس نے اسے سمجھایا تھا تو ثمن نے سمجھتے ہوئے سر ہلا دیا تھا۔ پھر وہ اسکے گلے لگ گئی تھی ملاحہ کھلکھلادی تھی۔

"ایک دن میں بھی آپکی طرح ہی بریو (بہادر) بن جاؤ نگی۔۔۔۔ پھر نہیں رویا کرو نگی"۔ اسکے گلے لگے ثمن نے کہا تھا تو اس نے ٹھنڈی سانس خارج کی تھی۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ اسکی طرح بننے کے لیے کس کس چیز کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ اسکے گلے ہی لگی ہوئی تھی جب فاران اندر آیا تھا اور اسے ملاحہ کے گلے لگے دیکھ

کر نفی میں گردن ہلائی تھی۔ ملاحہ نے مسکرا کر کندھے اچکائے تھے۔ وہ بھی بیڈ پر آکر بیٹھ گیا تھا۔

"تم پھر اپنا رونا دھونا لے کر بیٹھ گئیں۔۔۔۔ چھٹی والے دن تو اپیا کو سکون لینے دیا کرو"۔ اسکی پونی ہلکی سی کھینچ کر اس نے ثمن کو چھیڑا تھا۔ تو وہ ملاحہ سے دور ہو کر اسے گھورنے لگی تھی۔ "اپیا بھائی کو سمجھالیں یہ میرے بال مت نوچا کریں"۔ اس نے ہاتھ باندھ کر غصے سے ناک پھلائی تھی۔ "روتی شکل"۔ فاران نے مسکرا کر اسکی ناک دبائی تھی ثمن نے اسکا ہاتھ جھٹکا تھا۔ "جی نہیں آج سے میرا رونا ختم"۔ ملاحہ کو دیکھ کر اس نے مسکرا کر ایک عزم سے کہا تھا تو ملاحہ مسکرادی تھی۔

"ہاں اور کل سے دوبارہ رونا شروع"۔ فاران نے دوبارہ اسے چھیڑا تھا اور زبان چڑائی تھی۔

"اپیا!"۔ ملاحہ کو دیکھ کر ثمن نے بے چارگی سے کہا تھا تو ملاحہ نے مسکراہٹ دبا کر فاران کو گھور کر اسکے سر پر بہت لگائی تھی تو وہ کھلکھلا دیا تھا۔ اسکے ساتھ وہ دونوں بھی ہنس دی تھیں۔

آج چھٹی تھی تو وہ سارا دن گھر میں ہی رہا تھا۔ کل سومیا کے سمجھانے سے اس نے ڈیڈ کے ساتھ اپنا رویہ درست کرنے کی کافی حد تک کوشش بھی کی تھی۔ افطار کے بعد چائے کا کپ ہاتھوں میں لیے وہ اپنے کمرے میں آگیا تھا۔ ٹیرس میں کھڑے ہو کر وہ طمانیت سے آسمان کا رنگ بدلتے دیکھنے لگا تھا۔ کل مام کی کی گئی باتیں اسکے ذہن میں گھومنے لگی تھیں۔ گرم گرم چائے کے کپ کو دونوں ہتھیلیوں کی مدد سے تھاما ہوا تھا اور گھونٹ گھونٹ چائے بھی پی رہا تھا۔ پھر اس نے مڑ کر ریلنگ سے ٹیک لگائی تھی اور کپ کو ایک ہاتھ میں لے کر ہینڈل سے پکڑا تھا۔ پھر یوں ہی سرسری سی نظر دوسرا ہاتھ پھیلا کر اسکی ہتھیلی پر ڈالی تھی تو

چائے کا کپ پکڑنے کی وجہ سے اس کی چوڑی ہتھیلی سرخ ہو گئی تھی۔اس نے ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈال دیا تھا پھر کسی کی سرخ ہتھیلی یاد آنے پر اس نے مسکراہٹ دبا کر جیب سے ہاتھ نکال کر دوبارہ ہتھیلی کو پھیلایا تھا۔اس کی ہتھیلی اسکے جتنے سرخ تو نہیں تھی مگر وہ سرخ تھی۔وہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔پتہ نہیں اسے بات بات پر اسکا خیال کیوں آنے لگا تھا۔پتہ نہیں کیوں اب اسکی جلی کٹی باتیں اور سخت جملے اسے برے نہیں لگا کرتے تھے۔اس نے سرخ ہتھیلی دیکھتے ہوئے سوچا تھا. "وچ"۔وہ دھیرے سے مسکراتے ہوئے بڑبڑایا تھا اور ہنوز ہتھیلی دیکھتے چائے ختم کرنے لگا تھا

اگلے دن اس نے المیر سے ملنے کا ارادہ کیا تھا۔امی ابو کو افطاری اسکے ساتھ کرنے بتا کر وہ آفس کے لیے نکل آئی تھی۔وہ اپنے فلور پر آئی تھی۔دل میں دعا کی تھی کہ وہ آج نہ آیا ہو مگر حریرہ ملک کا آفس آج پھر خالی دیکھ کر اسکے ارمانوں پر پانی

پھر گیا تھا۔ وہ آج پھر نہیں آئے تھے تو اسکا مطلب تھا انکی جگہ انکا بیٹا سب کا دماغ خراب کرنے آفس آیا ہو گا بلکہ سب کا نہیں بس اُس کا۔ وہ غصے سے سوچتی اپنی جگہ پر آئی تھی جہاں فائلوں کو ڈھیر آج بھی موجود تھا۔ اسکا دل چاہا تھا وہ رونا شروع کر دے یا پھر وہاں سے بھاگ جائے۔

"ڈھیٹ انسان"۔ بڑ بڑا کر کہتی وہ کرسی پر بیٹھ کر جلدی جلدی کام کرنے لگی تھی۔ شام تک کام کرنے کے بعد وہ فائلز اٹھائے اسکے آفس میں آئی تھی۔

وہ لیپ ٹاپ پر کام کرنے میں مصروف تھا جب بغیر دستک دیے کوئی اندر آیا تھا۔ ایک سرسری نظر آنے والے پر ڈالی تھی مگر پھر سمجھ آنے پر اس نے دوبارہ آنے والے کو دیکھا تھا۔ وہ کاسنی رنگ کے ہلکی پھلکی کڑھائی والے سوٹ میں ملبوس تھی۔ سر پر حسب عادت دوپٹہ ٹکا ہوا تھا جس میں سے اسکے بال چھلک رہے تھے ۔ کانوں میں موجود چھوٹی چھوٹی جھمکیاں اسکے چلنے سے آگے پیچھے جھول رہی تھیں۔ وہ میز کے قریب آئی تھی۔ اسے دیکھ کر عشارب کی گردن میں موجود

گلٹی ڈوب کر ابھری تھی۔ دل ہی دل میں اس نے خود کو گھر کا تھا اور اس سے نظریں چرائی تھیں۔ فائلوں کی وجہ سے اسکے آفس میں صبح سے کوئی طوفان نہیں آیا تھا اسی لیے اسے لگا تھا وہ آج نہیں آئی تھی۔ ”مگر اب وہ طوفان اس کے سامنے تھا“۔ سوچ کر اس نے مسکراہٹ دبائی تھی اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر طوفان کو دیکھا تھا۔ وہ سرد نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے بلاوجہ مسکراتا دیکھ کر ملاحہ کی تپ گئی مگر ابھی وہ غصہ نہیں ہونا چاہتی تھی تب ہی سر جھٹک کر بات کا آغاز کیا تھا۔

”سر حریرہ نہیں آئے آج؟“۔

”نہیں مگر سر حریرہ کا بیٹا ہے۔۔۔ آپ بتادیں کیا کام ہے۔۔۔ اگر ریزگنیشن لیٹر کی بات ہے تو سوری“۔ چیئر سے ٹیک لگائے پر سکون سا ہو کر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا تھا یوں جیسے اس سے لڑنا اسکا من پسند ٹی وی شو ہو۔

"اٹس اوکے"۔ اسے لگا تھا کہ وہ اس دن ہوئی بات کے لیے سوری کہہ رہا ہے۔ ملاحہ نے سر جھٹک کر کہا تھا یوں جیسے اس پر احسانِ عظیم کیا ہو۔

"سوری اس لیے کہا ہے کیونکہ ریزگنیشن لیٹر میں سائن نہیں کر سکتا وہ آپکے سر حریرہ ہی کریں گے"۔ کہنیاں میز پر ٹکا کر وہ چیئر کھسکا کر آگے ہوا تھا۔

"جاہل آدمی"۔ کچھ لمحے ملاحہ کی سمجھ نہیں آیا تھا پھر سمجھ آنے پر وہ ہلکا سا بڑبڑائی تھی۔

"آپکی اطلاع کے لیے ایک اور بات بتادوں کہ خوبصورت چہرے کے ساتھ ساتھ میرے سننے کی صلاحیت بھی بہت اچھی ہے"۔ چہرہ ہتھیلی پر ٹکا کر اس نے مسکرا کر کہا تھا۔

"مجھے ریزائن کے بارے میں بات کرنی بھی نہیں ہے!"۔ ملاحہ نے اسکی بات نظر انداز کی تھی۔ "فضول انسان"۔ ہاں مگر دل میں ضرور کہا تھا۔

"پھر جس بارے میں کرنی ہے وہ بتادیں۔۔۔آرام سے بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں "۔ہاتھ کے اشارے سے اس نے اسے چیئر پر بیٹھنے کی دعوت دی تھی۔یا تو آج اسکا موڈ بہت اچھا تھا یا پھر کوئی اور وجہ تھی جس کی وجہ سے اسے اسکی باتیں بری نہیں لگ رہی تھیں مگر وہ کیا وجہ تھی وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

"مجھے جلدی آف چاہیے"۔ملاحہ نے دوٹوک کہا تھا۔

"تھوڑی دیر رک جائیں پھر چلی جایئے گا"۔اس نے جس لہجے میں کہا تھا عشارب کے لیے وہ لہجہ انجان تھا۔دل سے کوئی خواہش سی اٹھی تھی کہ وہ نہ جائے۔

"مجھے ابھی آف چاہئے!". ملاحہ نے اسکے لہجے کو بخوبی نوٹ کیا تھا اور برہم ہوتے ہوئے میز پر انگلی رکھ کر "ابھی" پر زور دیا تھا۔

"کیوں؟"۔عشارب نے گہری سانس لے کر دوبارہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی تھی۔

"مجھے کہیں جانا ہے"۔ ملاحہ نے سرسری سی اطلاع دی تھا۔

"کہاں؟"۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے یہ سوال کیوں کیا تھا اور نہ ہی اسے کوئی حق تھا کہ اس سے یہ سوال پوچھے مگر وہ جاننا چاہتا تھا۔

"وہ میں آپکو بتانا ضروری نہیں سمجھتی"۔ ملاحہ نے آنکھیں چڑھا کر کہا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر باس سمجھ کر بتادیں"۔ دل جاننے کے لیے ہنوز بضد تھا مگر لہجہ پرسکون ہی رکھا تھا۔

"شکل ہے تمھاری باس والی؟!"۔ وہ دوبارہ بڑبڑائی تھی۔

"ابھی بتایا ہے آپکو۔۔۔ میرے سننے کی صلاحیت کافی اچھی ہے مگر لگتا ہے آنکھوں کے ساتھ ساتھ آپکے کانوں کے ساتھ بھی کوئی مسئلہ ہے مگر خیر۔۔۔"۔ اسکی بات کا برا مانے بغیر اس نے کہا تھا اور کچھ دیر اسکا گلابی چہرہ دیکھتا رہا تھا۔ "کیا دکھنے میں بھی پیاری ہے عشارب؟"۔ سومیا کے کیے گئے سوال کے جواب کی تلاش میں اس نے گلابی مائل چہرے والی اس لڑکی پر نظریں

جمائی تھیں۔دل نے کہیں کہیں اثبات میں سرگوشی کی تھی۔اسکے اس طرح دیکھنے سے ملاحہ نے سر سے پھسلتا دوپٹہ درست کرتے ہوئے پہلو بدلا تھا۔عجیب انسان تھا۔نہ منع کررہا تھا نہ جانے دے رہا تھا۔"تو میں جاؤں؟" ملاحہ نے دوبارہ سوال کیا تھا۔عشارب نے اسکے چہرے سے نظریں چرائیں تھیں۔ایک لمحے کے لیے دل نے خواہش کہ اسے منع کردے تاکہ وہ یہیں کھڑی اس سے لڑنا شروع ہوجائے مگر آج اسے بھی دوستوں کے ساتھ افطار پر جانا تھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا کر اجازت دے دی تھی۔اسکی اجازت ملتے ہی ملاحہ دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"سنیں"۔دروازہ کھولنے کے لیے اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تھا جب عشارب نے دوبارہ اسے مخاطب کیا تھا۔ملاحہ نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا تھا۔

"وہ ڈاکٹر آئی اسپیشلسٹ ہونے کے ساتھ ساتھ کانوں کا بھی اچھا علاج کرتی ہیں ۔۔۔۔تو اگر آپ کہیں تو۔۔۔۔۔"۔ نچلا لب دبا کر اس نے مسکرا کر بات ادھوری چھوڑ دی تھی تو ملاحہ تلملا اٹھی تھی۔

"میری جگہ خود کسی سائیکیٹرسٹ کو دیکھا دیں تو آپکے مینٹل ہاسپٹل پہنچتے ہی سارے مسئلوں کا حل خود بخود نکل جائیگا". جل کر اسے مشورہ دیتی اسکے جواب کا انتظار کیے بغیر دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔ پیچھے عشارب کے بلند قہقہے کی آواز اسے باہر تک سنائی دی تھی

وہ اس ہوٹل کے سامنے رکی تھی جس کا ایڈریس المیر نے اسے شیئر کیا تھا۔ ہوٹل کافی بڑا اور شاندار تھا۔ وہ گاڑی پارک کرتی اندر آئی تھی تو وہ اسے ایک طرف بیٹھا دکھائی دیا تھا۔ وہ اسے سلام کرتی اسکے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ اسے

دیکھ کر المیر کی آنکھوں میں الگ ہی چمک آگئی تھی۔اس نے مسکرا کر اسکے سلام کا جواب دیا تھااور کچھ سنبھل کر بیٹھ گیا تھا۔

"اتنے بڑے ہوٹل میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟"۔ملاحہ نے اسے دیکھا تھا جو سفید شلوار قمیص میں کافی فریش دکھ رہا تھا۔

"تمہارے لیے تو اس سے زیادہ بھی کر سکتا ہوں"۔نرم لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ملاحہ کو نظروں کی گرفت میں رکھتے ہوئے کہا تھا۔ملاحہ نے اسے دیکھا تھا پھر سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔

"میں تم سے رشتے کے حوالے سے کچھ بات کرنا چاہتی تھی"۔ملاحہ نے ہموار لہجے میں بات کا آغاز کیا تھا۔

"پہلے افطار کر لیتے ہیں پھر اس بارے میں بات کر لیں گے"۔اس نے ہنوز مسکرا کر کہا تھا

"افطاری میں ابھی وقت ہے۔۔۔تب تک بات ہی کر لیتے ہیں ورنہ اتنی دیر کیا کرینگے"۔ملاحہ کو اسکی نظروں سے عجیب سی الجھن ہونے لگی تھی۔

"کرنے کے لیے اور بھی باتیں ہیں۔۔۔جیسے ہم اپنے فرنیچر کا کلر ڈیسائڈ کر سکتے ہیں یا پھر ولیمے کے جوڑے کا رنگ"۔اس نے کہنی میز پر رکھ کر چہرہ اس پر ٹکا کر خواب زدہ لہجے میں کہا تھا۔ملاحہ نے سخت نظروں سے اسے دیکھ کر گلا کھنکارا تھا۔

"میں نے ابھی ہاں نہیں کی ہے المیر جو تم اتنا آگے تک کا سوچ کر بیٹھ گ ئے ہو!"۔ملاحہ نے سختی سے اسے گھر کا تھا تو وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

"تو پھر تم کب ہاں کرو گی؟"۔وہ مضطرب ہوا تھا۔

"مجھے کچھ شرائط رکھنی ہیں اسکے بعد اگر مجھے یہ رشتہ سمجھ آیا تو میں ہاں کہہ دونگی"۔ملاحہ نے تحمل سے اسے دیکھے بغیر نظریں جھکائے کہا تھا۔اسکی اپنی چہرے پر پڑتی نظروں کو دیکھ کر وہ جھنجھلا جاتی تھی۔اسکے ساتھ بیٹھ کر اسے اپنا آپ سیکور (محفوظ) نہیں لگا کرتا تھا۔

"مجھے تمہاری ساری شرائط منظور ہیں جو تم کہو جیسا تم کہو۔۔۔بس ہاں کہہ دو تاکہ مما بابا باقاعدہ رشتہ لے کر آئیں"۔المیر نے جلدی جلدی کہا تھا۔ملاحہ نے بے زاری سے اسے دیکھا تھا۔اسے اسکے اس ہی جزباتی اور لاابالی پن سے الجھن ہوتی تھی۔ مگر فی الحال اس نے ضبط کرتے ہوئے اسکا لہجہ نظرانداز کر دیا تھا۔

"میری کوئی لمبی چوڑی ڈیمانڈز نہیں ہیں۔۔۔ تم مجھے محبت سے رکھو گے میری عزت کرو گے میں تمہارے ساتھ خوش رہو نگی"۔ملاحہ نے آرام آرام نے اپنی بات کا آغاز کیا تھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں ہمیشہ خوش رکھونگا۔۔۔ تمہاری ہمیشہ عزت کرونگا"۔المیر نے اسے بیچ میں ہی ٹوک دیا تھا۔اب کی بار ملاحہ نے غصے سے دانت میچے تھے تو المیر خاموش ہو گیا تھا۔

”تم بولو۔۔۔سوری میں اب بیچ میں نہیں ٹوکونگا“۔اس نے معزرت کرتے ہوئے دھیرے سے کہا تھا تو ملاحہ نے ایک نظر اسے دیکھ کر غصہ قابو کیا تھا اور ٹھنڈی سانس لے کر دوبارہ اپنی بات کا آغاز کیا تھا۔

”تم میرے گھر کے حالات سے بخوبی واقف ہو۔۔۔کچھ بھی شروع سے تم سے چھپا ہوا نہیں۔۔۔میں بس شادی کے بعد جاب کرتے رہنا چاہتی ہوں ۔۔۔اس لیے نہیں کہ سوشل اور انڈیپینڈنٹ لڑکی بن سکوں بلکہ اس لیے کہ اپنے گھر والوں کو اپنے بابا کو سپورٹ کر سکوں بالکل ویسے ہی جیسے ابھی کر رہی ہوں۔۔۔فاران ابھی چھوٹا ہے پڑھ رہا ہے۔۔۔ابھی کالج کے بعد اسکے یونیورسٹی کے بھی اخراجات ہونگے۔۔۔بابا کے لیے اسکے خرچے اٹھانا مشکل ہو جائے گا اور اسی لیے وہ اپنی پڑھائی چھوڑ کر خود کو ذمے داریوں کے بوجھ تلے دبا دیگا۔۔۔میں ایسا نہیں چاہتی۔۔۔میں ابھی اس پر یہ ذمے داریاں نہیں ڈال سکتی۔۔۔وہ اپنی پڑھائی مکمل کر لے گا۔۔ان شاءاللہ کسی قابل بن جائیگا تو میں

جاب چھوڑ دو نگی۔۔۔اور میں یہ بھی کوشش کرو نگی کہ میری جاب کی وجہ سے تمہارے اور میرے رشتے پر کوئی اثر نہ پڑے“۔اس نے تحمل سے اسے اپنی بات سمجھائی تھی۔اس ہی دوران ویٹر نے ان کے سامنے قسم قسم کی ریفریشمنٹس سرو کر دی تھیں۔اس نے نظریں اٹھا کر المیر کو دیکھا تھا وہ ایک دم چپ ہو گیا تھا۔اسکی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔۔۔وہ اب اسے دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔ملاحہ نہیں جانتی تھی وہ کیا سوچ رہا تھا۔

”تمہاری فیملی کے ایسے تو کوئی اخراجات نہیں جو خالو نہ اٹھا سکیں۔۔۔۔اپنے ایکسیڈنٹ کے بعد اُنہوں نے جس طرح تمہیں پڑھایا ہے اس ہی طرح فاران کو بھی پڑھا لینگے۔۔۔۔اس کے لیے تمہارا جاب کرنا ضروری تو نہیں ملاحہ“۔کچھ دیر بعد وہ ہر قسم کے احساس سے عاری لہجے میں بولا تھا۔ملاحہ کو اسکی یہ بات بالکل اچھی نہیں لگی تھی۔وہ اسے نہیں سمجھا سکتی تھی کہ اس نے کس طرح اپنی ڈگری کے خرچے اٹھائے تھے۔

"میں تمہیں اپنی شرط بتا چکی ہوں اور یہ یقین دہانی بھی کروا چکی ہوں کہ اس سے تمہارے اور میرے رشتے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا"۔اس نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔وہ نہیں سمجھا تھا تو ملاحہ نے بھی اسے سمجھانے کے لیے کوئی صفائی دینا ضروری نہیں سمجھی تھی۔

"تم صاف صاف یوں کہو کہ تمہاری مرضی نہیں۔۔۔۔ویسے بھی تم تو بچپن سے ہی جاب کرتی آئی ہو تو اب تمہیں کہاں اچھا لگے گا کہ شادی کر کے گھر کے کاموں میں لگ کر قید ہو جاؤ۔۔۔بار بار اپنی فیملی کا بہانہ مت پیش کرو ملاحہ"۔ اس نے آہستہ آواز میں اسکی جانب جھک کر کہا تھا۔اسکی باتیں سن کر ملاحہ کا پارہ چڑھنے لگا تھا۔

"میں کوئی بہانہ نہیں بنا رہی ہوں نہ ہی مجھے تمہارے سامنے بہانے بنانے کی کوئی ضرورت ہے۔۔۔اگر میری مرضی نہ ہوتی تو یہاں بیٹھ کر تمہارے ساتھ

اپنا سر نہ کھپا رہی ہوتی‘‘۔وہ بھی آگے جھکی تھی اور آواز ہلکی رکھتے ہوئے دانت پیس کر کہا تھا۔

’’دیکھو ملاحہ میں بس اتنا سمجھا رہا ہوں کہ ہماری شادی ہو جائے گی تو تمہارا سارا کنسرن صرف میں اور میرا گھر ہونا چاہیے۔۔۔جاب کرنے سے تم مجھے وقت نہیں دے پاؤ گی اور جہاں تک تمہاری فیملی کی بات ہے تو خالہ نے خود ہی بتایا ہے کہ خالو کی دکان کی آمدنی اب کافی بہتر ہو چکی ہے۔۔۔تو آگے بھی کوئی مسئلہ نہیں ہو گا‘‘۔اسکے بار بار تمہاری فیملی جتانے والے انداز پر ملاحہ کا صبر جواب دے گیا تھا۔وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا اسکی بات کو سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔

’’یہ کیا تمہاری فیملی تمہاری فیملی لگا کر رکھا ہوا ہے کب سے۔۔۔۔میرے گھر والے کیا تمہارے کچھ نہیں لگتے جو یوں کہہ رہے ہو۔۔۔۔حد ہو گئی۔۔۔۔مجھے تم سے ملنے آنا ہی نہیں چاہیے تھا غلطی ہو گئی بہت بڑی‘‘غصے سے کہتے ہوئے اس

نے اپنا پرس اٹھایا تھا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ المیر اس سب کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یوں اٹھ کر چلی جائے گی۔

"سوری ملاحہ۔۔۔۔ افطاری تو کرتی جاؤ پلیز"۔ وہ اٹھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ ملاحہ کے غصے میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ وہاں موجود سب لوگ ان کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

"پلیز ملاحہ۔۔۔۔ میں اس بارے میں کچھ سوچونگا پھر جواب دونگا مگر پلیز ابھی بیٹھ جاؤ سب دیکھ رہے ہیں"۔ اس نے آس پاس لوگوں کو دیکھتے ہوئے منت بھرے لہجے میں کہا تھا۔ ملاحہ نے افسوس بھرے لہجے میں اسے دیکھا تھا۔ اسے لوگوں کی فکر تھی مگر اسکی ناراضگی کی نہیں۔ پرس سے اسے پیچھے دھکیلتی وہ خاموشی سے جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔ المیر نے شکر ادا کیا تھا اور خود بھی اسکے سامنے بیٹھ گیا تھی۔

دونوں کے بیچ خاموشی رہی تھی۔ پھر المیر نے گلا کھنکارا تھا۔

"ملاحہ میں۔۔۔۔"۔المیر نے دھیمی آواز میں کچھ کہنا چاہا تھا جب ملاحہ نے اسے ٹوک دیا تھا۔

"میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی!۔۔۔کسی بھی بارے میں!"۔دوٹوک لہجے میں کہہ کر ملاحہ نے اسے کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا۔وہ خاموش ہو گیا تھا اذان ہونے میں ابھی دس منٹ باقی تھے۔اسکے تاثرات اتنے سخت تھے کہ المیر نے بھی دوبارہ کوئی بات نہیں کی تھی۔وہ اذان ہونے کا انتظار کرنے لگی تھی۔

مغرب کی اذان ہونے میں دس منٹ باقی تھے جب وہ،ارحم اور شہزاد کے ساتھ اس ہوٹل میں داخل ہوا تھا۔پہنچتے پہنچتے بھی انہیں کافی دیر ہو گئی تھی۔ارحم کی کسی بات پر ہنستے ہوئے وہ ان دونوں کے پیچھے اندر آیا تھا اور سیل فون میں وقت دیکھتے ہوئے سرسری سی نظر ریسٹورنٹ میں دوڑائی تھی۔دور ایک میز پر کاسنی رنگ نے اسکی توجہ اپنی جانب کھینچی تھی۔اسکے آفس میں کھڑی سر سے پھسلتا

دوپٹہ درست کرتی ملاحہ کا سراپا اسکی نگاہوں میں لہرایا تھا۔ یکایک ہی اسکے لبوں پر مسکراہٹ دوڑی تھی۔ سر جھٹک کر وہ آگے بڑھنے لگا تھا جب اس لڑکی نے بھی اپنے سر سے پھسلتا دوپٹہ درست کیا تھا۔ عشارب ٹھٹک کر رک گیا تھا۔ وہ لڑکی کسی لڑکے کے ساتھ بیٹھی تھی مگر اس لڑکی کی پشت اسکی جانب تھی اس لیے وہ دیکھ نہیں پایا تھا کہ وہ کون تھی مگر اس ایک حرکت سے عشارب کو اس لڑکی پر ملاحہ کا گمان ہوا تھا۔ اس کے قدم خود بخود ہی اس جانب بڑھے تھے۔

ارحم نے اسے پکارا تھا مگر اس نے اسکی پکار نظر انداز کردی تھی۔ بڑھتے قدموں کے ساتھ ساتھ عشارب کے دل کی دھڑکن بھی بڑھی تھی۔ جو لڑکی اسکے ذرا سا چھونے پر اسے بنا سوچے سمجھے بے خوفی سے تھپڑ مار سکتی تھی وہ بھلا کسی لڑکی کے ساتھ ڈیٹ پر کیسے جا سکتی تھی۔ اپنی سوچوں میں الجھتے ہوئے وہ اس ٹیبل تک پہنچا تھا تو اس کا شک یقین میں بدل گیا۔ تیز تیز چلتی دھڑکن ٹھہر گئی تھی۔ اب بالکل خاموشی تھی۔۔۔ وہ ملاحہ ہی تھی جو باہر دیکھنے میں مصروف تھی۔

نظروں کی تپش پر ملاحہ نے باہر سے نظریں ہٹا کر چہرہ گھما کر دیکھا تھا تو اسکی سانسیں تھم گئی تھیں۔ وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ پہلے یہ اسے اپنا ڈراؤنا خواب لگا تھا مگر ان نظروں کو دیکھ کر اسے یقین آ گیا تھا۔ عشارب ملک اسکے سامنے کھڑا اسے سرد نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی وہ کیوں اتنا گھبرا گئی تھی شاید اس لیے کہ اسے بلکل توقع نہیں تھی کہ وہ یہاں ہو گا۔

"آ۔۔آ آپ". دھیمی آواز میں اس نے ہکلا کر پوچھا تھا۔ عشارب نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ بس اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ انکھوں میں اشتعال لیے۔۔۔ پھر اس نے بس ایک نظر اسکے ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھا تھا اور واپس اپنی جگہ پر آ گیا تھا۔ ملاحہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا اور پھر المیر کو دیکھا تھا جو عجیب نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ملاحہ اسکی نظروں کو نظر انداز کر کے واپس بیٹھ گئی تھی۔

عشارب کی نظریں اس ہی پر جمی ہوئی تھیں۔وہ نہیں جانتا تھا اسکا موڈ اسے کسی لڑکے کے ساتھ دیکھ کر کیوں خراب ہو گیا تھا۔وہ اسکی کچھ نہیں لگتی تھی۔۔۔۔اپنی مرضی کی مالک تھی جس کے ساتھ چاہتی گھوم سکتی تھی تو پھر اسکے دل میں اتنی جلن اتنی بے چینی اتنی بے کلی کیوں تھی۔۔۔وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔ارحم اور شہزاد نے اسکے بگڑے موڈ کو بخوبی نوٹ کیا تھا مگر اسکے غصے کی وجہ سے فی الحال کوئی سوال نہیں کیا تھا۔اپنی پشت پر اسکی نظروں کی تپش وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھی۔تصدیق کے لیے اس نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا تھا تو وہ ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ملاحہ نے گردن واپس موڑ لی تھی۔

اذان شروع ہوئی تھی تو ملاحہ نے تمام سچوں کو جھٹک کر دعا کی تھی۔پھر کھجور کھائی تھی اور پانی پیا تھا۔جب المیر نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"یہ کون تھا؟"۔ابرو اٹھا کر اس نے ملاحہ کے پیچھے اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"آفس کے باس کا بیٹا"۔ گھونٹ گھونٹ پانی بھرتے ہوئے اس نے سرسری سا بتایا تھا تو المیر طنزیہ سا مسکرایا تھا۔ ملاحہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

"تمہارے جاب کرنے کی ضد کی وجہ مجھے اب سمجھ آئی ہے"۔ میز پر آگے ہو کر اس نے سرگوشیانہ لہجے میں طنز مارا تھا۔ اسکی بات سمجھ آنے پر ملاحہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ المیر اتنی گھٹیا سوچ رکھتا ہوگا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ ایسے کسی شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی تھی جو اسکے کردار کی دھجیاں اڑا دے۔ کرتا ہوگا وہ اسے پسند مگر اسکے لیے اپنی عزت و آبرو زیادہ ضروری تھی۔ اسے محبت ملے مگر عزت نہیں تو وہ لعنت بھیجتی تھی ایسی ہزار محبتوں پر۔ پانی کا گلاس رکھ کر وہ غصہ ضبط کرتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور پرس اٹھا کر جانے لگی تھی۔ المیر نے اسے جانے سے نہیں روکا تھا۔ کچھ سوچ کر وہ پلٹی تھی اور پرس سے ہزار ہزار کے کچھ نوٹ نکال کر اسکے سامنے پٹخے تھے۔

"تمہاری دی ہوئی افطار کا بہت شکریہ"۔ ٹھنڈے لہجے میں کہتی وہ پیسے رکھ کر دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

عشارب نے اسے اٹھتے پھر دروازے کی جانب بڑھتے دیکھا تھا اور لپک کر اسکے پیچھے آیا تھا۔ ملاحہ باہر جانے لگی تھی جب عشارب نے آگے بڑھ کر دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تھا۔ ملاحہ پیچھے ہٹی تھی۔ اسے لگا تھا المیر اسے روکنے کے لیے آیا ہو گا مگر نظریں اٹھا کر دیکھا تھا تو وہ عشارب تھا۔

"کیا ہوا ہے ملاحہ؟"۔ اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ اتنا تو بتا سکتا تھا کہ وہ غصے میں تھی۔ ان تاثرات کو وہ بہت اچھے سے پہچانتا تھا۔ ملاحہ نے نظریں چرائیں تھیں۔ المیر نے اس ہی انسان کی وجہ سے اسکے کردار پر انگلی اٹھائی تھی۔

"کچھ نہیں"۔ دھیمی آواز میں اس نے کہتے ہوئے جانے کے لیے قدم بڑھائے تھے تو عشارب نے پھر اسکا رستہ روکا تھا وہ دوبارہ پیچھے ہوئی تھی۔

"مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے ملاحہ!۔۔۔اس طرح کیوں جا رہی ہو؟"۔اس نے بضد ہو کر ہلکی آواز میں دوبارہ اس سے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا ہے۔۔۔میرا راستہ چھوڑیں اور مجھے جانے دیں!"۔اس نے سختی سے اس سے کہا تھا وہ اسکی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔

"اس نے تمہیں کچھ کہا ہے؟"۔عشارب کے سختی سے سوال کرنے پر ملاحہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا پھر دوبارہ نظریں جھکا لی تھیں۔عشارب نے ان آنکھوں میں دیکھا تھا۔وہ اس لڑکے کو تو نہیں جانتا تھا مگر اسے دیکھ کر اتنا تو سمجھ گیا تھا کہ کوئی تو بات تھی جو وہ اس طرح بی ہیو کر رہی تھی۔

"اس نے تمہیں کچھ کہا ہے تو مجھے بتاؤ ملاحہ۔۔۔۔میں اسے دیکھ لوں گا"۔اس نے دھیمے لہجے میں نرمی سے کہتے ہوئے تھوڑا جھک کر اسکی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ملاحہ نے ان گہری براؤن آنکھوں میں دیکھا تھا اور گھبرا کر پیچھے ہوئی تھی۔سب لوگ ان دونوں کی جانب ہی متوجہ تھے اور المیر بھی۔۔۔

""آپ کیا کر رہے ہیں۔۔۔۔پلیز مجھے جانے دیں۔۔۔سب ہمیں دیکھ رہے ہیں "۔وہ جس طرح اسکا رستہ روکے کھڑا اس سے سوال جواب کر رہا تھا اس طرح المیر کا شک درست ثابت ہو جاتا۔۔۔ملاحہ نے سر گوشی میں اس سے درخواست کی تھی۔

""مجھے کسی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔اچھا تم سب چھوڑو میرے ساتھ بیٹھو کچھ کھاؤ پھر بھلے سے چلی جانا۔۔۔میں تم سے کوئی سوال نہیں کرونگا کچھ بھی نہیں پوچھوں گا۔۔۔۔مگر یوں نہ جاؤ۔۔۔اس لڑکے کو میں بعد میں ہینڈل کر لوں گا""۔عشارب نے روانی میں اپنی بات کہتے ہوئے گردن گھما کر قہر بھری نظروں سے اس لڑکے کو دیکھا تھا مگر ملاحہ کے چہرے کے تاثرات کو نوٹ ہی نہیں کیا تھا۔وہ روہانسی ہوئی تھی۔ابھی کچھ دیر پہلے ایک شخص لوگوں کی فکر سے اسے جانے سے روک رہا تھا اور اب دوبارہ ایک دوسرا اور غیر متوقع شخص بھی اسے جانے سے روک رہا تھا مگر اسکی فکر کرتے ہوئے نہ کہ لوگوں کی نظروں کی

وجہ سے۔وہ کیوں ایسا کر رہا تھا وہ نہیں جانتی تھی اور شاید عشارب خود بھی نہیں جانتا تھا۔

"میرے لیے مشکلات کھڑی مت کریں!"۔کپکپاتا لہجہ ہموار کر کے اس نے سختی سے کہا تھا اور دروازے پر زور لگایا تھا۔عشارب نے اسکے لہجے کی کپکپاہٹ کو بخوبی نوٹ کیا تھا۔وہ بھول گیا تھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے اسے اس لڑکے کے ساتھ دیکھ کر وہ کتنا مشتعل ہوا تھا۔۔۔یاد رہا تھا تو اتنا کہ وہ کچھ لمحوں کے لیے روہانسی ہوئی تھی۔اس نے دھیرے سے ہینڈل سے ہاتھ ہٹایا تو ملاحہ تیزی سے دروازہ دھکیل کر باہر نکل آئی تھی اور وہ بس افسوس سے اسے جاتا ہوا دیکھ کر رہ گیا تھا۔

گھر آ کر اس نے ابو کو اپنی مرضی بتا دی تھی۔اسکے انکار کرنے پر عالم صاحب نے اس سے وجہ نہیں پوچھی تھی۔وہ جانتے تھے کہ وہ اپنے لیے درست فیصلہ ہی کرے گی۔انہوں نے نور بانو کو بھی کہہ دیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو صاف انکار

کر دیں۔ نور بانو نے بھی جانتی تھیں کہ ملاحہ نے کچھ سوچ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہو گا مگر پھر بھی وہ وجہ جاننا چاہتی تھیں۔ ملاحہ نے انہیں ساری بات بتادی تھی۔ جاب والی بات پر تو وہ کچھ خفا ہوئی تھیں مگر المیر کی عشارب کے حوالے سے کی گئی بات انہیں بھی معیوب لگی تھی۔ انہیں بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایسی بات کر دے گا۔ رات اُنہوں نے یاسمین کو کال کر کے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے بھی پھر زیادہ زور نہیں دیا تھا شاید المیر نے ہی انہیں منع کر دیا ہو گا۔ صد شکر رشتہ نہ ہونے سے دونوں بہنوں کے رشتے میں دراڑ نہیں آئی۔ وہ پر سکون ہو گئی تھی۔

اگلے دن وہ آفس آئی تھی۔ کل ہوا واقعہ آنکھوں میں تازہ ہو گیا تھا۔ عشارب کے تو کل سے مزاج ہی کچھ اور ہو گ ئے تھے جو ملاحہ کی سمجھ سے بالاتر تھے۔ حریرہ ملک کو آفس میں بیٹھا دیکھ کر اس نے سکون کی سانس لی تھی۔ پھر کسی خیال کے تحت آگے بڑھ کر اسکے آفس میں جھانکا تھا۔ وہ اسے اپنی چیئر پر بیٹھا

نظر آیا تھا۔ برا سا منہ بناتی وہ اپنی جگہ پر آگئی تھی۔ آج بھی فائلز تھیں مگر زیادہ نہیں۔۔۔ شاید آج اسے زبردستی کا کوئی کام ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملا تھا۔ وہ خوش گواری گواری سے حیران ہوتی کام میں مصروف ہوگئی تھی۔

وہ کب سے اسکا انتظار کر رہا تھا مگر وہ اب تک نہیں آئی تھی۔ اس کی اضطرابی سامنے آفس میں بیٹھے حریرہ ملک سے چھپی نہیں رہی تھی۔ بالآخر اسے وہ دکھائی دی تھی جو دور سے اسکے آفس میں جھانکنے کے بعد واپس مڑ گئی تھی۔ وہ ایک دم اپنی چیئر پر سے کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر سامنے حریرہ ملک کی خود پر جمی نظروں کو دیکھ کر وہ دل مسوس کر واپس بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر میں وہ اپنے کام میں مصروف ہوگئے تھے تو اس نے پیون کے ذریعے ملاحہ کو اپنے آفس میں بلایا تھا۔ کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ عشارب نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تھی۔ حریرہ ملک کی نظریں دوبارہ اس پر جم گئی تھیں اس نے ان پر سے نظر ہٹا کر ملاحہ کو دیکھا تھا اور اسکی نظروں نے پلٹنے سے انکار کر دیا تھا۔ کچھ دیر پہلے کی

اضطرابی کیفیت اب غائب ہو گئی تھی۔اس نے فرنچ بیج(french beige)رنگ کا پلین شلوار قمیص پہنا ہوا تھا۔دوپٹہ سلیقے سے سر پر ٹکا ہوا تھا۔ کانوں میں کاپر کلر کی نازک سی ٹیسل ایئر رنگز(tassel earrings) جھول رہی تھیں اور بالوں میں آج ہاف کیچر لگا تھا۔اسے دیکھ کر وہ یہ تک بھول گیا تھا کہ اس نے اسے آفس میں کیوں بلایا تھا اور یہ بھی کہ سامنے بیٹھے حریرہ ملک اسکی ایک ایک حرکت ملاحظہ فرمارہے تھے۔ ملاحہ نے گلا کھنکارا تھا تو وہ سراسیمہ سا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا پھر حریرہ ملک کو دیکھ کر ذرا سنبھلا تھا اور واپس بیٹھ گیا تھا۔عشارب نے گلا کھنکارا تھا۔

"بیٹھیں"۔اپنے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ ملاحہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔آج سے پہلے تو اس نے کھڑے کھڑے ہی اسکا دماغ خراب کیا تھا۔یہ اچانک بیٹھنے کی دعوت کہاں سے مل گئی تھی۔اس نے سوچتے ہوئے اپنے پیچھے آفس میں دیکھا تھا جہاں حریرہ ملک ان دونوں کو ہی دیکھ

رہے تھے اور ساری بات سمجھ آنے پر وہ مسکراہٹ دبا کر کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

عشارب نے اپنی کرسی درست کی تھی۔ کل ہوا واقعہ یاد آنے پر وہ واقعی اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔ ملاحہ بھی اسکے تاثرات دیکھ کر سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔ عشارب نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"کل آپ کس کے ساتھ تھیں؟"۔ اس سے نظریں ملائے بغیر عشارب نے سوال کیا تھا۔ ملاحہ کو لگا تھا وہ کوئی کام کی بات کرے گا مگر اس کی سوئی اب تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ اس نے گہری سانس لی تھی۔

"میں آپکو بتانا ضروری نہیں سمجھتی"۔ اس نے کل والی والی بات دہرائی تھی۔

"آپکو بتانا پڑے گا کہ آپ کل کس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں"۔ وہ اب تک بضد تھا۔

"ڈھیٹ انسان" دل میں سوچتے ہوئے اس نے سوال کیا تھا۔۔۔۔ "کیوں بتانا پڑے گا؟"۔

"کیونکہ آپ مجھ سے جھوٹ کہہ کر گئی تھیں"۔اسے کچھ نہ سوجھی تھی تو فضول سا بہانہ گھڑ دیا تھا۔

"میں نے آپ سے کوئی جھوٹ نہیں کہا!" ملاحہ نے حیران ہو کر برہمی سے کہا تھا۔

"آپ نے مجھ سے سچ بھی نہیں کہا"۔وہ ابھی بھی جاننے کے لیے بے تاب ہوا جا رہا تھا اور اسکی بے تابی کی وجہ ملاحہ سمجھنے سے قاصر سے تھی۔

"میں اس آفس میں کسی سے ملاقاتیں کروں تو آپکو مسلئہ ہونا چاہیے۔۔۔اس آفس سے باہر میں جب چاہوں جہاں چاہوں اور جس کے ساتھ چاہوں۔۔۔مل سکتی ہوں۔۔آپ کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے"۔دوٹوک لہجے میں اس نے سختی سے اس سے کہا تھا۔

"لیکن مجھے فرق پڑا ہے ملاحہ"۔یہ بات تو اس نے سچ کہی تھی۔

"کیوں؟"۔اسکے سوال کے جواب میں وہ خاموش ہو گیا تھا۔اسے خود اس بات کا ادراک نہیں تھا کہ اسے کیوں اتنا فرق پڑ رہا تھا۔وہ کافی دیر کچھ نہیں بولا تھا تو ملاحہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"بہتر ہو گا آپ آئندہ مجھ سے اتنے سوالات نہ کریں۔۔۔اور کل تو میرا راستہ روک لیا تھا مگر آئندہ ایسا ہوا تو آگے جو کچھ ہو گا اسکے ذمے دار آپ خود ہونگے!"۔سخت لہجے میں کہتی وہ دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی جب اپنی جگہ سے کھڑا ہوتے ہوئے عشارب نے اسے روکا تھا۔

"صرف ایک سوال کا جواب دیتی جائیں اس کے بعد کوئی سوال نہیں"۔وہ دروازے کے پاس رک گئی تھی مگر پلٹی نہیں تھی جب اسے اسکی آواز سنائی دی تھی۔

"آپ کسی کی منگیتر ہیں؟"۔ عشارب نے کس دل سے ہمت کر کے یہ سوال کیا تھا فقط وہی جانتا تھا۔ ملاحہ خاموش ہو گئی تھی پھر گردن گھما کر اسے دیکھا تھا جو میز پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا اور ٹھنڈی سانس لی تھی۔

"نہیں!"۔ یک لفظی جواب دے کر وہ دروازہ دھکیل کر باہر آ گئی تھی۔

عشارب نے رکی ہوئی سانس بحال کی تھی اور پر سکون سا کرسی پر گر سا گیا تھا

گھر آ کر اسے رات تک بخار چڑھ گیا تھا۔ بدلتے موسم کی وجہ سے ہر گھر میں بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ نور بانو نے اسے دوائی دے کر صبح آفس جانے سے سختی سے منع کر دیا تھا۔ سحری تک اسکی طبیعت تھوڑی سنبھل گئی تھی۔ بخار ہلکا تھا مگر فلو مسلسل ہو رہا تھا جس کی وجہ سے سر کافی بھاری تھا۔ وہ دوائی لے کر روزہ رکھ کر آفس جانے کا ارادہ ترک کر کے سو گئی تھی مگر الارم بند ہونے کے باوجود ساڑھے آٹھ بجے اسکی خود ہی آنکھ کھل گئی تھی۔ کافی دیر سونے کی کوشش

کرنے کے بعد بھی جب اسے نیند نہیں آئی تھی تو بستر چھوڑ کر اٹھ گئی تھی اور سلکی بالوں میں کیچر لگا یا تھا۔ گھر پر رہنے سے تو بہتر تھا کہ وہ چلی ہی جاتی۔ اس نے الماری کھولی تھی اور کالے رنگ کی کرتی شلوار پریس کرنے کے لیے نکالی تھی۔ چھٹی کی وجہ سے اس نے کپڑے بھی استری نہیں کیے تھے۔ اسے آج دیر ہو جانی تھی اور باس کا بیٹا پھر اسکے دماغ کی دہی کر دیتا۔ ایک لمحے کے لیے اس کے دل نے کہا کہ آج نہ جائے۔ عشارب تو روز ہی کسی نہ کسی بات پر اس سے لڑتا تھا کوئی نئی بات تو نہیں تھی۔ یہ سوچ کر سر جھٹک کر وہ استری کرنے چل دی تھی۔ اگر اسے علم ہوتا کہ آج کا جانا اسکے لیے کتنا بھاری ہونے جا رہا ہے تو شاید وہ کبھی جانے کا ارادہ نہ کرتی

وہ کافی دیر سے آفس پہنچی تھی۔آج اسکی میز صاف پڑی تھی۔اس نے شکر ادا کیا تھا۔طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ آج کوئی اضافی کام کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

عشارب کو لگا تھا وہ آج نہیں آئے گی۔۔۔اس نے میز پر اسکے لیے رکھی گئی فائلز بھی واپس منگوالی تھیں۔وہ چھٹی تو نہیں کرتی تھی مگر آج پتہ نہیں وہ کیوں نہیں آئی تھی۔دل کچھ اداس ہو گیا تھا۔ساڑھے دس بجے تک اکتا کر اس نے واپس گھر جانے کا ارادہ کیا تھا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر آ گیا تھا۔باہر نکلتے ہوئے اسے پرنٹر کے پاس کھڑی کالے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ایک لڑکی پر ملاحہ کا گمان ہوا تھا۔اسکی ڈریسنگ دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ ملاحہ ہی تھی۔خوشگوار ای سے وہ تھوڑا آگے بڑھا تھا مگر پرنٹر سے کچھ فاصلے پر کھڑے ایک میل ورکر کو دیکھ کر وہ وہیں رک گیا تھا۔وہ شخص ملاحہ پر نظریں جمائے کھڑا تھا مگر اس نے عشارب کو نہیں دیکھا تھا۔ماتھے کی شکنوں میں اضافی ہوا تھا۔غصے سے دانت میچے تھے جس سے

اسکے ماتھے کی رگیں تن گئی تھیں۔وہ تیز قدموں سے پرنٹر تک آیا تھااور اسے گھور کر قہر بھری نظروں سے دیکھا تھاتو وہ شخص گھبرا کر ملاحہ سے نظریں ہٹا کر وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔وہ ملاحہ کی جانب پلٹا تھاجو ابھی تک اپنے کام میں مگن تھی۔

"کیا کر رہی ہیں آپ یہاں؟"

سینے پر بازو لپیٹ کر اس نے غصے سے سوال کیا تھا۔ملاحہ اپنی جگہ پر اچھل کر رہ گئی تھی۔پھر سرخ ناک اور آنکھوں کے ساتھ پلٹ کر اسکی طرف دیکھا تھاجو پتہ نہیں کہاں سے کسی بوتل کے جن کی طرح اس کے سر پر نازل ہو گیا تھا۔

"مم۔۔۔میں کام کر رہی تھی"۔ہلکا سا منمنا کر اس نے جواب دیا تھا پھر گلا کھنکارا تھا۔

"تو ہوش تو رکھا کریں کہ آس پاس کون کھڑا ہے"۔اسکا بس نہیں چل رہا تھااس شخص کو جا کر شوٹ کر دے۔

''مجھے نہیں پتہ کون کھڑا تھا''۔ ملاحہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

پتہ نہیں وہ اتنا کیوں برس رہا تھا۔

''تو پتہ رکھا کریں!!!''۔ وہ ابھی تک غصہ تھا۔ ملاحہ چپ ہو گئی تھی اور زکام کی وجہ سے آنکھوں سے نکلتا پانی ٹشو سے صاف کرتے ہوئے کاغذ اکھٹے کرنے لگی تھی۔ وہ اس سے لڑنا نہیں چاہتی تھی۔

''اب رو کیوں رہی ہیں؟''۔ عشارب نے بغور اس کی سوجھی آنکھوں اور سرخ ناک کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ اب کی بار لہجہ نرم ہو گیا تھا۔

''نہیں رو رہی۔۔۔ آپ جائیں پلیز میرا دماغ مت خراب کریں''۔ سختی سے کہتے ہوئے اس نے کاغذ کا پلندہ ہاتھوں میں اٹھایا تھا۔ عشارب کچھ دیر خاموش ہو گیا تھا۔

''میرے آفس میں آئیں۔۔۔ فوراً''۔ اسے حکم دے کر وہ واپس اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا تھا۔ گھر جانے کا تو اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

ملاحہ کوفت سے پاؤں پٹخ کر رہ گئی تھی۔

وہ اسکے آفس میں آئی تھی تو کاؤنچ کی میز پر فائلوں کا ڈھیر رکھا دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی کہ اس نے کیوں اسے آفس میں بلایا تھا۔فائلز اٹھانے کے لیے وہ آگے بڑھی تھی جب عشارب نے اپنا ہاتھ رکھ کر اسے فائلیں اٹھانے سے روکا تھا۔ ملاحہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

""آج نہیں""۔فائلوں کو اپنی طرف کھسکا کر اس نے کہا تھا تو ملاحہ چپ ہو گئی تھی۔وہ بھی کچھ دیر خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہا تھا۔

""گھر پر امی سے پٹ کر آئی ہیں کیا؟""۔اس کی سرخ ناک کو دیکھتے ہوئے اس نے مسکرا کر تنقیداً پوچھا تھا۔

""جی نہیں""۔ملاحہ کو اسکا مسکرانا سخت زہر لگا تھا۔اس نے برا سا منہ بنا کر بے زاری سے آنکھیں چڑھائی تھیں۔

"تو پھر غلطی سے ٹنٹ (tint) زیادہ لگ گیا غالباً"۔ اس نے دوبارہ اسے چھیڑا تھا۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے"۔ اسے گھور کر دیکھتے ہوئے ملاحہ نے اطلاع دی تھی۔

"کیا ہوا ہے یہ بھی بتا دیں"۔ اسے نظروں کی گرفت میں رکھتے ہوئے عشارب نے سوال پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں"۔ لٹھ مار انداز میں ملاحہ نے جواب دیا تھا۔

"تو پھر یہ ہی بتا دیں کہ دوائی لی ہے یا نہیں؟"۔ وہ اسکے لیے فکر مند تھا مگر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔

"آپکو اس سے کیا مطلب؟"۔ ملاحہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی مگر پھر بھی وہ کوئی نہ کوئی ایسی بات کر رہا تھا کہ وہ زبان پر قابو ہی نہیں رکھ پا رہی تھی۔

"سارا مطلب مجھے ہی ہے اس ہی لیے پوچھ رہا ہوں"۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اس نے گھمبیر لہجے میں کہا تھا۔ ملاحہ اسکی نظروں سے تھوڑا کنفیوز ہوئی تھی مگر پھر اپنا اعتماد بحال کیا تھا۔ سر ویسے ہی درد سے پھٹ رہا تھا اوپر سے اسکے سوال ہی ختم نہیں ہو رہے تھے۔ اسے ایک دم ہی غصہ چڑھا تھا

"میں نے آپکو کل بھی سمجھایا تھا مجھ سے اتنے سوالات مت کیا کریں۔۔۔ مگر آپکو تو شوق ہے روزے داروں کو تنگ کرنے کا۔۔ شاید خود آپکا روزہ ہوتا نہیں اس ہی لیے باقی سب کا بھی دماغ خراب کر کے رکھتے ہیں"۔ روزے والی بات پر عشارب کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔ غصے میں وہ کچھ زیادہ ہی بڑبڑا گئی تھی۔ اپنے کہے گ ئے الفاظ کا احساس ہوا تھا تو عشارب کو دیکھا تھا جو اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اسے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ الٹے قدموں خود کو کوستی وہ اس کے آفس سے باہر نکل آئی تھی۔ کیا ضرورت تھی روزے کا طعنہ مارنے کی ۔۔۔۔ اپنی کرسی پر بیٹھ کر اس نے سوچا تھا۔۔۔ پھر اوپر چھت کی طرف

دیکھا تھا..... ''اللہ جی طبیعت کی وجہ سے زیادہ بول گئی۔۔۔میرا دل دکھانے کا مقصد نہیں تھا۔۔۔ سوری''۔اس نے شرمندہ سے لہجے میں معافی مانگی تھی اور چیئر میز کے قریب کھسکا کر کام میں مصروف ہو گئی تھی

آج کام کرتے کرتے اسے دیر ہو گئی تھی۔وہ جلدی جلدی اپنی چیزیں سمیٹ کر گاڑی کی چابی ہاتھ میں اٹھا کر باہر آگئی تھی۔موسم بھی خراب ہو رہا تھا شاید بارش ہونے والی تھی۔وہ گاڑی میں آکر بیٹھی تھی اور چابی گھما کر گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔بار بار کوشش کے بعد بھی جب گاڑی اسٹارٹ نہیں ہوئی تھی تو وہ باہر نکل آئی تھی۔بونٹ کھول کر اس نے ریڈی ایٹر میں پانی ڈالا تھا پھر دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی تھی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔وہ لب کچلتی باہر آگئی تھی اور دروازہ لاک کیا تھا۔آفس میں اکا دکا لوگوں کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا جس سے وہ مدد مانگتی۔سڑک پر بھی سناٹا تھا اور کوئی ٹرانسپورٹ سروس بھی میسر

نہیں تھی جس کے ذریعے وہ گھر جا سکے ہاں مگر یہاں سے کچھ دور بس اسٹاپ تھا جہاں سے اسے کوئی رکشا یا ٹیکسی مل سکتی تھی۔وہ کچھ دیر وہاں کھڑی آٹو کا انتظار کرتی رہی تھی مگر نہ کسی کو آنا تھا اور نہ کوئی آیا تھا۔افطار میں ایک گھنٹہ باقی تھا۔وہ ابھی نکلتی تو اذانوں تک گھر پہنچ سکتی تھی۔دوپٹہ حجاب کی طرح لپیٹ کر اس نے آگے کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔نیلا آسمان کالے بادلوں سے ڈھک گیا تھا۔مٹی کی بھینی خوشبو ہوا میں ہر سو پھیل گئی تھی۔بخار کی وجہ سے اسے سردی لگنے لگی تھی۔اسکے قدموں میں تیزی آگئی تھی۔بارش اب آہستہ آہستہ تیز ہونے لگی تھی۔

وہ تیز تیز قدموں کے ساتھ چلتی جا رہی تھی جب اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی۔اس نے گردن گھما کر دیکھا تھا تو ایک چھوٹے قد کا موٹا کالا بھدا سا آدمی اسکے پیچھے آ رہا تھا۔اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے ملاحہ کو خوف آیا

تھا مگر وہ گھبرائی نہیں تھی۔اس نے گردن سیدھی کر کے اور تیزی سے چلنا شروع کر دیا تھا۔ایک تو سڑک سنسان تھی اور دور دور تک کسی ذی روح کا نام و نشان نہیں تھا۔قدموں کی آواز اب اسکے قریب ہوتی جا رہی تھی۔اس کا دل بے اختیار گھبرایا تھا اور دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ گردن ترچھی کر کے اس نے پیچھے دیکھا تھا تو وہ چہرے پر مکروہ مسکراہٹ سجائے ابھی بھی اسکے پیچھے آتا جا رہا تھا۔اسے زندگی میں آج سے پہلے بارش سے کبھی خوف نہیں آیا تھا۔ مگر آج ہر گرتی بوند اس پر آہستہ آہستہ گھبراہٹ طاری کر رہی تھی۔وہ آدمی کچھ بڑبڑایا تھا ۔ملاحہ کے جسم میں پھریری سی دوڑی تھی۔۔۔ سر میں ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔چلتے چلتے اس آدمی نے پیچھے سے اسکی کلائی کو ہلکا سا چھوا تھا۔ملاحہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی۔گھبراہٹ میں وہ توازن کھو بیٹھی تھی اور نیچے پانی میں گر گئی تھی۔سنبھلنے کے چکر میں اسکی ہتھیلیاں زخمی ہو گئی تھیں۔اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی مگر سر اتنی بری طرح گھوما تھا کہ وہ ناکام رہی تھی۔وہ آدمی

وحشیانہ انداز میں ہنسا تھا۔ ”کب سے بھاگی جارہی ہو۔۔۔ کہاں چلنا ہے میں لے چلتا ہوں“۔ وحشیانہ ہنستے ہوئے وہ اس کے قریب ہوتا جارہا تھا۔ ملاحہ کے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی تھی۔ سانسیں بے ترتیب ہوئی تھیں۔۔۔ آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔۔۔۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر اس اس اٹھا نہیں گیا۔۔۔۔ اس نے چیخنے کی چلانے کی کوشش کی مگر اسکی آواز ہی نہیں نکلی۔۔۔۔ اسکی بے بسی عروج پر تھی۔۔۔ ”مجھے اپنی حفاظت بخوبی کرنا آتی ہے“ ابو کو کہے گ ئے الفاظ اسے اپنے کانوں میں سنائی دیے تھے۔ ”مجھے بھی آپکی طرح مضبوط بننا ہے“۔ چھت پر کھڑے فاران کا جملہ اسکے کانوں میں گونجا تھا۔

”گھبراؤ نہیں میں تو بس مدد کرنا چاہ رہا ہوں“۔ وہ آدمی اب ہنستے ہوئے جھک کر اس کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔

”مجھے بھی بس تمہاری ہی طرح اتنا مضبوط بننا ہے“۔ اسے اس آدمی کے ہلتے لب دکھائی دیے تھے مگر عیشال کی آواز کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیا تھا۔ اس نے بے

ساختہ کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔اس آدمی کا ہاتھ اسکے بلکل قریب آگیا تھا۔
"ایک دن میں بھی آپکی طرح طرح ہی بریو بن جاؤ نگی۔۔۔۔ پھر نہیں رویا کرونگی"۔آنکھوں سے موتی ٹوٹ کر بارش کے پانی میں غائب ہوئے تھے۔اس آدمی کو دیکھ کر وہ اپنی آنکھیں بند کر کے پوری قوت سے چلائی تھی۔ مگر آنکھیں بند کر لینے سے بھی منظر نہیں بدلا تھا وہ اب بھی وہیں کھڑا مکروہ ہنسی ہنس رہا تھا۔ ملاحہ کے دوپٹے کا کنارہ اسکے ہاتھ میں تھا۔ ملاحہ نے شکوہ کناں لہجے میں آسمان کی جانب دیکھا تھا اور بے بسی سے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

وہ سسکیاں لیتے ہوئے لرز رہی تھی۔اس نے ایک آخری کوشش کے طور پر اپنے دوپٹے کا کنارہ کھینچا تھا جب اس آدمی نے ایک زوردار تھپڑ اسکے منہ پر دے مارا تھا۔وہ ایک جھٹکے سے زمین پر گری تھی۔کانوں میں سیٹیاں گونجی تھیں اور الٹے گال پر جلن کا شدید احساس ہوا تھا۔اس کا ذہن ماؤف ہو گیا تھا جب وہ آدمی

غصے سے دوبارہ اس کی جانب جھکا تھا مگر اچانک سے ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس آن ہوئی تھیں اور ہارن کی چھنگارتی ہوئی آواز فضا میں گونجی تھی۔ ملاحہ نے تکلیف سے بمشکل سیدھا ہوتے ہوئے چبھن سے آنکھوں کے آگے ہاتھ کیے تھے جبکہ اس آدمی نے بھی آنکھوں کے آگے ہاتھ کا چھجا سا بنایا تھا۔ پھر اچانک ہی وہ گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھی تھی اور اس آدمی کو زوردار ٹھوکر لگی تھی۔ وہ آدمی اب منہ کے بل گر چکا تھا۔ ملاحہ یکدم گھبرا کر پیچھے کھسکی تھی۔ وہ آدمی اسکے سامنے گرا ہوا تھا۔ اس آدمی نے گھبرا کر اٹھنا چاہا تھا جب گاڑی ریورس میں دوبارہ پیچھے ہوئی تھی اور دوبارہ تیز رفتاری سے آگے بڑھی تھی۔ اس آدمی کی گاڑی سے دوبارہ ٹکر ہوئی تھی اور وہ دوبارہ ڈھے گیا تھا۔ اس آدمی کے ماتھے سے خون رسنے لگا تھا۔ ملاحہ کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں اور دماغ سن ہو گیا تھا۔ اسے گاڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تھی۔ گاڑی چلانے والا اب باہر اتر چکا تھا اور گاڑی کی پیلی ہیڈ لائٹس کے آگے رک چکا تھا۔ ملاحہ نے نظریں اٹھائی تھیں۔

اس شخص کی مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔ سر میں اٹھتی ٹیسوں اور بھیگی آنکھوں کے ساتھ اس نے آنکھیں چندھیا کر اس شخص پر نظریں مرکوز کی تھیں جب اچانک ہی زمین پر پڑے شخص کے وجود میں حرکت ہوئی تھی۔ ملاحہ نے خوف سے کھڑے ہوئے شخص سے نظریں ہٹا کر اپنے سامنے پڑے آدمی کو دیکھا تھا جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ ہتھیلیوں کے بل مزید پیچھے ہوئی تھی۔

"اٹھنا مت!"۔ کھڑے ہوئے شخص نے بھاری کرخت زدہ آواز میں اس شخص کو جیسے کوئی تنبیہہ دی تھی۔ ملاحہ اپنی جگہ پر جامد ہو گئی تھی۔ وہ یہ آواز پہچانتی تھی۔ بارش کی بوندوں کی رفتار کم ہونے لگی تھی۔ اس نے تصدیق کے لیے نظریں اوپر اٹھائی تھیں اور وہ اپنی جگہ پر تھم گئی تھی یا یوں لگا تھا جیسے وقت تھم گیا ہو۔ وہ وہی تھا جو چہرے پر غصیلے تاثرات اور ماتھے پر شکنوں کا جال بُنے زمین پر پڑے شخص پر نظریں جمائے مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا۔ بلاشبہ وہ عشارب ملک ہی

تھی۔ گھنے بال گھیلے ہو کر ماتھے پر ڈھلک چکے تھے اور بارش کی وجہ سے وہ مکمل بھیگ چکا تھا۔

زمین پر پڑے بھدے وجود نے اسکی تنبیہہ ان سنی کی تھی اور وہ کہنیوں کے بل اوپر اٹھا تھا۔

"تم نے سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے؟!"۔ عشارب نے دھاڑتے ہوئے اپنا جوتا قوت سے اسکی کمر پر رکھا تھا تو وہ کراہ کر زمین پر ڈھے گیا تھا۔اس نے ایک نظر اسے دیکھ کر ملاحہ پر نظریں مرکوز کی تھیں جو انکھوں میں بے یقینی لیے اسکی جانب ہی متوجہ تھی۔اس نے اپنا بھاری جوتا اس کے وجود سے ہٹایا تھا اور دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اسکے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں ملاحہ؟"۔ آواز میں اب پہلے جیسی کرختگی کا کوئی عنصر نہیں تھا ۔اس کے لیے آنکھوں میں نرمی لیے وہ فکر مندی سے دریافت کر رہا تھا۔ایک لمحے کے لیے ملاحہ کو بالکل یقین نہیں آیا تھا کہ وہ بھی اسکی مدد کے لیے وہاں

آسکتا تھا۔ وہ خاموش رہی تھی۔ آنکھوں میں کچھ تو ویرانی تھی جس سے عشارب کا دل اندر تک کٹ کر رہ گیا تھا۔ آنکھوں سے ہوتے ہوئے اس کی نظر اسکے ماتھے پر پڑے ہوئے نیل پر پڑی تھی۔ وہ ٹھٹکا تھا۔ آنکھوں میں یکایک ہی قہر اترا تھا۔ ''اس نے آپکو ہاتھ لگایا ہے؟''۔ لہجہ دھیما مگر سخت تھا جیسے وہ بڑے ضبط سے پوچھ رہا ہو۔ اس کا دایاں گال بھی نہایت سرخ تھا۔ عشارب کے دل کو کسی نے مٹھی میں جکڑا تھا۔ ملاحہ اب بھی چپ رہی تھی۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی مگر وجود میں اتنی ہمت باقی نہ رہی تھی کہ وہ کچھ بول پاتی۔ آنکھوں سے ایک موتی ٹوٹ کر سرخ گالوں سے چپکی بارش کی بوندوں میں کہیں غائب ہو گیا تھا۔

عشارب نے اسکے کندھے پر جھولتے ڈوپٹے کو دیکھا تھا پھر اسکی نظر اسکی زخمی ہتھیلیوں پر پڑی تھی جو بہت بری طرح چھل گئی تھیں۔ اس کے اندر اچانک ہی غصے کا طوفان اُمڈ آیا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور پلٹ کر اس آدمی پر جھکتے ہوئے اسے سیدھا کیا تھا۔ اس آدمی نے سیدھا ہوتے ہوئے آنکھیں کھولیں تھیں

جب عشارب نے الٹے ہاتھ سے اسکا گریبان تھاما تھا اور سیدھے ہاتھ کی مٹھی بنا کر اندھا دھند اس پر مکوں کی برسات شروع کر دی تھی۔ ملاحہ اپنی جگہ پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔

''تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی اسے ہاتھ لگانے کی!'' وہ دیوانہ وار اسے بری طرح پیٹتے ہوئے دھاڑا تھا۔ وہ آدمی اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھوں سے اپنے چہرے کو بچانے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔ عشارب کے مکوں میں اتنی قوت تھی کہ وہ اپنے دفاع میں کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔ عشارب کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس شخص کو زندہ زمین میں گاڑ دے۔ جب تک اس کے دائیں گال سے خون رسنا شروع نہ ہوا عشارب نے اس پر مکے مارنا نہیں چھوڑے۔ وہ آدمی درد سے کراہنے لگا تھا۔ عشارب نے تیز سانسوں کے ساتھ ایک نظر اپنی بھنچی ہوئی مٹھی کو دیکھا تھا جہاں چاروں انگلیوں کے جوڑوں پر خون جم گیا تھا۔ اس نے بے ترتیب سانسوں کے ساتھ اسے ایک جھٹکے سے چھوڑا تھا۔ اس کا اپنا وجود بے

ترتیب ہو گیا تھا۔ گلے میں موجود ٹائی ڈھیلی ہو کر ایک طرف کو جھول رہی تھی سفید شرٹ جسم سے چپکی ہوئی تھی جس کے کالر کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔

زمین سے کھڑے ہوتے ہوئے اس نے اپنی شرٹ کی آستینوں کو کہنیوں سے تھوڑا پہلے تک موڑا تھا۔ کالے جوتوں سے ایک ٹھوکر اس آدمی کو ماری تھی۔ وہ آدمی تکلیف سے کراہا تھا۔ وہ پلٹ کر ملاحہ کی جانب پلٹا تھا اور ساکن ہو گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر ایک طرف کو لڑھکی ہوئی تھی۔ اس کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔ تیز قدموں سے وہ اس تک پہنچا تھا۔ وہ شاید بے ہوش ہو گئی تھی۔ نیچے بیٹھتے ہوئے عشارب نے شانوں سے پکڑ کر اسے سیدھا کیا تھا۔ وہ بے جان سی اسکے سینے سے ٹکرا گئی تھی۔ عشارب نے بند ہوتے دل کے ساتھ اس کا چہرہ تھپتپایا تھا۔ وہ بخار میں جل رہی تھی۔

"ملاحہ آنکھیں کھولیں پلیز"۔اس کی آنکھوں میں نمی سی اتری تھی اور لہجہ واضح طور پر کپکپایا تھا۔ملاحہ ابھی بھی ہوش و حواس سے بے گانہ تھی۔عشارب نے اسکی ہتھیلیاں سہلائی تھیں۔

"ملاحہ اٹھیں پلیز آنکھیں کھولیں"۔اسے لگ رہا تھا وہ کچھ دیر اور اس حالت میں رہی تو اسکا دل بند ہو جائیگا۔عشارب نے ہتھیلی چھوڑ کر دوبارہ اسکا چہرہ تھپتپایا تھا جب ملاحہ نے بمشکل آنکھیں کھولی تھیں۔منظر ابھی بھی دھندلا تھا۔عشارب نے دوبارہ زور سے اسکا گال تھپتپایا تھا۔جب ملاحہ کو تھوڑا تھوڑا ہوش آیا تھا۔اس نے بمشکل گھومتے سر پر ہاتھ رکھ کر نظریں اٹھائی تھیں اور خود کو عشارب کے قریب دیکھ کر یکدم ہی مکمل ہوش میں آگئی تھی۔اس نے ایک جھٹکے سے خود کو عشارب سے دور کیا تھا۔"ہا۔۔ہاتھ مت۔۔لگائیں۔۔۔مجھے"۔بے ترتیب سانسوں کے ساتھ اس نے اٹکتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا تھا۔عشارب جانتا تھا وہ ایسا ہی ردِ عمل دے گی۔وہ کپکپاتی ٹانگوں کے ساتھ اب اپنی

جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی جبکہ عشارب ابھی بھی بکھرا سا زمین پر بیٹھا تھا۔ تیز بخار اور پھر روزے کی وجہ سے اسکے وجود میں جان نہیں رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے دوبارہ اندھیرا چھایا تھا اور وہ گرنے لگی تھی۔ جب عشارب نے بروقت کھڑے ہوتے ہوئے اسے شانوں سے تھاما تھا۔

"مجھے مدد کرنے دیں۔۔۔ پلیز"۔ اس نے منت بھرے لہجے میں کہا تھا اور اسے سہارا دیتے ہوئے گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔ ملاحہ نے کوئی احتجاج نہیں کیا تھا۔ اسکے اندر اتنی بھی طاقت نہیں تھی کہ وہ اسکے سہارے کے بغیر کھڑی بھی ہو سکے۔ عشارب نے گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے بیٹھنے میں مدد دی تھی۔ پھر دروازہ بند کر کے وہ اس جگہ پر آیا تھا جہاں وہ بے ہوش ہوئی تھی۔ اس نے جھک کر اسکا گھیلا دوپٹہ اور چپلیں اٹھائی تھیں۔ بارش کی بوندیں اب کافی ہلکی ہو گئی تھیں۔ اس نے سڑک پر دیکھا تھا جہاں سے وہ آدمی غائب تھا۔ یقیناً وہ موقع ملنے پر وہاں سے جا چکا تھا۔ اپنے اندر اٹھتا اشتعال دباتے ہوئے وہ گاڑی کی جانب بڑھا

تھااور دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے دونوں چیزیں پیچھے رکھی تھیں۔ایک نظر سیٹ سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے دھیرے دھیرے سانس لیتی ملاحہ کو دیکھا تھااور گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی تھی۔

افطار میں ابھی وقت تھا۔اس نے گاڑی ایک میڈیکل اسٹور کے سامنے روکی تھی۔وہ اسے اس حالت میں اسکے گھر چھوڑ سکتا تھانہ ہی اپنے گھر لے جاسکتا تھا۔اگنیشن بند کرتے ہوئے اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے برابر میں بیٹھی ملاحہ کو دیکھا تھاجو کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں مرکوز کیے ہوئی تھی۔گاڑی رکنے پر ملاحہ نے ہلکی سی گردن گھما کر عشارب کو دیکھا تھا۔وہ اسکی جانب ہی متوجہ تھا۔ایک نظر ملاحہ کو دیکھ کر اس نے اپنی سیٹ کی پشت پر پھیلا کوٹ اتارا تھااور اسکی جانب بڑھایا تھا۔ملاحہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔دماغ ویسے ہی ابھی صحیح

طرح کام نہیں کر رہا تھا۔ عشارب نے خود ہی خاموشی سے اسکے دونوں شانوں پر ڈال دیا تھا۔

"گاڑی کا دروازہ لاک کر لیں۔۔۔۔ میں ابھی آ رہا ہوں". اس سے نظریں ملائے بغیر سامنے دیکھتے ہوئے اس نے کہا تھا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہاں مگر پوچھ نہیں پائی تھی۔ وہ فوراً ہی باہر نکل گیا تھا۔ اس نے دروازہ لاک نہیں کیا تھا۔ اس کا دیا ہوا کوٹ صحیح طرح اپنے اوپر پھیلایا تھا۔ گاڑی میں بھینی خوشبو کے ساتھ وہ ایک مخصوص کلون کی خوشبو بھی تھی۔ یہ شاید وہ ہی خوشبو تھی جو اسکے آفس میں داخل ہوتے ہی نتھنوں سے ٹکراتی تھی اور وہی خوشبو اسکے کوٹ سے بھی آ رہی تھی۔ ملاحہ نے اس جانب دیکھا تھا جہاں وہ گیا تھا۔ وہ ایک میڈیکل اسٹور کی دکان پر کھڑا تھا اور گاہے بگاہے گاڑی کی جانب بھی دیکھ رہا تھا۔ ملاحہ کو امید نہیں تھی کہ وہ اسکے لیے وہاں اتنے رش میں کھڑا ہو سکتا ہے بالکل ویسے ہی جیسے اسے

امید نہیں تھی کہ کوئی اسے کچھ دیر پہلے ہوئے واقعے سے بچا سکتا ہے اور وہ کوئی بھی عشارب ملک۔اس نے نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ آنکھیں موند لی تھیں۔

کچھ دیر بعد گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ اندر بیٹھ گیا تھا۔ملاحہ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا جس کے ہاتھ میں ایک شاپر میں فرسٹ ایڈ کا سامان تھا۔اس نے خاموشی سے شاپر سے اینٹی سیپٹک وائپس (antiseptic wipes) نکالے تھے اور اپنی چوڑی ہتھیلی اسکے سامنے پھیلائی تھی۔"ہاتھ۔۔۔۔پلیز". عشارب نے اس سے نظریں ملائے بغیر نرمی سے کہا تھا۔ملاحہ نے ہاتھ آگے نہیں کیا تھا۔عشارب نے اسکی جانب دیکھا تھا۔وہ اسکے ہی دیکھ رہی تھی۔ "پلیز..". منت بھرے انداز میں اس نے کہا تھا یوں جیسے ملاحہ سے زیادہ اسکے لیے اسکے زخموں پر مرہم رکھنا ضروری ہو۔ملاحہ نے دھیرے سے اپنی دائیں ہتھیلی کوٹ سے باہر نکالی تھی اور اسکے سامنے پھیلائی تھی۔عشارب نے اس سے نظریں ہٹا کر اسکی ہتھیلی پر نظریں جمائی تھیں اور زخمی شدہ سرخ ہتھیلی دیکھ کر

اس نے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔ پھر اسکی نازک ہتھیلی کو اپنی نرم گرفت میں لیا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اسکی ہتھیلی وائپس سے صاف کرنے لگا تھا۔ ملاحہ خاموشی سے اسے اپنے زخموں پر مرہم رکھتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اسکے گھنے براؤن بال ہلکے ہلکے نم تھے اور ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ بہت دیھان سے اسکی ہتھیلی صاف کر رہا تھا۔ پھر اس نے فرسٹ ایڈ بینڈس اسکی ہتھیلی پر چپکائے تھے۔

"دوسرا ہاتھ"۔ اسکی ہتھیلی چھوڑ کر اس نے دوسرا ہاتھ مانگا تھا۔ ملاحہ نے دایاں ہاتھ کوٹ کے اندر کر کے بایاں ہاتھ اسکے سامنے پھیلایا تھا۔ یہ ہتھیلی دوسرے ہاتھ کے مقابلے زیادہ زخمی تھی۔ عشارب نے نرمی سے اسکی ہتھیلی تھامی تھی اور وائپش سے اسکی ہتھیلی صاف کی تھی جب تکلیف کے احساس سے ملاحہ کے منہ سے سسکاری نکلی تھی۔

"سوری"۔ ہتھیلی سے نظریں ہٹا کر اس نے ملاحہ کو دیکھا تھا۔ اس ہی پل ملاحہ کی نظریں بھی اس سے ملی تھیں۔ اسکی تکلیف پر عشارب کی نظروں میں کچھ تو تھا

جس سے ملاحہ نے نظریں چرائیں تھیں۔ ""بس کافی ہے""۔ ملاحہ نے جھجکتے ہوئے اپنی ہتھیلی اسکے ہاتھ سے چھڑوائی تھی۔ عشارب نے نرمی سے اسکی ہتھیلی چھوڑدی تھی اور فرسٹ ایڈ بینڈ اسکی جانب بڑھایا تھا۔ ملاحہ نے خاموشی سے اسکے ہاتھ سے بینڈ تج لے کر اپنی ہتھیلی پر لگائی تھی۔ پھر اس نے آئس پیڈ اسکی جانب بڑھایا تھا۔ ملاحہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا تو اس نے انگلی سے ماتھے کی جانب اشارہ کیا تھا۔ ملاحہ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ لگایا تھا۔ اسکے سر پر چوٹ لگی تھی شاید گرنے کی وجہ سے اسکے ماتھے پر نیل پڑ گیا تھا۔ اس نے اسکے ہاتھ سے آئس پیڈ کے کر ماتھے پر رکھا تھا۔ کچھ دیر دونوں کے بیچ خاموشی رہی تھی۔ پھر عشارب نے اپنا گلا کھنکارا تھا۔

""جب آپکی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو آپ پیدل کیوں گھر کے لیے نکلیں۔۔۔۔ گاڑی خراب ہو گئی تھی؟""۔ اس نے تحمل سے بات کا آغاز

کرتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔ ملاحہ نے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔ اسکے تاثرات سخت تھے۔ وہ اسکی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔

”جی...“ ملاحہ نے سر جھکا کر محض اتنا ہی کہا تھا۔

”تو آپ میں اتنی بھی عقل نہیں تھی آفس کے اندر آ کر کسی سے مدد مانگ لیں؟“۔ اس نے دوبارہ ضبط سے سوال پوچھا تھا۔

”آفس میں کوئی نہیں تھا“۔ اس نے فوراً ہی کہا تھا۔

”میں تھا ملاحہ۔۔۔ آپ آکر دیکھ سکتی تھیں۔۔۔ میں تھا!“۔ وہ بھی دوبدو بولا تھا۔

”مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ ہیں“۔ ملاحہ نے نظریں کھڑکی سے باہر جمائے ہوئے کہا تھا۔

"اور اگر آپکو پتہ بھی ہوتا تو کیا آپ مجھ سے مدد لینے آتیں؟"۔اس کے کہنے پر عشارب نے سختی سے کہا تھا۔ ملاحہ نے نظریں گھما کر اسے دیکھا تھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپکی انا آپکے لیے اتنی ضروری تھی کہ آپ نے اکیلے جانا اور اپنے لیے مشکل کھڑی کرنا بہتر سمجھا بجائے میرے پاس آکر مجھ سے مدد لینا مجھے کہنا کہ گھر چھوڑ دیں۔۔۔ بلکہ نہیں اس سب سے تو آپکی انا ٹوٹ جاتی ناں۔۔۔"۔وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسے ٹھیک ٹھاک سنا چکا تھا۔ وہ خاموشی سے اسکی باتیں سن رہی تھی۔ وہ ایک ایک لفظ صحیح کہہ رہا تھا۔ اگر اسے معلوم بھی ہوتا کہ عشارب آفس میں ہے۔۔۔ وہ تب بھی اس سے کبھی مدد نہ لیتی۔ اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔ وہ خاموش ہو گیا تھا۔ وہ اس پر چیخنا چاہتا تھا چلانا چاہتا تھا غصہ کرنا چاہتا تھا مگر کچھ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ اسکا دل اس بات کی اجازت نہیں دے رہا تھا کہ وہ اس پر اپنی آواز تک اونچی کرے۔ اس نے اس سے نظریں ہٹا کر باہر

سڑک پر جمادی تھیں۔ کچھ دیر بعد گھڑی میں وقت دیکھا تھا اور دوبارہ اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"آپ ایڈریس بتادیں۔۔۔ میں آپکو آپکے گھر چھوڑ دیتا ہوں ابھی افطار میں بیس پچیس منٹ باقی ہیں"۔ اس نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھ کر اس سے کہا تھا۔ وہ اسکی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔ ملاحہ کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی نمی اتری تھی اور آنسو رواں ہو گئے تھے۔ اس نے آئس پیڈ ڈیش بورڈ پر رکھا تھا۔ عشارب نے گردن موڑ کر اسکی جانب دیکھا تھا۔ وہ رو رہی تھی۔

"میں گھر نہیں جاؤنگی"۔ اس نے روتے ہوئے آنسو پونچھے تھے۔ عشارب نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

"کیوں نہیں جائینگی؟"۔ وہ حیران ہوا تھا۔

"میں گھر نہیں جاؤنگی۔۔۔ میں اپنے بابا کا سامنا نہیں کر پاؤں گی"۔ وہ ہنوز روئے جا رہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوگا ملاحہ۔۔۔میں سچویشن ہینڈل کرلوں گا"۔عشارب کو اسکے آنسوؤں سے تکلیف ہورہی تھی۔وہ بھلا کب اس کمزور ملاحہ سے آشناں تھا۔اس نے تو بس غصے سے بھڑکتی لڑتی جھگڑتی ملاحہ کو ہی دیکھا تھا۔اسے خود کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا بس اتنا معلوم تھا کہ اسے اسکا رونا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"نہیں میں انہیں کیا جواب دونگی کہ میں اپنی حفاظت نہیں کرپائی۔۔۔"۔وہ ابھی بھی کسی چھوٹے بچے کی طرح بضد تھی۔

"میں سارے جواب دے دونگا۔۔۔آپ روئیں نہیں پلیز"۔اس نے اسے رونے سے منع کیا تھا مگر وہ ابھی بھی رو رہی تھی۔

"میں اپنی حفاظت نہیں کرپائی۔۔۔آج میں ناکام ہوگئی"۔اسکی جانب دیکھتے ہوئے وہ پھوٹ کر رو دی تھی۔عشارب نے ہونٹ بھینچ لیے تھے۔اسے سچ میں لگا کرتا تھا کہ ملاحہ بہت مضبوط ہوگی وہ نہیں روتی ہوگی۔۔۔مگر آج اسے احساس ہوا تھا وہ اوپر سے جتنی مضبوط بنتی تھی اندر سے اتنی ہی کھوکھلی تھی۔وہ

خاموشی سے اسے روتا ہوا دیکھے گیا تھا۔ سرخ ناک اور سرخ آنکھوں کے ساتھ ۔۔۔ وہ آنکھوں سے نکلنے والے آنسو بھی صاف کر رہی تھی اور آنسو بہا بھی رہی تھی۔ جب وہ رو رو کر دل ہلکا کر چکی تب اس نے اپنا گلا کھنکارا تھا۔

"کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کے لیے وہاں سے ذریعے بنا دیتا ہے جہاں سے ہمیں امید بھی نہیں ہوتی ۔۔۔ کوئی بات نہیں آپ آج نہیں کر پائیں مگر میں نے تو کر لی ۔۔۔۔ اللہ پر یقین رکھیں آپ ہمیشہ محفوظ رہیں گی ۔۔۔۔ بالکل ویسے ہی جیسے ابھی محفوظ ہیں ۔۔۔۔ میرے ساتھ"۔ ڈیش بورڈ سے ٹشو اٹھا کر اسکی جانب بڑھاتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔ ملاحہ اسے دیکھے گئی تھی۔ عشارب کا لہجہ اسکے لیے نرم بھی ہو سکتا ہے آج سے پہلے کوئی اسے کہتا تو وہ یقین نہ کرتی۔

"ویسے بھی اگر آپکی طبیعت ٹھیک ہوتی تو اس بے چارے کی چار چانچ ہڈیاں تو اب تک سلامت نہ ہوتیں"۔ اس نے بازو سینے پر لپیٹتے ہوئے سیٹ سے ٹیک لگا کر مزے سے کہا تھا۔ ملاحہ دھیرے سے مسکرائی تھی۔ اس سب میں پہلی بار

عشارب نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔دن بھر کی تھکن خود بخود ہی ختم ہو گئی تھی۔

''آپکو کیسے پتہ؟''۔چہرہ خشک کرتے ہوئے اس نے اسے دیکھا تھا جو بکھرے سے حلیے میں بھی بڑے پر سکون انداز میں بیٹھا تھا۔

''آپکو پڑھنا اتنا مشکل بھی نہیں''۔وہ کندھے اچکا کر سیدھا ہوا تھا اور اسے دیکھا تھا۔ملاحہ کو ابو کے الفاظ یاد آئے تھے۔وہ بھی تو یہ ہی کہا کرتے تھے کہ محبت کرنے والوں کے لیے چہرہ پڑھنا مشکل نہیں ہوتا۔اس نے عشارب سے نظریں چرائی تھیں۔وہ گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا تھا۔

''اب مجھے ایڈریس بتائیں اور پریشان نہیں ہوں۔۔۔۔میں ہوں ناں۔۔۔۔کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔ٹرسٹ می۔۔۔''

اس نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر نرمی کے ساتھ اتنے یقین سے کہا تھا کہ ملاحہ پھر اسے دیکھنے لگی تھی۔وہ بھلا کیوں اسکے لیے یہ سب کر رہا تھا۔کیوں اسکا اتنا

خیال اتنی فکر کر رہا تھا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔آج وہ اسے اتنا برا بھی نہیں لگا تھا ۔ملاحہ نے سر جھٹکا تھا پھر وہ اسے گھر کا ایڈریس سمجھانے لگی تھی۔عشارب نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اسکے گھر کی جانب بڑھادی تھی۔

گاڑی ایک چھوٹے سے گھر کے آگے رک گئی تھی۔عشارب نے گاڑی روک کر پچھلی سیٹ سے اسکا دوپٹہ اٹھایا تھا اور اسکی جانب دیکھے بغیر آگے بڑھایا تھا۔ملاحہ نے خاموشی سے اسکے ہاتھ سے دوپٹہ لے کر اچھی طرح خود پر پھیلایا تھا اور اسکا کوٹ اسے واپس دیا تھا۔عشارب نے اسکے ہاتھ سے کوٹ لے کر گود میں رکھ لیا تھا۔ملاحہ نے گاڑی سے اترنے کے لیے دروازے پر ہاتھ کر پاؤں آگے کیے تھے جب اسے احساس ہوا تھا کہ اسکے پیروں میں چپلیں نہیں تھیں۔اس نے آگے جھکتے ہوئے اپنے پیروں کو دیکھا تھا۔عشارب نے پیچھے مڑ کر نیچے رکھی اسکی چپلیں اٹھائی تھیں اور جھک کر اسکے گلابی مائل پیروں کے آگے رکھی تھیں۔

ملاحہ نے بے ساختہ پاؤں پیچھے کیے تھے۔ وہ انا پرست انسان اپنی انا کو پسِ پست ڈالے اسکے پیروں میں جھکا اسے چپلیں پہنا رہا تھا۔ ملاحہ نے آہستگی سے پاؤں چپلوں میں ڈالنے کے لیے آگے کیے تھے تو عشارب سیدھا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی ٹائی درست کی تھی۔ ملاحہ بغور اسے دیکھنے لگی تھی۔ اب وہ کالر کے بٹن بند کر رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی سیدھے ہاتھ کی آستین کو کلائی تک فولڈ کر کے بٹن بند کیا تھا اور بالکل اس ہی طرح الٹے ہاتھ کی آستین کو فولڈ کر کے بٹن بند کرتے ہوئے گھڑی درست کی تھی جب نظروں کی تپش کے احساس پر اس نے ملاحہ کی جانب دیکھا تھا جو بغور اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اسکے متوجہ ہونے پر ملاحہ نے سٹپٹاتے ہوئے نظریں چرائیں تھیں اور دل ہی دل میں خود کو ڈپٹا تھا۔ اب اس نے اپنا کوٹ ایک ہاتھ میں اٹھایا تھا۔ پھر ریئر ویو مرر میں جھانکتے ہوئے اپنے گھنے بال سیٹ کرنے لگا تھا۔ ملاحہ نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔ عشارب کے لب دھیرے سے مسکرائے تھے۔ وہ جانتا تھا وہ اسے ہی دیکھ رہی ہے۔ ملاحہ

نے اسکے مسکرانے پر دوبارہ اس سے نظریں ہٹائی تھیں۔ عشارب نے کوٹ ہاتھ میں تھامے دروازہ کھولا تھا اور جلدی سے باہر نکل گیا تھا۔ ملاحہ نے بھی دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔ جب عشارب کے آگے بڑھ کر اسکے لیے دروازہ کھولا تھا۔

"دوبارہ بے ہوش مت ہو جایئے گا۔۔ اس بار میرا سنبھالنے کا کوئی ارادہ نہیں". اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تھا تو ملاحہ نے اسکی بات نظر انداز کر کے آہستگی سے پاؤں باہر رکھا تھا۔ وہ اپنے پیروں میں واضح کپکپاہٹ محسوس کر سکتی تھی۔ اسکے اترنے پر عشارب نے دروازہ بند کیا تھا۔

"آپ کیا بولیں گے؟"۔ ملاحہ نے فکرمندی سے پوچھا تھا۔

"جیسے ابھی سنبھالا ہے۔۔۔ آگے بھی سنبھالتا رہونگا"۔ بلیک کوٹ پہنتے ہوئے اس نے بیچ کا بٹن بند کیا تھا اور ٹائی درست کی تھی اور اسکی آنکھوں میں دیکھ کر مضبوط لہجے میں کہا تھا۔ ملاحہ خاموش رہی تھی وہ گیٹ کی جانب بڑھا تھا تو وہ بھی

اسکے پیچھے بڑھ گئی تھی۔ وہ دونوں اب دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ عشارب نے گھڑی دیکھی تھی۔ اذانوں میں چھ سات منٹ رہتے تھے۔ ملاحہ نے بیل بجائی تھی۔ عشارب نے اسے دیکھا تھا جو اسکے برابر میں پریشان سی کھڑی تھی۔ یکایک ہی وہ اسے اپنے برابر میں کھڑی بہت پیاری لگی تھی تھی۔ اس نے گردن جھکا کر مسکراہٹ کو روکا تھا۔

"سب ٹھیک رہے گا۔۔۔ بس مجھے آوارہ اور لفنگے لڑکے کا خطاب دے کر اپنے گھر والوں سے پٹوا مت دیے گا"۔ اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اسکی جانب جھک کر کہا تھا تو ملاحہ نے سر جھٹکا تھا۔ یہاں اسکی جان خشک ہو رہی تھی اور وہ پتہ نہیں کیوں اتنا مسکرا رہا تھا۔

دروازے پر قدموں کی چاپ ابھری تھی۔ ملاحہ کے دل کی دھڑکن بڑھی تھی۔ عشارب بھی اب سیدھا ہو گیا تھا۔ دروازہ کھل گیا تھا۔ دروازہ ثمن نے کھولا تھا۔ اسے دیکھ کر اسکی آنکھوں میں خوشی اتری تھی پھر اسکے برابر میں سوٹ بوٹ

میں کھڑے کسی انجان شخص کو دیکھ کر وہ ذرا سنبھلی تھی اور سلام کیا تھا۔ دونوں نے اسکے سلام کا جواب دیا تھا اور پھر ملاحہ اندر داخل ہوئی تھی۔ عشارب بھی چھوٹے سے دروازے سے سر جھکاتا اندر داخل ہوا تھا۔ ملاحہ ایک نظر اسے دیکھ کر ثمن کے ساتھ آگے بڑھنے لگی تھی۔ عشارب بھی اسکے پیچھے چل دیا تھا۔ صحن عبور کر کے وہ تینوں اندر داخل ہوئے تھے۔ لاؤنج میں میز پر ابو، فاران اور امی دعا مانگ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر نور بانو اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھیں۔ اس نے دھیمی آواز میں نظریں جھکائے سلام کیا تھا۔ عشارب نے بھی سلام کیا تھا۔

"کہاں رہ گئی تھیں ملاحہ؟۔۔۔ یہ کوئی وقت ہے تمہارے گھر آنے کا؟"۔ نور بانو نے اس اجنبی شخص کو نظر انداز کر کے ملاحہ سے دریافت کیا تھا۔ وہ اس کے قریب آگئی تھیں پھر اسکے ماتھے پر پڑے نیل کو دیکھ کر وہ پریشان ہوئی تھیں ۔دل کسی انہونی کے خیال سے دھڑکا تھا۔

''کیا ہوا ملاحہ ؟۔۔۔سب ٹھیک تو ہے ؟''۔انہوں نے اسکا چہرہ اونچا کرتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانکا تھا۔اسکی آنکھیں نم تھیں۔عشارب گلا کھنکارتے ہوئے ایک قدم آگے بڑھا تھا۔

''اسلام و علیکم انکل۔۔۔ایکچولی مس ملاحہ آج آفس میں بے ہوش ہو گئی تھیں ۔۔۔پھر کچھ ورکرز کی مدد سے یہ ہوش میں آئیں تو ڈیڈ نے کہا کہ میں انہیں گھر چھوڑ آؤں کہ انکے گھر والے پریشان ہو رہے ہونگے۔۔۔سارے ورکرز کی ذمہ داری ہماری ہی ہے۔۔۔اوہ۔۔میں نے اپنا تعارف تو کروایا نہیں۔۔۔میں عشارب ملک۔۔۔جس کمپنی میں یہ جاب کرتی ہیں وہ میرے ڈیڈ کی ہے''۔وہ دھیمی آواز میں وضاحت دیتا ہوا محمد عالم کی طرف آیا تھا اور اپنا تعارف کرواتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ انکی جانب بڑھایا تھا مگر انہیں وہیل چیئر پر بیٹھا دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا تھا۔''وعلیکم اسلام۔۔۔آپکا بہت شکریہ بیٹا۔۔۔بیٹھیے پلیز''۔ محمد

عالم نے خوش اسلوبی سے مصافحہ کرتے ہوئے اسے بیٹھنے کی دعوت دی تھی۔ وہ خاموشی سے انکے برابر والی کرسی پر بیٹھ گیا تھا.

"میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ آج نہیں جاؤ مگر تم سنتی کہاں ہو۔۔۔۔ صبح سے میرا دل ویسے ہی گھبرا رہا تھا"۔ نور بانو نے اپنے برابر میں کھڑی ملاحہ کو بازو کے حلقے میں لیتے ہوئے گھر کا تھا۔ وہ خاموشی سے لب کچلتی رہی تھی۔ وہ انہیں کیسے بتاتی کہ ان کا دل صحیح گھبرا رہا تھا۔

"یہاں آؤ ملاحہ"۔ محمد عالم نے ہاتھ کے اشارے سے اسکو اپنے پاس بلایا تھا جو نور بانو کے بازو کے حلقے میں کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ سمجھ گ ئے تھے کہ وہ بڑے ضبط سے خود کو رونے کی کوشش سے روک رہی ہے۔ وہ خاموشی سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دائیں طرف ان کے پاس آکر کھڑی ہوگئی تھی۔ عشارب محمد عالم کے بائیں جانب بیٹھا تھا اور بغور ملاحہ کو دیکھ رہا تھا۔

”کیا ہوا میری بیٹی کو؟“۔ انہوں نے محبت سے اسکے دونوں ہاتھ تھام کر نرمی سے پوچھا تھا اور ملاحہ کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

”ابو میں بے ہوش ہو گئی تھی“۔ کہتے ہوئے وہ ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ محمد عالم نے اسے رونے دیا تھا پھر نرمی سے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ کروایا تھا۔ ”کوئی بات نہیں اب تو میری گڑیا ٹھیک ہے ناں۔۔۔ چلو دعا مانگو اذان ہونے والی ہے“۔ انہوں نے شفقت سے کہتے ہوئے اسے خود سے الگ کیا تھا تو وہ سسکیاں لیتی انکے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ باقی سب بھی اپنی جگہ پر بیٹھ گ ئے تھے۔ عشارب کو اپنا آپ غیر ضروری لگا تھا وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

”اچھا انکل اور آنٹی۔۔ میرا ابھی روزہ ہے تو چلتا ہوں۔۔۔ مام اور ڈیڈ میرا انتظار کر رہے ہونگے“۔ اس نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے مؤدبانہ کہا تھا۔

ملاحہ کو اچانک ہی صبح اس پر کیا گیا اپنا طنز یاد آیا تھا۔اس نے شرمندگی سے نظریں جھکالی تھیں۔تو

"نہیں بیٹا۔۔۔اب آپ اپنے کام چھوڑ کر ملاحہ کو گھر چھوڑنے آئے ہیں تو افطاری تو کر کے جائیں۔۔۔۔ویسے بھی اذان بس ہونے ہی والی ہے آپکے گھر جانے تک تو دیر ہو جائے گی"۔نور بانو نے ملاحہ کو دیکھ کر پھر عشارب کو دیکھا تھا اور اسے جانے سے روکا تھا۔

"ارے کوئی بات نہیں آنٹی۔۔۔۔میں راستے سے کچھ لے لونگا بلاوجہ تکلف کی ضرورت نہیں"۔وہ جس کی وجہ سے یہاں آیا تھا وہ تو اب اسکی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی بلکہ وہ تو شاید چاہ رہی تھی کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔

"نہیں بیٹا افطار کھول لیں پھر بھلے چلے جایئے گا۔۔۔اپنے گھر پر بھی انفارم کر دیں تاکہ وہ لوگ پریشان نہ ہوں۔۔۔۔بیٹھ جائیں"۔

محمد عالم کے کہنے پر وہ ایک نظر ملاحہ کو دیکھ کر دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔اذان شروع ہوئی تھی تو سب روزہ افطار کرنے لگے تھے۔

افطار کے بعد وہ محمد عالم کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا تو نور بانو نے بھی اسے چائے کے لیے روک لیا تھا۔ملاحہ کچن میں انکے پاس آگئی تھی۔وہ چائے چولہے پر چڑھا کر اب رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔

"تم کیوں آگئیں جاؤ آرام کرو اپنے کمرے میں۔۔۔۔"۔اُنہوں نے ہنڈیا میں چمچہ چلاتے ہوئے اسے کہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں اب امی۔۔۔کچھ نہیں ہوا"۔ملاحہ نے سر جھٹک کر کہا۔

"اچھا پھر ذرا چائے کپوں میں نکال کر ڈرائنگ روم میں دے آؤ۔۔۔۔میری ہنڈیا جل جائے گی"۔اُنہوں نے سالن بھونتے ہوئے اس سے کہا تھا تو اس نے سر ہلا دیا تھا۔

چائے کپوں میں انڈیل کر وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی جہاں وہ ہنستے ہوئے ابو کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔اسے یقین نہیں آیا تھا کہ یہ وہی عشارب تھا جو ہر وقت اس پر جلے کٹے جملوں کی برسات کرنے میں مصروف ہوتا تھا۔ خیر اب تو کافی دونوں سے عشارب کے انداز میں اسے واضح تبدیلی محسوس ہوئی تھی۔اس نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا جو ابو کی کسی بات پر ہنسا تھا پھر اس پر نظر پڑی تھی جو چائے کی ٹرے ہاتھ میں لیے کھڑی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

"آپ جائیں ہم لوگ لے لیں گے"۔ٹرے اسکے ہاتھوں سے لے کر سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے اسے کہا تھا اور دوبارہ سے باتوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ ملاحہ کو ان دونوں کے بیچ وہا کھڑا ہونا فالتو شے سا لگا تھا وہ منہ بناتے ہوئے پلٹی تھی۔

"ہننہ۔۔۔آیا بڑا لائٹ کا کھمبا۔۔۔۔میرے ہی گھر میں بیٹھ کر مجھے ہی باہر جانے جو کہہ رہا ہے۔۔۔۔ذرا سی مدد کیا کر دی اس کے تو مزاج ہی بدل گ ۓ ہیں ۔۔۔ابو کو بھی اپنی چکنی چپڑی باتوں میں لگا لیا ہے۔۔۔اب انہیں کیا پتہ یہ خوش مزاج صاحب روزانہ کیسے انکی بیٹی سے بھر بھر کر فالتو کام کرواتے ہیں"۔ جلتی کڑھتی سوچوں کے ساتھ وہ دوبارہ کچن میں آ گئی تھی۔

نور بانو اب سلاد کے لیے پیاز کاٹ رہی تھیں۔ وہ ان کے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے ہی لگی تھی جب وہ بول پڑی تھیں۔

"ملاحہ جو چھولے کی چاٹ ہے وہ بھی کسی لنچ باکس میں رکھ دو۔۔۔۔عشارب کو اچھی لگی تھی بچہ بعد میں کھا لے گا۔۔۔"۔انہوں نے کھڑے ہوتے ہوۓ پیاز پانی میں بھگوئی تھی۔ ملاحہ کو کوفت ہوئی تھی۔

"امی کیا ہو گیا آپکو۔۔۔اُنہوں نے تعریف کی اور آپ باندھ کر دینے لگ گئیں ۔۔۔۔"۔کام کرنے سے زیادہ اسے ان کا عشارب جو بچہ کہنا سخت زہر لگا تھا۔وہ بچہ انکی بچی کا ناک میں دم کر کے رکھتا تھا۔وہ انہیں کیسے سمجھاتی.

"تم چپ کر کے باندھ دو ورنہ میں خود کر لونگی۔۔۔میں تو کہہ رہی تھی کھانے تک ہی رک جاتا کتنا پیارا بچہ ہے۔۔۔دیکھو تمہارے ابو کا بھی کیسے دل بہلا رہا ہے"۔انہوں نے محبت سے کہتے ہوئے اسے دوبارہ "بچہ" کہا تھا تو ملاحہ کی صحیح معنوں میں تپ گئی تھی۔یہ بچہ دل نہیں بہلاتا بس دل جلاتا ہے۔وہ بس سوچ کر رہ گئی تھی پھر ابو کے آواز دینے پر انکے پاس آگئی تھی۔

"جی ابو آپ نے بلایا؟"۔ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر اس نے ان سے پوچھا تھا ۔عشارب وہاں نہیں تھا اور اسکا چائے کا کپ بھی ویسے ہی رکھا تھا۔تو کیا وہ اس سے ملے بغیر کچھ کہے بغیر ایسے ہی چلا گیا تھا۔دل اچانک ہی کچھ اداس ہوا تھا۔

"بیٹا عشارب کی کال آئی تھی وہ صحن میں گئے ہیں۔۔۔آپ یہ چائے انہیں دے آؤ ورنہ ٹھنڈی ہو جائے گی"۔ محمد عالم نے چائے پیتے ہوئے اس سے کہا تھا تو وہ اچانک ہی کچھ پر سکون ہو گئی تھی۔ وہ ابھی نہیں گیا تھا۔ بلا وجہ ہی وہ فضول سوچنے لگی تھے۔ سر ہلا کر اس نے اسکی چائے کا کپ اٹھایا تھا اور صحن کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ کان سے فون لگائے آگے پیچھے ٹہل رہا تھا۔ چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ اسے دیکھ کر رکا تھا اور کال کٹ کر دی تھی۔ پھر موبائل کوٹ کی جیب میں رکھا تھا۔ چائے کا کپ لیے وہ قریب آ گئی تھی۔ اور اس کی جانب بڑھایا تھا۔ عشارب نے مسکرا کر اسکے ہاتھ سے کپ لیا تھا۔ "میں آ ہی رہا تھا کال آ گئی تھی"۔ اس نے کہا تھا پھر رکا تھا۔ "منال تھی۔۔۔ پوچھ رہی تھی بلکہ پریشان ہو رہی تھی کہ کال کیوں ریسو نہیں کر رہا"۔ چائے کا سپ لیتے ہوئے اس نے مسکراہٹ دبا کر کہا تھا۔ ملاحہ ٹھٹکی تھی۔ چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

"تب ہی آپ کو افطاری پر جانے کی اتنی جلدی ہو رہی تھی۔۔۔۔ڈیٹ پر جانا ہو گا ناں"۔ وہ اپنی جون میں لوٹ آئی تھی۔ عشارب ہلکا سا ہنسا تھا۔ ملاحہ نے برا سا منہ بنایا تھا۔

"خیر اب تو آپکی وجہ سے کینسل ہو گئی۔۔۔ کیا ہی کر سکتے ہیں"۔اس نے کندھے اچکا کر چائے کا ایک اور سپ لیا تھا۔ ملاحہ کی صحیح معنوں میں تپ گئی تھی۔

"میں نے نہیں کہا تھا کہ میرے لیے ایدھی فاؤنڈیشن کھول لیں۔۔۔ آپکو خود ہی شوق چڑھا تھا۔۔۔۔اور بہت کہہ رہے تھے ہینڈل کر لوں گا میں یہ کر لونگا وہ کر لونگا۔۔۔۔جو آپ نے کہا ہے وہ جھوٹ ہے۔۔۔۔میں کوئی آفس میں بے ہوش نہیں ہوئی تھی"۔ ملاحہ نے سر جھٹکتے ہوئے منہ پھلا کر ہاتھ باندھے تھے۔ وہ اس سے دوبارہ لڑنا شروع ہو گئی تھی۔ عشارب کو وہ اس لمحے بہت

پیاری لگی تھی۔ وہ ایک قدم آگے آیا تھا۔ ملاحہ نے بے ساختہ اسکی جانب نظریں اٹھا کر دیکھا تھا۔

"آپکے کردار کی حفاظت کے لیے مجھے اس طرح کے سو جھوٹ اور بولنے پڑے تو میں بولونگا"۔ گردن جھکا کر اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے مضبوط لہجے میں کہا تھا۔ ملاحہ اسکی گہری براؤن آنکھوں میں دیکھے گئی تھی۔ وہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔

"اب مجھے چائے پینے دیں۔۔۔ منال کی کال آنے ہی والی ہو گی"۔ چائے کے گھونٹ بھرتا وہ مسکراہٹ دبائے ملاحہ کے قریب سے گزر کر اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ ملاحہ نے حیران ہوتے ہوئے اسے جاتا دیکھا تھا۔ منال کے ذکر پر اسکے تن بدن میں دوبارہ آگ لگ گئی تھی۔

"خود جو سمجھتا کیا ہے کھڑوس۔۔۔۔ میری بلا سے دس بار جائے منال چڑیل کے ساتھ۔۔۔۔ مجھے کیوں بتا رہا ہے"۔ جل کر سوچتی ہوئی وہ پیر پٹخ کر اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

وہ سب کو خدا حافظ کہہ کر دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ وہ اتنی جلدی گھل مل گیا تھا کہ محمد عالم نے تو اسے دوبارہ آنے کی بھی دعوت دی تھی۔ دل ہی دل میں وہ بہت خوش تھا۔ ملاحہ امی کی دی ہوئی چاٹ لے کر اسکے پیچھے آئی تھی۔ وہ دروازے سے باہر نکلا تھا تو ملاحہ نے لنچ باکس اسکی جانب بڑھایا تھا۔ عشارب نے اسکے ہاتھ سے لنچ باکس لے کر دیکھا تھا اور خوش ہو گیا تھا۔

"ارے واہ۔۔۔۔ آنٹی کتنی اچھی ہیں کتنا خیال ہے ان کو میرا بس ایک آپ ہی ہیں جس نے پانی تک کا نہیں پوچھا"۔ ہاتھ میں لنچ باکس پکڑے اس نے مسکراہٹ دبا کر کہا تھا۔

”منال کے پاس جارہے ہیں۔۔۔وہ چائے پانی سب کا پوچھ لے گی“۔آنکھیں چڑھائے ملاحہ نے منہ بنا کر دوسری جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

”اوکے“۔عشارب نے کندھے اچکائے تھے۔ملاحہ نے اسے دیکھا تھا اور اسے گھور کر دروازہ بند کرنے لگی تھی۔

”ارے رکیں تو“۔عشارب نے اپنا ہاتھ رکھ کر دروازہ روکا تھا۔ملاحہ نے گھور کر اسے دیکھتے ہوئے دروازہ کھول دیا تھا۔

”کیا ہے؟“۔لٹھ مار انداز میں اس نے منہ پھلائے پوچھا تھا۔وہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔

”کل آفس نہیں آیئے گا۔۔۔طبیعت ٹھیک نہیں گھر پر آرام کریے گا“۔اسے نظروں کی گرفت میں رکھتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا تھا۔ملاحہ نے نظریں گھما کر اسے دیکھا تھا۔

"ہاں تاکہ آپ سکون سے منال کے ساتھ وقت گزار سکیں ناں"۔اس نے گھور کر دیکھتے ہوئے آنکھیں چھوٹی کر کے بے ساختہ ہی کہا تھا۔

"آپ میری کیا لگتی ہیں جو میں آپ سے ڈر کی وجہ سے اسکے ساتھ ڈیٹ پر نہیں جا سکتا؟"۔عشارب نے مسکراہٹ دبا کر اسکی جانب جھک کر چڑانے والے انداز میں کہا تھا۔ملاحہ کو اسکی مسکراہٹ سے کوفت ہوئی تھی۔

"مگر پھر بھی بندے میں کوئی شرم ہوتی ہے۔۔۔۔رمضان کا ہی خیال کر لیتے ہیں"۔اس نے نظریں چرا کر لہجہ نارمل رکھتے ہوئے اسے کہا تھا۔

"میں اسکے ساتھ جاؤں یا کسی اور کے ساتھ۔۔۔۔رمضان میں جاؤں یا رمضان کے بعد آپکی کیوں اتنا ہٹ رہی ہے؟"۔وہ اسے تنگ کرنے سے باز نہیں آ رہا تھا۔ملاحہ کا دل چاہا تھا صحن میں رکھا گملا اٹھا کر اسکے سر پر مار دے۔

"اتنی خوش فہمیاں مت پالیں اور اب میرا دماغ مت خراب کریں۔۔۔۔جائیں آپکو دیر ہو رہی ہے"۔اس نے تنک کر کہا تھا اور دوبارہ دروازہ بند کرنے لگی تھی۔

"اچھا سنیں تو". عشارب نے دوبارہ جلدی سے دروازہ بند ہونے سے روکا تھا۔ اس بار اسکے تیور واقعی خطرناک تھے۔

ملاحہ نے سوالیہ انداز میں اسکی جانب دیکھا تھا۔اسکا موڈ پتہ نہیں کیوں خراب ہو گیا تھا۔

"رات سونے سے پہلے کوئی پین کلر لے لیے گا ورنہ تکلیف ہو گی"۔اس نے نرمی سے اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔ ملاحہ نے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ابھی اسے اتنا تنگ کر رہا تھا اور اب اسکی فکر کر رہا تھا۔

"اچھا سوری"۔ عشارب نے مسکرا کر مسکین سی شکل بنائی تھی۔ یوں جیسے وہ سمجھ گیا ہو کہ وہ یہ ہی سننا چاہتی ہے۔ ملاحہ نے آنکھیں چندھیا کر اسے دیکھا تھا۔ اسے کیسے پتہ تھا کہ وہ خفا ہو گئی ہے۔

"آپ اتنی بکواس کرینگے کہ منال کے سر میں درد ہو جائے گا۔۔۔تو یہ پین کلر کی نصیحت بھی اسے ہی کریے گا"۔اس نے چڑے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے دروازہ بند کر دیا تھا۔ دروازے کے باہر سے اسے عشارب کے اونچے قہقہے کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ بھی دھیرے سے مسکرائی تھی۔ پھر جب تک اسکی گاڑی اسٹارٹ ہو کر گھر سے آگے نہیں بڑھ گئی وہ دروازے سے ٹیک لگائے وہیں کھڑی رہی تھی۔ پتہ نہیں کیوں مگر عشارب کے لیے اسکے دل کی کیفیات بدل گئی تھیں۔

رات وہ سونے کے لیے لیٹی تھی مگر تھوڑی ہی دیر میں اسکے جسم اور سر میں شدید درد ہونے لگا تھا۔ وہ اٹھ کر سائیڈ ٹیبل کی دراز میں میڈیسن ڈھونڈنے لگی تھی۔ پھر دوا باہر نکال کر دراز بند کر کے ہاتھ میں نکال کر گلاس میں پانی انڈیلا تھا۔ ہاتھ میں رکھی ٹیبلٹ کو دیکھتے ہوئے اسے اچانک ہی وہ یاد آیا تھا۔ لب دھیرے سے مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔ پھر مسکراہٹ پر قابو پا کر خود کو ڈپٹا تھا اور دوائی کھا کر سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔

اگلے دن اس نے چھٹی کی تھی۔ شام کو افطار کے بعد عیشال اسکے گھر آگئی تھی۔ ملاحہ اسکے آنے سے بہت خوش ہوگئی تھی۔ وہ اسے اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔ اب وہ دونوں بیڈ پر بیٹھی تھیں جب عیشال کے ماتھے کی چوٹ کے بابت پوچھنے پر اس نے سرسری سا کل کا واقعہ بتادیا تھا۔ عیشال کچھ ٹھٹکی تھی۔

"یہ وہ ہی کھڑوس نہیں جس نے اتنے دنوں سے تمہارا ناک میں دم کر کے رکھا ہوا تھا۔۔۔۔اب یہ خدمتِ خلق کا جزبہ کہاں سے جاگ گیا اس میں؟"۔

عیشال نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔ ملاحہ اسے پہلے ہی عشارب کے بارے میں بتا چکی تھی۔

"وہ ہی تو۔۔۔۔مجھے بھی خود سمجھ نہیں آرہا کہ اسے اچانک سے ہو کیا گیا ہے۔۔۔۔وہ اتنا کیسے بدل گیا ہے". ملاحہ نے انگلیاں مڑوڑتے ہوئے کہا تھا۔

عشارب کے بدلے ہوئے لہجے کو دیکھ کر وہ بھی کچھ ٹھٹکی تھی۔

"دیکھ لو مجھے تو کچھ گڑبڑ ہی لگ رہی ہے۔۔۔۔اسکی طرف سے بھی اور تمہاری طرف سے بھی"۔عیشال نے کن اکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا مطلب ہے میری طرف سے کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے؟"۔وہ ذرا سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔

"کچھ نہیں۔۔۔۔میں تو بس ویسے ہی سوچ رہی تھی۔۔۔ہو سکتا ہے یہ ہی تمہارا پرنس چارمنگ ہو جو تمہارے سارے نخرے اور غصہ برداشت کرے"۔

عیشال نے کندھے اچکا کر کہا تھا۔ملاحہ بدک گئی تھی۔

"بلاوجہ۔۔۔"۔اس نے سر جھٹک کر سنبھل کر کہا تھا مگر دل کی دھڑکن اچانک ہی بڑھ گئی تھی۔عیشال نے بغور اسکے چہرے کے بدلتے رنگوں کو دیکھا تھا۔

"ویسے دکھنے میں کیسا ہے؟"۔عیشال نے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔ملاحہ نے نظریں جھکائی ہوئی تھیں۔اسکے پوچھنے پر عشارب کا سراپا اسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔بارش میں بھیگتا۔۔۔ہاتھوں کی آستینوں کو کہنیوں تک چڑھائے۔۔۔کالر کے کھلے بٹن اور ڈھیلی ٹائی کے ساتھ سفید شرٹ جو گھیلی ہونے کے باعث اسکے جسم سے چپک چکی تھی،میں ملبوس وہ ملاحہ کو کچھ مختلف تھا کہ اچانک امڈ آنے والی مسکراہٹ کو بمشکل روکتے ہوئے ملاحہ نے گلا کھنکارا تھا

۔

"ٹھیک ہے بس اتنا خاص نہیں"۔اس نے لہجہ ہر حد تک نارمل رکھا تھا مگر سامنے بھی عیشال تھی جو اسکی رگ رگ سے واقف تھی۔

"اچھا۔۔۔اور ہائیٹ کتنی ہے؟"۔

وہ اب اسے کریدنے لگی تھی۔ملاحہ کو وہ منظر یاد آیا تھا جب وہ ہوٹل میں اس کے سامنے اسکا رستہ روکے کھڑا تھا اور اسکی آنکھوں میں دیکھنے کے لیے اسکی جانب جھکا تھا۔وہ لمبے قد کی وجہ سے اکثر ہی اس سے بات کرتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانکنے کے لیے یوں ہی جھک جایا کرتا تھا۔اپنی انا کو پسِ پست ڈالے کبھی اسکے آگے اسکے قدموں میں جھکا۔۔۔کبھی مؤدبانہ سا اسکے لیے دروازے کھولے کھڑا۔۔۔یہ وہ عشارب ملک تو نہیں تھا جس سے وہ پہلی ملاقات میں ملی تھی۔اس نے سر جھٹک کر دل پر قابو کیا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ۔۔۔۔تم مجھ سے فضول سوال مت کرو اور اب بتاؤ سرپرائز کیا ہے؟"۔ملاحہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔دل کی حالت اسکے لیے نئ تھی۔یہ جذبات

اسکے لیے ناواقفیت رکھتے تھے۔عیشال نے بھی سر جھٹک دیا تھا پھر مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ ملاحہ کے سامنے کیا تھا۔ ملاحہ نے نا سمجھی سے اسکا ہاتھ دیکھا تھا۔

”کیا؟۔۔۔مہندی لگوائی ہے ؟“۔

”نہیں بدھو۔۔۔ صحیح طرح دیکھو“۔

”تو پھر کیا ہے ؟“۔ملاحہ نے بغور اسکا ہاتھ الٹ پلٹ کر دیکھا تھا پھر اسکی تیسری انگلی میں چمکتی سونے کی انگوٹھی دیکھ کر وہ ٹھٹکی تھی۔یہ اسکا الٹا ہاتھ تھا۔ملاحہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔عیشال مسکرا رہی تھی۔

”یہ کیا ہے عیشال ؟“۔وہ شاکڈ تھی۔کیا یہ وہی تھا جیسا وہ سوچ رہی تھی۔

عیشال نے اپنا انگوٹھی والا ہاتھ چہرے کے پاس کیا تھا۔

“your best friend got engaged”.

عیشال نے انگلیاں ہوا میں لہراتے ہوئے اترا کر کہا تھا تو ملاحہ منہ کر ہاتھ رکھ زور سے چیخی تھی پھر خوشی سے اسکے گلے لگ گئ تھی۔ عیشال زور سے ہنس دی تو وہ بھی خوشی سے ہنسنے لگی تھی۔ پھر وہ اس سے الگ ہوئی تھی اور اسے ایک دھپ لگائی تھی۔

"انگوٹھی بھی پہن کر بیٹھ گئیں اور مجھے اب بتا رہی ہو"۔ ملاحہ نے مصنوعی خفگی سے منہ پھیلایا تھا.

"ارے سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ وہ لوگ بس آئے مجھے دیکھا پھر اگلے دن اپنے بیٹے کو دکھانے لے کر آئے اور اس ہی دن مجھے انگوٹھی بھی پہنا کر چلے گ ئے۔۔۔ مجھے خود اب تک صحیح طرح یقین نہیں آرہا۔۔۔"

"مگر پھر بھی جب رشتے کی بات چلی تھی تب تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا"۔

"ارے میں نے کہاناں سب بس دو تین دن میں ہی ہوا اور ویسے بھی جب رشتہ آیا تھا تب مجھے یہ ہی لگا تھا کہ یہاں سے بھی ریجیکٹ ہی ہونا ہے تو بلاوجہ تمہیں بتا

کر پھر پریشان کیوں کروں۔۔۔ مگر جب ہو گیا میں نے تب ہی بتانے کا سوچا تھا میں تمہارا یہ ہی ری ایکشن دیکھنا چاہتی تھی۔۔۔ تمہیں گھر بھی اس ہی لیے بلایا تھا مگر تم آئی ہی نہیں تو مجھے ہی آنا پڑا۔۔۔اب تم ناراض تو مت ہو۔۔۔ میری ایک ہی تو پکی سہیلی ہے"۔

"نہیں میں ناراض نہیں ہوں۔۔۔۔ میں بہت خوش ہوں پاگل۔۔۔۔اور دیکھو میں تمہیں کہا کرتی تھی ناں کہ جب تمہارا رشتہ ہونا ہو گا۔۔۔ تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔۔ تم ہی بلاوجہ پریشان ہوتی تھیں۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کے کام ایسے ہی ہوتے ہیں"۔اس نے عیشال کے ہاتھ تھام کر محبت سے کہا تھا تو وہ سر جھکا کر مسکرادی تھی۔

"چلو اب مجھے میرے بہنوئی کا نام بتاؤ اور شروع سے پوری کہانی سناؤ"۔ ملاحہ نے تکیہ گود میں رکھتے ہوئے دلچسپی سے کہا تھا تو عیشال اسے سب کچھ بتانے لگی تھی۔ دونوں سہیلیاں باتوں میں مصروف ہو گئی تھیں۔

اگلے دن وہ آفس آئی تھی۔ آج اس نے ڈسک بلیو(dusk blue)رنگ کا سوٹ پہنا تھا۔ کانوں میں میچنگ ایئر رنگز تھیں اور ہاتھوں میں سوٹ کے ساتھ کی چوڑیاں۔ سوٹ سادہ سا تھا مگر اس پر کافی کھل رہا تھا۔ ایک دن کی چھٹی کے بعد وہ آج بہت فریش تھی۔ وہ اپنے فلور پر آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔ منال اسکے برابر میں اپنی جگہ پر بیٹھی تھی۔ اسے دیکھ کر اس دن ہوئی عشارب سے گفتگو اسکے ذہن میں تازہ ہوئی تھی۔ وہ سر جھٹک کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی اور لیپ ٹاپ کھول کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ کچھ دیر بعد اسکا خیال آنے پر اس نے لیپ ٹاپ سے سر اٹھا کر سر حریرہ کے آفس میں دیکھا تھا۔ وہ آج آئے تھے مگر اسے عشارب کا نہیں پتہ تھا کہ وہ آیا ہے یا نہیں۔ آج اسکی میز پر کوئی فائل بھی نہیں تھی وہ شاید آج نہیں آیا تھا۔ وہ سر جھٹک کر اپنا کام کرنے لگی تھی

جب اسکے آفس کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی۔ ملاحہ کی لیپ ٹاپ پر چلتی انگلیاں رک گئی تھیں۔اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تھا وہ اپنے آفس سے باہر نکل آیا تھا۔نے وی بلیو شرٹ کی آستینیں فولڈ کیے،ہاتھ میں سلور رنگ کی واچ کے ساتھ وائٹ پینٹ پہنے وہ اپنے موبائل پر نظریں جھکائے شاید سر حریرہ کے آفس میں جا رہا تھا۔گھنے بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔آفس میں جاتے ہوئے اس نے یوں ہی نظریں اٹھا کر اس طرف دیکھا تھا جہاں وہ بیٹھا کرتی تھی اور یکایک ہی اسے وہاں دیکھ کر عشارب کا وجود تر و تازہ ہو گیا تھا۔اسکے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ آفس میں جانے کے بجائے اس طرف آیا تھا ۔ملاحہ نے اس سے نظریں ہٹا کر لیپ ٹاپ پر جمائی تھیں۔

"ارے"۔ وہ چہکتا ہوا قریب آتے ہوئے بولا تھا ملاحہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔عشارب مسکراتے چہرے کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اسکے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔

”ہائے مس منال۔۔۔۔ کیسی ہیں آپ؟“۔ قریب آ کر اس نے اچانک ہی اس سے نظریں پھیر کر منال پر نظریں مرکوز کر لی تھیں اور اسکی میز پر ہاتھ جما کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ملاحہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ اسے بلاوجہ ہی لگا تھا کہ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوا ہے۔ سر جھٹک کر اس سے نظریں ہٹا کر وہ بے مقصد ہی لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلانے لگی تھی۔ کان ان دونوں کی گفتگو پر ہی لگے ہوئے تھے۔

”میں ٹھیک ہوں سر۔۔۔ آپ کیسے ہیں؟“۔ منال نے خوشی سے کہا تھا۔ وہ تو مانو ساتویں آسمان پر تھی۔ عشارب نے خود سے مخاطب جو کیا تھا۔

”میں؟۔۔۔ میں بالکل کل اور پرسوں جیسا“۔ اسکے کہنے پر ملاحہ کی نظر اس پر پڑی تھی۔ عشارب نے بھی کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔ دونوں کی نظریں ملی تھیں۔ عشارب نے مسکرا کر اس سے نظریں ہٹائی تھیں۔

"آجائیں سر بیٹھ جائیں آپ کھڑے ہوئے ہیں مجھے اچھا نہیں لگ رہا"۔ منال ادب سے کہتے ہوئے اپنی چیئر سے کھڑی ہوئی تھی۔ ملاحہ نے حیران ہوتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ وہ ایک فائل تک رکھنے کے لیے اپنی جگہ سے کھڑی نہ ہوتی تھی۔ جو بھی کام ہوتا بے چارے پیون کے ہی دس چکر لگواتی تھی اور عشارب کے سامنے کیسے میٹھی بن رہی تھی۔

"ارے نہیں آپ بیٹھی رہیں۔۔۔۔ آپ آفس کے بعد فری ہیں؟۔۔۔۔ میں سوچ رہا تھا کہیں کافی پینے چلتے ہیں"۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا اور ملاحہ کو دیکھا تھا جو اب اسے تقریباً گھور رہی تھی۔

"جی جی سر۔۔۔۔ جب آپ کہیں"۔ منال نے اپنے بال درست کیے تھے اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔ اسکا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ ابھی ہی چلی جاتی۔ ملاحہ نے دونوں سے نظریں ہٹالی تھیں۔ موڈ اچانک ہی بہت بگڑ گیا تھا۔ عشارب نے بغور اسکے گلابی چہرے کو دیکھا تھا۔

"اور آپ کل کہاں تھیں مس ملاحہ ؟؟۔۔۔میرے آفس میں آیئے فوراً!"۔

وہ اب ملاحہ سے سختی سے مخاطب تھا۔ملاحہ نے تنقیدی نظروں سے اسے دیکھا

تھا جیسے اسے تو پتہ ہی نہ ہو کہ وہ کیوں نہیں آئی تھی۔اس نے دانت کچکچائے

تھے۔عشارب مسکراہٹ دباتا اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا تھا۔وہ اسے گھور کر

جاتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔

"سر عشارب کے سامنے تو یہ اتنی اچھی بن جاتی ہے۔۔۔۔ورنہ تو اسکے مزاج ہی

نہیں ملتے"۔اسکے برابر میں بیٹھی آمنہ بڑبڑائی تھی۔وہ بھی کافی تپی ہوئی لگ

رہی تھی۔ملاحہ نے کسی خیال کے تحت چیئر اسکے قریب کی تھی۔

"آمنہ کیا سر عشارب اور منال پرسوں کہیں گ ئے تھے باہر؟"۔اس نے اسکے

قریب جھک کر دھیمی آواز میں پوچھا تھا۔وہ بھی ملاحہ کی طرف متوجہ ہوگئی

تھی۔

"نہیں پرسوں تو کہیں نہیں گ ئے"۔اس نے پرسوچ نظروں سے اسکے قریب ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا تو پھر کل کہیں نہیں گ ئے تھے ؟"۔اس نے دوبارہ پوچھا تھا۔دل میں عجیب طرح کی بے کلی سی تھی۔

"نہیں کل بھی نہیں گ ئے۔۔۔اگر گ ئے ہوتے تو منال سب سے پہلے آکر شو آف کرتی مگر اس نے ایسا کوئی ذکر نہیں کیا۔۔۔۔تمہارے علم میں یہ بات کہاں سے آئی ؟"۔آمنہ نے بھی سرگوشیانہ انداز میں اسکے قریب ہوتے ہوئے کہا تھا۔ملاحہ سیدھی ہوئی تھی۔

"نہیں میں تو بس ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔۔۔۔"۔وہ اب سنبھل کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی تو آمنہ نے بھی سر ہلا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔پیون نے اسے آواز دے کر اسے انٹر کام کے پاس کال سننے کے لیے بلایا تھا۔وہ حیران ہوتی اٹھ کر کال سننے آگئی تھی پھر فون کان سے لگایا تھا۔

"کیا چاہتی ہیں سب کے سامنے آپکے قدموں میں بیٹھ کر آپ سے باتیں کروں یا پھر پی اے سسٹم (PA system) پر سب کے سامنے ہی شروع ہو جاؤں ؟"۔ وہ کچھ کہنے لگی تھی جب اسے عشارب کی بھاری آواز سنائی دی تھی۔ اس نے فون کان سے ہٹایا تھا اور آگے بڑھ کر اسکے آفس میں جھانکا تھا۔ وہ شیشے کے آفس میں چیئر پر آگے پیچھے جھولتا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے فون کان سے لگایا تھا۔

"میں نہیں آؤنگی۔۔۔آپ"۔ اس نے تنک کر کہا تھا جب عشارب نے او کے کہہ کر انٹر کام بند کر دیا تھا۔ اس نے حیران ہو کر فون کو دیکھا تھا "عجیب انسان ہے"۔ بڑبڑا کر کہتی وہ واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھنے لگی تھی۔

"مس ملاحہ میرے آفس میں تشریف لے آئیں"۔ ابھی وہ صحیح طرح بیٹھی بھی نہیں تھی کہ پی اے سسٹم کی وجہ سے لگے اسپیکرز میں سے پورے آفس میں عشارب کی آواز گونجی تھی۔ وہ اپنی جگہ پر اچھل کر رہ گئی تھی۔ سب لوگوں کی

نظریں اس ہی پر جم گئی تھیں۔وہ سنبھل کر اپنی چیئر سے کھڑی ہوئی تھی۔

""ڈھیٹ انسان""۔دل ہی دل میں اس طرح کے مزید القابات سے اسے نوازتی

وہ اسکے آفس کی جانب بڑھ گئی تھی۔

دروازے پر دستک دیے بغیر وہ اندر آئی تھی اور تن فن کرتی اسکی چیئر کے سامنے

میز کے پاس کھڑی ہوگئی تھی۔

""کیا طریقہ ہے یہ؟""۔بازو لپیٹتے ہوئے اس نے غصے سے کہا تھا۔عشارب کے

لب مسکرائے تھے۔وہ اسے پورے ڈیڑھ دن بعد دیکھ رہا تھا۔

""میں نے تو آپ سے پوچھا تھا۔۔۔آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تو مجھے جو صحیح

لگا میں نے وہ کر دیا""۔کندھے اچکا کر کہتے ہوئے اس نے چیئر سے ٹیک لگا کر

آگے پیچھے جھولتے ہوئے مزے سے کہا تھا۔

""کیا بات ہے جلدی بولیں""۔اس نے تنکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"طبیعت کیسی ہے آپکی؟"۔اس نے چیئر آگر کرتے ہوئے میز پر کہنیاں رکھ کر انگلیاں آپس میں پھنسائی تھیں۔

"کیسی بھی ہو آپکو کیا کرنا ہے؟"۔لٹھ مار انداز میں منہ پھلا کر جواب دیا گیا تھا۔

"لڑنے کے لیے تیار کھڑی ہیں اسکا مطلب کہ ٹھیک ہے۔۔۔۔ویسے بھی پہلے سے کافی بہتر لگ رہی ہیں"۔اسکے سرخ سرخ سے چہرے کو نرم نگاہوں سے تکتے ہوئے عشارب نے کہا تھا۔

"آپ ایسی باتیں نہیں کیا کریں ناں کہ میں لڑوں"۔اس نے غصے سے منہ پھیلایا تھا۔عشارب کو اسکا یہ شکوہ کناں سا انداز اچھا لگا تھا۔بے ساختہ ہی وہ اسے بہت بے حد پیاری لگی تھی۔ہاں اسے اب اس بات کا ادراک ہو گیا تھا کہ وہ اسے پیاری لگتی ہے۔

"تو پھر میں کیسی باتیں کیا کروں کہ کبھی تو آپکے لہجے میں میرے لیے چاشنی گھل جائے؟"۔گھمبیر لہجے میں کہہ کر اس نے اسکی کانچ سی براؤن آنکھوں میں دیکھا

تھا۔ ملاحہ نے نظریں گھما کر اسے دیکھا تھا۔ ان نظروں میں ایک لمحے کے لیے اسے اپنا عکس نظر آیا تھا۔ اس نے گھبرا کر نظریں پھیر لی تھیں۔

"مجھے تنگ نہیں کیا کریں۔۔۔ ورنہ میں باس سے آپکی شکایت کر دونگی!"۔ اس نے لہجہ نارمل رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہمیشہ ایسے ہی تنگ کرونگا تو کیا ہمیشہ اپنے باس سے شکایت کیا کرینگی؟"۔ عشارب نے پر سکون انداز میں چیئر سے ٹیک لگائی تھی۔ نظریں ابھی بھی اس پر جمی تھیں۔ اسکے ہمیشہ کہنے پر وہ تھوڑا کنفیوژ ہوئی تھی۔

"اُف"۔ تپے ہوئے لہجے میں محض اتنا کہتی وہ اسکے آفس سے باہر نکل گئی تھی۔ پیچھے سے عشارب نے اسے آواز لگائی تھی مگر وہ اسکی پکار ان سنی کر کے باہر نکلتی چلی گئی تھی۔

گھر جانے سے پہلے وہ حریرہ ملک کے آفس میں کھڑی اس نے کچھ بات کرتی رہی تھی۔ پھر وہ باہر نکل کر شاید گھر کے لیے نکل گئی تھی۔ عشارب جلدی جلدی کام مکمل کر کے ڈیڈ کے آفس میں داخل ہوا تھا اور اب ان کے سامنے کھڑا تھا۔

حریرہ ملک نے عینک کے پیچھے سے چہرہ جھکا کر دیکھا تھا جو کچھ مضطرب تھا۔

''وہ آپکے آفس میں کیوں آئی تھیں؟''۔اس نے بظاہر لہجہ نارمل رکھتے ہوئے ان سے سرسری سا پوچھا تھا۔

''وہ کل آف کرینگی وہ ہی بتانے آئی تھیں''۔ وہ اسے دیکھ کر پہلے ہی سمجھ گئے تھے وہ کیوں انکے آفس میں آیا ہے۔

''مگر مجھے تو وہ کچھ بتا کر نہیں گئیں''۔اسے حیرت ہوئی تھی۔ کل تو اس نے چھٹی کی تھی اب کل دوبارہ۔۔۔اور پھر اسے بتایا تک نہیں۔

"باس میں ہوں تو ظاہر ہے مجھے ہی بتا کر جائیں گی"۔انہوں نے فائل سے نظریں اٹھا کر ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا تھا پھر دوبارہ نظریں فائل پر مرکوز کر لی تھیں۔

وہ کچھ دیر خاموش ہو گیا تھا۔موڈ اچانک ہی آف ہو گیا تھا۔

"کیوں نہیں آئیں گی ویسے؟"۔وہ ابھی بھی بے چین تھا۔کل کا پورا دن اتنی مشکل سے اسکے بغیر گزارا تھا اب کل دوبارہ وہ ہی سب برداشت کرنا پڑے گا۔

"کہہ رہی تھیں کل انکی سالگرہ ہے تو رات کو کہیں سلیبریٹ کرنے جائینگی ۔۔۔وہاں دیر ہو جائے گی تو اسی لیے نہیں آپائینگی"۔حریرہ ملک نے اسکا اترا چہرہ دیکھ کر اسے ساری بات سے آگاہ کر دیا تھا۔وہ جانتے تھے۔۔۔وجہ جانے بغیر وہ نہیں جائے گا۔

"ارے واہ۔۔۔کل ملاحہ کی برتھ ڈے ہے"۔اسکی سوئیں برتھ ڈے والی بات پر رک گئی تھی۔وہ خوشی سے چہکا تھا اور یوں ہی آفس سے نکل گیا تھا۔حریرہ

ملک نے اسکے خوشی سے چہکتے چہرے کو دیکھ کر مسکرا کر سر سر جھٹکا تھا۔ ملاحہ کے آنے کے بعد سے اس کے اندر واضح تبدیلی آئی تھی جو انہوں نوٹ کی تھی۔ وہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گ ئے تھے۔

اسکی سالگرہ اس سال رمضان کے مہینے میں آئی تھی۔ ہر سال اسکے ننھیال میں رمضان کے مہینے میں ایک دن افطار پارٹی کے لیے رکھا جاتا تھا جس میں اسکی دونوں خالا، دونوں ماموں، نانی امی اور اسکی اپنی فیملی کہیں باہر جا کر افطار کیا کرتے تھے۔ اس بار افطار پارٹی اسکی برتھڈے سے ایک دن پہلے رکھی گئی تھی تاکہ سب اسے تحائف وغیرہ بھی اس ہی دن دے دیں۔ ہاں البتہ اس بار افطار اسکے گھر کی چھت پر ہی سب نے مل کر کھولی تھی اور رات کو باہر کھانا کھانے کا پلان بنایا گیا تھا۔ وہیں سب نے ملاحہ کی برتھ ڈے کا کیک کاٹنے کا بھی سوچا تھا۔

اسی لیے وہ سب اب ریسٹورنٹ میں بیٹھے ڈنر کر رہے تھے۔ وہ ایک روف ٹاپ ریسٹورنٹ تھا جس کی چھت سے سڑک پر چلتی گاڑیاں اور آسمان صاف نظر آتا تھا۔ کھانا کھا کر وہ سب باتوں میں اور تصاویر وغیرہ لینے میں مصروف ہو گئے تھے۔ یاسمین خالا بھی آئی ہوئی تھیں اور انکے ساتھ المیر بھی۔ خالہ تو اس سے پہلے کی طرح ہی محبت سے ملی تھیں البتہ المیر کچھ کھنچا کھنچا سا تھا۔ وہ زیادہ بات بھی نہیں کر رہا تھا۔ ملاحہ نے بھی زیادہ دھیان دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

بارہ بجنے میں ابھی وقت تھا۔ وہ چھت کی دیواروں پر ہاتھ رکھے آنکھیں بند کیے ٹھنڈی ہوا محسوس کرنے لگی تھی۔ اس نے گہرے رنگ کا ہلکی کڑاہی والا سوٹ پہن رکھا تھا۔ کانوں میں نازک سی جھمکیاں تھیں اور سر پر معمول کے مطابق دوپٹہ ٹکایا ہوا تھا۔ ہوا کی وجہ سے اسکے چہرے پر آتا دوپٹہ دھیرے دھیرے لہرا رہا تھا۔ بالوں کی لٹیں کبھی اسکے چہرے پر جھولتی تھیں تو کبھی ہوا کے دوش سے پیچھے چلی جایا کرتی تھیں۔

دور ایک کالی گاڑی کے کالے شیشے کے پیچھے سے کسی شخص نے سیٹ سے ٹیک لگائے ٹانگ پر ٹانگ جما کر ڈیش بورڈ پر رکھتے ہوئے یہ حسین منظر دیکھتے ہوئے کولڈ ڈرنک کا کین کھولا تھا۔ کوئی اس سے پوچھتا کہ اس وقت اس منظر سے نظریں ہٹانا اسکے لیے کتنا مشکل کام تھا۔

وہ اب آنکھیں کھول کر آسمان میں چمکتے ستاروں کو دیکھنے لگی تھی جب اپنے پیچھے اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔ وہ دھیرے سے پلٹی تھی۔ المیر اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔

گاڑی میں بیٹھا فرد اب سنبھل کر بیٹھ چکا تھا۔ آنکھیں چندھیا کر اس لڑکے کو دیکھا تھا جو اسکے پیچھے کھڑا تھا۔

ملاحہ نے ایک نظر اسے دیکھ کر گزر جانا چاہا تھا مگر المیر نے اسکا رستہ روک لیا تھا۔

ملاحہ نے نظریں اٹھا کر سخت تیوروں کے ساتھ اس دیکھا تھا۔

کولڈ ڈرنک کا کین اب ڈیش بورڈ پر رکھا جا چکا تھا۔ سارا دھیان اب اس منظر پر تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ گاڑی سے اتر کر اس لڑکے کو وہاں سے غائب کر دے۔ اسکا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

''کیا مسئلہ ہے؟''۔ ملاحہ نے تنک کر پوچھا تھا۔ المیر خاموشی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

''تم ابھی بھی اس بات کو لے کر مجھ سے خفا ہو؟''۔ اس نے دھیمی آواز میں ملاحہ سے سوال کیا تھا۔ ملاحہ کو کوفت نے آگھیرا تھا۔ اسے ویسے ہی عجیب طرح کی بے چینی ہو رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ پہلے اسے المیر کی وجہ سے ہی ایسا لگا تھا مگر اب تو وہ بھی سامنے تھا پھر بھی پتہ نہیں کیوں وہ کیفیت جا ہی نہیں رہی تھی۔

”جو کچھ ہوا وہ میرے لیے اتنا ضروری نہیں تھا کہ میں اسے لے کر بیٹھی رہوں اور غم مناتی رہوں“۔ سر سے پھسلتا دوپٹہ درست کرتے ہوئے اس نے بازو لپیٹتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دوبارہ خاموش ہو گیا تھا۔

”کیا تم اس لڑکے کو پسند کرتی ہو یا وہ لڑکا تم میں انٹرسٹڈ ہے؟“۔ کچھ توقف کے بعد اس نے سوال کیا تھا۔ ملاحہ اپنی جگہ پر سن ہو گئی تھی۔ وہ ابھی بھی اپنی طرف سے اندازے لگانے سے باز نہیں آیا تھا۔ وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

”تم کبھی نہیں بدلو گے المیر۔۔۔۔ کبھی بھی“۔ وہ نفی میں سر ہلا کر کہتی جانے کے لیے اس کے سامنے سے ہٹی تھی۔

”تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا ملاحہ“. المیر سے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔ ملاحہ بھی اسکی جانب پلٹی تھی۔

”میں تمہیں....“۔ اس نے اتنا ہی کہا تھا جب آسمان میں اچانک ہی آتش بازی ہونے لگی تھی۔ کسی نے ڈھیر سارے فائر ورکز آسمان میں چھوڑے تھے۔ آسمان

اچانک سے ہی مختلف رنگوں سے دمکنے لگا تھا۔ ملاحہ سب کچھ بھول کر چہرہ اونچا کیے مسکراتے ہوئے آسمان تکنے لگی تھی۔

گاڑی میں بیٹھے عشارب نے کین لبوں سے لگا کر طمانیت سے اسے مسکراتے دیکھا تھا۔

"ارے کہیں ریسٹورنٹ والوں کو تو پتہ نہیں چل گیا کہ آج ملاحہ کی برتھ ڈے ہے؟"۔ اسکی چھوٹی خالہ نے ہنستے ہوئے یوں ہی مزاقاً کہا تھا مگر وہ کچھ ٹھٹکی تھی۔ ہاتھ میں پہنی گھڑی میں وقت دیکھا تھا۔ بارہ بج چکے تھے۔ اس نے سب پر نظریں دوڑائی تھیں کوئی بھی اسکی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اسے کیوں لگ رہا تھا کہ خاص اسکے لیے یہ یہ آتش بازی کی گئی ہے. اس نے المیر کو دیکھا تھا وہ بھی آتش بازی دیکھ رہا تھا۔ ملاحہ کو کچھ ٹھیک نہیں لگا تھا۔ تین منٹ تک آسمان رنگا رنگ روشنیوں سے چمکتا رہا تھا۔ پھر آتش بازی رک گئی تھی یوں جیسے کبھی کی ہی نہ گئی ہو۔ ملاحہ دیوار کے پاس آئی تھی اور باہر جھانکنے لگی تھی۔ پھر اسکی نظر

یوں ہی ایک گاڑی پر رکی تھی۔ عشارب سنبھل کر بیٹھ گیا تھا۔اس نے آہستہ سے سیٹ پیچھے کرلی تھی تاکہ وہ اسے دیکھ نہ پائے۔ویسے تو گاڑی کے کالے شیشوں کی وجہ سے وہ اسے نہیں دیکھ سکتی تھی اور پھر وہ گاڑی بھی دوسری لے کر آیا تھا تاکہ وہ پہچان نہ پائے۔ ملاحہ نے گردن آگے کر کے آنکھیں چندھیا کر اس گاڑی کو دیکھا تھا۔اسے کیوں لگا تھا کہ اس گاڑی میں کوئی ہے جو اسے دیکھ رہا ہے۔ مگر کون ہو سکتا تھا؟۔۔۔ کہیں عشارب؟۔۔۔ نہیں یہ عشارب کی گاڑی تو نہیں تھی اور پھر اسے تو پتہ بھی نہیں تھا کہ آج اسکی برتھڈے ہے مگر پھر کون تھا۔۔۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ کیک آچکا تھا تو سب نے اسے کیک کاٹنے کے لیے بلایا تھا۔ وہ اس سب کو اپنا وہم سمجھ کر سب کی طرف آگئی تھی۔

عشارب نے سکون کی سانس لی تھی۔ جب اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ اسکی طرف متوجہ نہیں تو اس نے دھیرے سے گاڑی گھر کی جانب بڑھائی تھی۔اسکا مقصد کامیاب رہا تھا۔ وہ دھیرے سے مسکرا دیا تھا۔

اگلے دن اس نے چھٹی کی تھی۔ شام کے وقت افطار سے پہلے وہ پکوڑوں کے لیے آلو کاٹ رہی تھی جب فاران نے اسے کسی پارسل والے کے بارے میں آکر بتایا تھا۔ وہ حیران ہوتی ہاتھ خشک کرتی دروازے پر آئی تھی۔ ڈیلوری بوائے نے اس سے اسکا نام پوچھا تھا اور اسے ایک کاغذ پر سائن کرنے کو کہا تھا۔ اس نے وہاں سائن کیے تھے۔ اسے لگا تھا کہ ابو نے کوئی کتاب وغیرہ آرڈر کی ہوگی جو وہ ڈیلیور کرنے آیا ہوگا۔۔۔ مگر جب اس نے سرخ گلابوں کا بڑا سا فریش بوکے اور ایک باسکٹ اسے تھمائی تو وہ سن ہو گئی تھی۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا واقعی یہ سب اسکے لیے ہے مگر وہ پارسل اسے تھما کر جا چکا تھا۔ ملاحہ ٹھوکر سے دروازہ بند کرتی بھاری بوکے سنبھالتی اندر آگئی تھی۔

"ارے۔۔۔ یہ اتنا سب کس نے بھجوایا ہے ملاحہ؟"۔ امی نے اسکے چھوڑے ہوئے آلو کاٹتے ہوئے سوال کیا تھا۔

”پتہ نہیں امی۔۔۔۔اس پر لکھا ہو گا جس نے بھی بھجوایا ہو گا۔۔۔۔میں سب روم میں رکھ کر آتی ہوں پھر بتاتی ہوں“۔وہ ہانک لگاتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔بڑی مشکل سے دروازہ کھولا تھا۔پھر سب چیزیں بیڈ پر رکھی تھیں اور خود بھی بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔اس نے بوکے دیکھا تھا جس کے پھولوں کے درمیان ایک چٹ پھنسی تھی۔اس نے انگلیوں کی مدد سے وہ چٹ نکالی تھی اور کھول کر دیکھی تھی۔اس پر ہیپی برتھڈے لکھا تھا مگر بھجوانے والے کا نام نہیں تھا۔اس نے چٹ واپس پھولوں کے درمیان پھنسائی تھی اور کسی خیال کے تحت باسکٹ کی نیٹ کھولی تھی۔بھیجنے والے نے شاید اپنا نام اندر رکھا ہو۔اس نے دھیان سے نیٹ اتاری تھی۔اندر کسی برانڈ کے دو جوڑے تھے۔۔۔ایک برانڈڈ پرفیوم تھا جو مخصوص فی میلز کے لیے تھا اور برانڈ دیکھ کر پتہ چل رہا تھا کہ کافی مہنگا ہے۔۔۔۔سوٹ کی میچنگ کی خوبصورت جھمکیاں،چوڑیاں اور کھسے بھی تھے۔۔۔۔مختلف چاکلیٹس تھیں۔۔۔ایک نازک سی گھڑی تھی۔۔۔۔کچھ

نفیس کیچرز تھے اور بس۔۔۔اسکے علاوہ کچھ نہیں تھا جس سے بھجوانے والے کے بارے میں پتہ چل سکے۔اس نے سر پکڑ لیا تھا۔ بھلا اسے اتنا سب کچھ کون بھجوا سکتا ہے۔پارسل لیتے ہوئے اسے پہلا خیال عیشال کا آیا تھا مگر اس نے دوپہر ہی ملاحہ کو کال پر بتایا تھا کہ وہ جب گھر آئے گی تب ہی گفٹ دے گی۔ پھر یہ سب کس کی طرف سے ہو سکتا تھا۔وہ پریشان ہوئی تھی۔اب امی کو باہر جا کر کیا بتائے گی کہ یہ سب کس نے بھجوایا ہے۔وہ بالوں کو جوڑے میں لپیٹ کر کھڑی ہو گئی تھی اور باہر نکل کر کچن میں آ گئی تھی۔

امی پکوڑے تل رہی تھیں۔وہ ان کے برابر میں کھڑی ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا کس نے بھجوایا ہے؟"۔انہوں نے اب فروٹ چاٹ کے لیے فروٹ دھوئے تھے اور اس سے پوچھا تھا۔

"پتہ نہیں امی وہاں کہیں نام نہیں لکھا"۔اس نے بے چارگی سے کہا تھا۔اسے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ انہیں کیا جواب دے۔

"تم نے صحیح طرح دیکھا تھا کہ پارسل تمہارے لیے ہی آیا ہے یا نہیں؟"۔

انہوں نے اب پکوڑوں کا چولہا بند کر دیا تھااور فروٹ کاٹنے لگی تھیں۔

"پارسل تو میرے نام پر ہی آیا ہے۔۔۔اور اس پر ہیپی بر تھڈے بھی لکھا ہے۔۔۔ مگر مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ کس نے بھجوایا ہے امی". اس نے پر سوچ نظروں سے انکے فروٹ کاٹتے ہاتھوں کو دیکھا تھا۔ان کا فروٹ کاٹتا چھری والا ہاتھ ایک لمحے کے لیے رک گیا تھا۔انہوں نے اسکی جانب دیکھا تھا۔ملاحہ نے بھی ہاتھ رکنے پر انکی طرف دیکھا تھا۔

"اس دن ریسٹورنٹ میں کیا وہ عشارب ہی تھا جب تم المیر سے ملنے گئی تھیں؟"۔کچھ دیر بعد انہوں نے سرسری سا پوچھا تھا وہ دوبارہ فروٹ کاٹنے لگی تھیں۔ملاحہ ٹھٹکی تھی۔اچانک انہیں عشارب کا خیال کہاں سے آگیا تھا وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

"جی"۔اس نے نظریں جھکا کر محض اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا تھا۔

"تو پھر تو المیر نے ٹھیک ہی کہا۔۔۔وہ ہے بھی تو کتنا ہینڈ سم"۔ انہوں نے کن اکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ملاحہ نے خفگی بھری نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے امی۔۔۔تب ایسا کچھ نہیں تھا"۔ اس نے سر جھٹک کر نظریں جھکا کر کہا تھا تو وہ ٹھٹکی تھیں۔

"تھا؟"۔ انہوں نے سوالیہ انداز میں اسکی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"ابھی بھی ایسا کچھ نہیں ہے امی مگر وہ ویسا بھی نہیں ہے جیسا میں اسے سمجھا کرتی تھی"۔ دھیمی آواز میں کہتے ہوئے اس نے انہیں اس دن ہوا سارا واقعہ بتا دیا تھا۔ انہوں نے اسے بازو کے گھیرے میں لیا تھا۔

"اور تم مجھے یہ سب کچھ اب بتا رہی ہو؟"۔ اسکا ماتھا چومتے ہوئے گلے لگا کر انہوں نے اسے ڈپٹا تھا۔

”موقع ہی نہیں ملا تھا کہ بتا پاؤں امی۔۔۔اگر اس دن عشارب نہیں ہوتے تو پتہ نہیں میں کہاں ہوتی“۔اس نے نم آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔وہ دل سے اسکی مشکور تھی۔انہوں نے اسکی آنکھوں کی نمی صاف کی تھی۔

”تم مجھے بتا دیتیں تو میں اسکا شکریہ ادا کر دیتی۔۔تم نے اسکا شکریہ ادا کیا؟“۔ انکے سوال پر وہ خاموش ہو گئی تھی۔اسے ابھی ہی احساس ہوا تھا کہ اس نے اب تک اسکا شکریہ ادا نہیں کیا تھا۔پھر نفی میں گردن ہلائی تھی۔

”کتنی بری بات ہے۔۔۔اتنا اچھا بچہ ہے۔۔۔اسکے والدین نے اسکی بہت اچھی تربیت کی ہے“۔انہوں نے اسے ڈپٹتے ہوئے کہا تھا اور دوبارہ اسکی تعریفیں کرنے لگی تھیں۔انکے بچہ کہنے پر وہ دھیرے سے مسکرائی تھی۔

”اگر تمہیں پسند ہے تو مجھے بتا دو میں تمہارے ابو سے بات کر لونگی۔۔۔مجھے تو وہ ویسے بھی بہت اچھا لگا ہے“۔کن اکھیوں سے اسے مسکراتا دیکھ کر انہوں نے مزاقاً اس سے پوچھا تھا۔ملاحہ ایک دم ہی بدکی تھی۔

"امی کیا ہو گیا ہے آپکو کیسی باتیں کر رہی ہیں"۔اس نے خفا ہوتے ہوئے سنبھل کر مسکراہٹ دبائی تھی۔ہر کسی کو کیوں لگنے لگا تھا کہ وہ اس لائٹ کے کھمبے کو پسند کرتی ہے۔

"دیکھ لو یہ آفر بس محدود مدت کے لیے ہے"۔انہوں نے چھری کا رخ اسکی جانب کر کے جیسے اسے وارننگ دی تھی۔

"آپکی آفر قبول کرلوں تاکہ بعد میں کچھ برا ہو تو آپ مجھے لو میرج کے حوالے سے سو باتیں سنائیں". ملاحہ نے بازو لپیٹ کر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہیں اپنی بھولی ماں ایسی لگتی ہے؟"

انہوں نے معصوم سی شکل بنا کر پوچھا تھا تو ملاحہ نے مسکراہٹ دبا کر سر ہلایا تھا۔ انہوں نے اسے ایک دھپ لگائی تھی۔پھر دونوں کھلکھلا کر ہنس دی تھیں۔

افطار کے بعد کمپنی کے گروپ پر افطار پارٹی کا انویٹیشن آیا تھا۔ دعوت سر حریرہ کے گھر پر تھی اور انہوں نے خاص طور پر اسے الگ سے میسج کر کے بھی آنے کو کہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ جائے یا نہیں۔ اسکے سر میں درد تھا تو وہ کچھ دیر سونے کے لیے اپنے کمرے میں آ گئی تھی اور سوئچ بورڈ پر ہاتھ بڑھا کر لائٹ آن کی تھی۔ وہ چیزیں ابھی بھی ویسے ہی بیڈ پر پڑی تھیں۔ دروازہ بند کر کے وہ بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ سرخ گلاب ابھی تک تازہ تھے۔ شاید بھجوانے والے نے اتنے دل سے بھجوائے تھے کہ وہ اب تک نہیں مرجھائے تھے۔ اس نے باسکٹ میں لگی چھوٹی چھوٹی لائٹس کا بٹن آن کیا تھا۔ سب چیزیں چمکنے لگ گئی تھیں۔ وہ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی تھی۔ بھلا اسکے لیے اتنا سب کچھ کون کر سکتا ہے۔ بالوں کو جوڑے سے آزاد کر کے وہ بیڈ پر لیٹ گئی تھی اور ہاتھ بڑھا کر بوکے میں لگی چٹ کو کھولا تھا۔ ہیپی برتھڈے کے حروف پر اس نے انگلیاں پھیریں تھیں۔ اسے کیوں لگ رہا تھا کہ یہ سب عشارب کی طرف سے ہے۔ رات وہ آتش بازی

پھر وہ گاڑی اور اب یہ پھول اور گفٹس۔۔۔۔ مگر اسے تو پتہ بھی نہیں تھا کہ آج اسکی برتھڈے ہے۔۔۔۔انہیں سوچوں میں الجھی وہ نیند کی وادیوں میں اترتی چلی گئی تھی۔

عشاء کی اذان کے بعد وہ سو کر اٹھی تھی اور موبائل اٹھا کر کھولا تھا جہاں آفس کی طرف سے کوئی ای میل آئی تھی۔اس نے ای میل کھولی تھی اور جیسے جیسے وہ پڑھتی گئی تھی اسکی آنکھیں حیرانی سے پھیلتی گئی تھیں۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ چہرے پر آئی زلفیں پیچھے کی تھیں اور آنکھیں پوری طرح کھول کر دوبارہ وہ میل پڑھی تھی۔اسے آفس کی طرف سے گاڑی دے دی گئی تھی جو شوروم میں اسکے نام پر لائسنس سمیت رجسٹرڈ ہو چکی تھی۔اسے بس جا کر کچھ سائن کرنے تھے پھر وہ گاڑی چلا سکتی تھی۔اس نے سر پکڑ لیا تھا۔یہ کمپنی والے اچانک اسکی سالگرہ والے دن کیسے مہربان ہو گئے تھے۔وہ کچھ ٹھٹکی تھی۔کل وہ آتش

بازی، شام میں وہ تحائف اور اب یہ گاڑی۔۔۔۔سب کچھ ایک ساتھ ہونا حیرت کی بات تو تھی۔انہیں سوچوں میں گم وہ عشاء کی نماز کے لیے وضو بنانے کے لیے اٹھ گئی تھی۔

اگلے دن نور بانو کے اصرار پر اور سر حریرہ کے کال کر کے پوچھنے پر اس نے مجبوراً جانے کا سوچا تھا۔ابو نے بھی اجازت دے دی تھی تو وہ جانے کے لیے کپڑے ڈیسائڈ کرتے ہوئے پھر سوچ میں پڑ گئی تھی۔ بالآخر اس نے ایک آسمانی رنگ کی سادہ سی گھیر دار فراک نکالی تھی اور تیار ہونے چل دی تھی۔ تیاری کے نام پر اس نے بس ہلکی سی لپ اسٹک لگائی تھی، کانوں میں میچنگ کے بندے بندے تھے، ہاتھوں میں سلور رنگ کی چوڑیاں تھیں اور بالوں میں ہاف کیچر لگا کر اس نے دوپٹہ صحیح طرح سر پر جمایا تھا۔ایک تنقیدی نظر آئینے میں نظر آتے اپنے سراپے

پر ڈالی تھی اور پاؤں چپلوں میں اڑستی وہ سب کو خدا حافظ کہتی نکلنے کے لیے روانہ ہو گئی تھی۔

راستے سے اس نے ایک چھوٹا سا بوکے لیا تھا اور بیکری سے آئس کیک لے کر وہ اس ایڈریس پر رکی تھی جو حریرہ ملک نے بھیجا تھا۔ وہ ایک عالیشان بنگلا نما گھر تھا ۔گاڑی سے اتر کر چیزیں سنبھال کر ملاحہ نے چہرہ اٹھا کر اس نفیس بنگلے کو دیکھا تھا۔ وہ عجیب کشمکش کا شکار ہوتی اندر داخل ہوئی تھی۔ دروازہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ اندر گھستے ہی دائیں بائیں دو گارڈز تھے اور سامنے ہی پورچ تھا جہاں چار پانچ گاڑیوں کے درمیان وہی گاڑی کھڑی تھی جو پرسوں ملاحہ کو دکھی تھی۔ وہ ٹھٹکی تھی۔ تو کیا وہ سچ میں عشارب تھا۔ سوچوں کو جھٹکتی وہ اندر لان کی جانب بڑھی تھی جہاں اسکے آفس ورکرز کے علاوہ اور کافی سارے ن ئے چہرے بھی تھے جنہیں دیکھ کر ملاحہ کے کانفیڈنس میں کمی آئی تھی۔ وہ سب اپر کلاس سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔ ان کی ڈریسنگ سے تو کم از کم وہ یہ ہی اندازہ لگا پائی تھی۔

اسے اچانک ہی احساس ہوا تھا کہ اس نے غلط کپڑوں کا انتخاب کر لیا تھا۔ وہاں سب ہی کی ڈریسنگ اس سے کافی مختلف تھی بلکہ کچھ لڑکیوں کے کپڑوں کی فٹنگ اور انہیں دوپٹے سے بے نیاز دیکھ کر وہ خود سرخ پڑ گئی تھی۔ وہ یوں ہی کھڑی تھی کہ کہاں جائے جب حریرہ ملک خود اسکے پاس آئے تھے۔ اس نے سب سوچوں کو جھٹک کر مؤدبانہ انہیں سلام کیا تھا اور پھولوں کا گلدستہ انکی طرف بڑھایا تھا۔ وہ اسکے آنے سے بہت خوش ہو گ ئے تھے۔ انہوں نے اسکے سلام کا جواب دے کر ملازم کے ہاتھوں کیک اور گلدستہ صحیح طرح رکھنے کی ہدایت دی تھی اور اسے ساتھ لیے باقی سب سے ملوانے لگے تھے۔

وہ تیار ہوتے ہوتے بھی لیٹ ہو گیا تھا۔ جلدی جلدی سیڑھیاں عبور کرتے ہوئے اس نے لان میں قدم رکھا تھا اور اپنے سفید کرتے کی آستین فولڈ کرتا وہ وہیں تھم گیا تھا۔ وہ حریرہ ملک کے ساتھ کھڑی تھی۔ چہرے پر دھیمی مسکراہٹ تھی۔ اس نے سر سے پھسلتا دوپٹہ درست کیا تھا۔ عشارب کی نظریں اس پر

پڑتے ہی باقی سارا منظر خود بخود دھندلا پڑ گیا تھا۔ اسے بس وہ دکھائی دے رہی تھی۔ آسمانی رنگ کی پوری آستینوں کی فراک کے ساتھ دھلے دھلائے بھاری میک اپ سے عاری چہرے کے ساتھ عشارب کا دل بری طرح اسکی جانب کھنچا تھا۔ گلے میں موجود گلٹی ڈوب کر ابھری تھی۔ وہ وہاں موجود سب لڑکیوں میں الگ رہی تھی۔ اسے آج سے پہلے اپنا گھر کبھی اچھا نہیں لگا تھا۔ یوں لگا تھا جیسے ہر طرف بہار اتر آئی ہو۔ تیز دھڑکنوں کے ساتھ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا وہ اسکی جانب بڑھا تھا۔

وہ حریرہ ملک کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔ وہ اسے سب سے خاص طور پر ملوا رہے تھے اور اسکی تعریفیں بھی کر رہے تھے۔ وہ کنفیوژ سی ان سب کے بیچ کھڑی تھی۔ وہ کافی انکمفرٹیبل ہو گئی تھی۔ یہاں آنا غلطی لگ رہا تھا۔ اس نے سر پر صحیح طرح دوپٹہ جمایا تھا۔ جب اسے سامنے سے وہ آتا دکھائی دیا تھا۔ سفید رنگ کے کفلنگ لگے کرتے میں ملبوس کھلے بالوں کو سلیقے سے سیٹ کیے وہ کافی فریش لگ

رہا تھا۔اس نے آج سے پہلے کبھی اسے کرتا پہنے نہیں دیکھا تھا۔ایک لمحے کے لیے ملاحہ کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اتنے لوگوں میں اسے پہلی بار کوئی اپنا اپنا سا لگا تھا۔دل اچانک ہی پر سکون سا ہو گیا تھا۔اس نے قریب آکر سب کو سلام کیا تھا۔ملاحہ نے نظریں اس سے ہٹالی تھیں۔وہ سر جھکائے کھڑی تھی۔عشارب سمجھ گیا تھا کہ وہ کچھ ٹھیک نہیں۔

"اوہ ڈیڈ میں آپکو بتانا بھول گیا۔۔۔سجاد انکل آپکو بلا رہے تھے"۔اس نے نارمل سے انداز میں اچانک کہا تھا تو وہ سب کے ساتھ آگے بڑھ گئے تھے۔وہ اسکے برابر میں آکر کھڑا ہو گیا تھا۔دونوں ہاتھ پیچھے باندھ کر مؤدبانہ سا اسکی جانب جھکا تھا۔

"اسلام و علیکم"۔اس نے سرگوشیانہ انداز میں مسکراتے ہوئے چہرہ اسکی جانب جھکائے سلام کیا تھا۔ملاحہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔وہ اس سے تھوڑا فاصلے پر کھڑا مؤدبانہ سا پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا مسکرا رہا تھا۔اس نے شاید شیو سیٹ کی

تھی تب ہی وہ مزید نکھرا نکھرا سا لگ رہا تھا۔ ملاحہ نے اسکے چہرے سے نظریں ہٹا کر دھیمی آواز میں سلام کا جواب دیا تھا۔ وہ ابھی بھی اسے دیکھتے ہوئے مسکرائے جا رہا تھا۔ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ سچ میں آ گئی ہے۔

"پیاری لگ رہی ہیں بہت"۔ دل کے الفاظ اچانک ہی لبوں پر آ گئے تھے ۔۔۔۔ ملاحہ نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا جیسے اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو.

"کون پیارا لگ رہا ہے ؟؟؟"۔ تصدیق کے لیے اس نے اس کی طرف گھومتے ہوئے ہاتھ باندھے پوچھا تھا۔ عشارب مزید مسکرایا تھا اور اسکے پیچھے دو اُنگلیوں کی سیدھ میں وکٹری کے سائن کی طرح اشارہ کیا تھا۔

"آمنہ اور منال۔۔۔۔ دونوں ہی بہت پیاری لگ رہی ہیں"۔ اسکے اشارے پر ملاحہ نے پیچھے دیکھا تھا پھر اسکی بات سن کر اس نے تپ کر گردن دوبارہ اسکی طرف گھمائی تھی۔ عشارب نے نچلا لب کچلتے ہوئے مسکراہٹ دبائی تھی۔ ملاحہ

کو اسکا مسکرانا سخت زہر لگا تھا۔اس نے منہ بنا کر آگے بڑھ جانا چاہا تھا جب اس نے اسکا راستہ روک لیا تھا۔ ملاحہ نے سوالیہ نگاہوں سے اس دیکھا تھا۔

"اچھا بتائیں میں کیسا لگ رہا ہوں؟.... گھڑی چینج کروں یا یہ ہی ٹھیک ہے؟.. اور بال۔۔۔ بال ٹھیک لگ رہے ہیں؟"۔اس نے ایک ساتھ ہی کئی سوال کر ڈالے تھے۔ ملاحہ کی نظریں بے ساختہ ہی اسکے چہرے کا طواف کرنے لگے تھیں۔ پتہ نہیں وہ اچھا لگ رہا تھا یا نہیں مگر برا بھی نہیں لگ رہا تھا۔ وہاں موجود باقی لڑکیوں کی نظریں ان دونوں پر ہی جمی تھیں۔ وہ محسوس کر سکتی تھی۔ مگر وہ سب کی نظروں سے بے نیاز اسکے سامنے اس پر نظریں جھکائے اسکی رائے مانگ رہا تھا۔ اسکے ایسے ہی دیکھتے رہنے پر عشارب نے چہرہ جھکایا تھا۔ وہ بلش کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔ ملاحہ کو اچانک ہی اپنی بے ساختگی کا احساس ہوا تو اس نے گھبرا کر اس سے نظریں چرالی تھیں اور چہرہ جھکا لیا تھا۔

"مم۔۔۔۔مجھے نہیں پتہ"۔ لہجہ نارمل رکھتے ہوئے بھی ہکلا گیا تھا۔اس نے اپنا گلا کھنکارا تھا۔عشارب نے محظوظ ہوتے ہوئے اسکے چہرے کے بدلتے رنگوں کو دیکھا تھا۔

"یہاں سترہ اٹھارہ لڑکیاں ہیں آپ کیا سب سے یہ ہی سوال پوچھیں گے ؟"۔ اب کی باراس نے متوازن لہجے میں سوال کیا تھا۔

"ابھی آیا ہوں۔۔۔ذرا رک جائیں۔۔سانس لینے دیں۔۔۔ابھی تو سب سے پہلے آپ سے ہی پوچھا ہے باقی سترہ اٹھارہ تو رہتی ہیں"۔اس نے سب لوگوں پر نظریں گھماتے ہوئے چڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

"سب سے پہلے میری رائے لینا اتنا ضروری کیوں ہے ؟"۔ملاحہ نے آخر دھڑکتے دل کے ساتھ یہ سوال کر ہی ڈالا تھا۔عشارب دھیرے سے مسکرایا تھا۔ وہ اسے کیسے بتاتا کہ اسکے لیے صرف ایک اس ہی رائے ضروری تھی باقی کسی ہی نہیں۔

"تاکہ میں آئندہ اس طرح تیار نہ ہوں جس سے آپکو پسند آجاؤں". اس نے مسکراہٹ دبا کر پھر الٹا جواب دیا تھا تو ملاحہ کی تپ گئی تھی۔

"آپ مجھے کبھی پسند نہیں آسکتے". وہ بھی دوبدو بولی تھی۔

"لیکن ابھی ڈیڑھ منٹ پہلے تو مجھے کچھ اور ہی لگا تھا". اسکے پاس بھی جواب حاضر تھا۔ ملاحہ چڑ گئی تھی۔ اسکی ذرا سی بے ساختگی عشارب کی نظروں میں آگئی تھی۔ اس نے گھور کر اسے دیکھا تھا پھر یوں ہی اس کی نظر عشارب کی پشت پر دور کھڑے ایک لڑکے پر پڑی تھی۔ وہ شخص عجیب بے ہودہ سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ جھجک کرنا محسوس انداز میں عشارب کے پیچھے چھپی تھی مگر عشارب نوٹ کر چکا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تھا اور اسکے تاثرات بدل گ ئے تھے۔ وہ ڈیڈ کے کسی پارٹنر کا بیٹا تھا جو ملاحہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔ عشارب کے دیکھنے پر اس نے نظریں پھیر لی تھیں۔ اس نے گردن موڑ

کر ملاحہ کو دیکھا تھا۔ ملاحہ کو احساس ہوا تھا اسکے چہرے کے تاثرات بدل گ ئے تھے۔ شاید وہ بھی اس لڑکے کو نوٹ کر چکا تھا۔

"آپ جائیں اور آفس کے باقی کولیگس کے ساتھ رہیں۔۔۔ میں کچھ کام مکمل کر کے آرہا ہوں۔۔ کسی سے کوئی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ کسی کی بات کا کوئی جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ ٹھیک ہے". مضبوط لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے آخر میں اس نے نرمی سے چہرہ جھکا کر پوچھا تھا۔

ملاحہ نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"پتہ ہے مجھے۔۔۔ چھوٹی نہیں ہوں میں"۔اس نے تنک کر کہتے ہوئے منہ بنایا تھا۔ عشارب دھیرے سے مسکرایا تھا۔ اس طرح منہ بناتی اسے تو وہ چھوٹی سی گڑیا ہی لگی تھی۔

"مگر مجھ سے تو چھوٹی ہی ہیں ناں۔۔۔۔ عمر میں بھی، ہائیٹ میں بھی اور عقل میں بھی"۔ عشارب نے اسے چڑانے والے انداز میں کہا تھا تو وہ دانت کچکچا کر رہ گئی تھی۔

"بہت ہی فضول انسان ہیں آپ"۔ بے زاری سے کہتی وہ اسکے پاس سے ہٹ کر اس جانب بڑھ گئی تھی جہاں باقی آفس کی لڑکیاں تھیں۔ عشارب نے مسکرا کر اسے جاتے دیکھا تھا۔ پھر جب تک وہ ان سب کے ساتھ بیٹھ نہ گئی وہ یوں ہی کھڑا رہا تھا۔ اس کے بیٹھتے ہی اس نے وہاں سے جانے کے لیے قدم بڑھائے تھے۔

وہ موبائل پر گیم کھیل کھیل کر اب بور ہو گئی تھی۔ افطار میں ابھی ڈیڑھ گھنٹہ رہتا تھا۔ منال اور آمنہ بھی کچھ دوسرے ورکرز کے ساتھ کھڑی تھیں جو اسکے آفس کے نہیں تھے مگر وہ آسانی سے گھل مل گئی تھیں۔ وہ زیادہ کسی سے ویسے

ہی بات نہیں کرتی تھی اور وہاں تو کچھ نئے چہرے بھی تھے۔ وہ کچھ سوچ کر کھڑی ہوئی تھی۔ عشارب سے اسکی لڑائی ہوتی تھی مگر وہ واحد تھا جس سے وہ لڑنے کے بہانے ہی سہی، بات کرلیا کرتی تھی۔ ویسے بھی اس واقعے کے بعد سے اسکی موجودگی میں اسے اپنا آپ محفوظ لگنے لگا تھا۔ وہ اسے ڈھونڈنے کے لیے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے پورے لان میں نظریں دوڑائی تھیں۔ لان کافی کشادہ تھا مگر پھر بھی وہ اسے کہیں نہیں دکھا تھا۔ وہ مایوسی سے واپس پلٹی تھی جب وہ اچانک ہی پتہ نہیں کہاں سے اسکے سامنے آگیا تھا۔ وہ اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ نظریں اٹھا کر گھور کر اسے دیکھا تھا تو وہ آنکھوں میں شرارتی مسکراہٹ لیے کھڑا تھا۔

"سچ سچ بتائیے گا۔۔۔ آپ مجھے ہی ڈھونڈ رہی تھیں ناں". اس نے مسکراہٹ دبا کر سوال کیا تھا۔

"جی نہیں میں شکرادا کر کے اٹھی تھی کہ آپ یہاں نہیں ہیں". اس نے اسکی آنکھوں سے نظریں چرائی تھیں۔اسے کیسے پتہ چل گیا تھا کہ وہ اسے ہی ڈھونڈ رہی ہے۔

"چلیں مان لیا۔۔۔کم از کم آپکے خیالوں کا محور تو مجھ تک ہی محدود رہاناں".

اس نے سینے پر بازو لپیٹ کر سر کو ہلکا سا خم دے کر کہا تھا۔

"اب آپ بھی مجھے ایک بات سچ سچ بتایے گا". ملاحہ کو اچانک ہی کچھ یاد آیا تھا تو اس نے کہا تھا۔

"پوچھیے"۔اس نے جیب میں بجتا موبائل نکال کر دیکھا تھا۔

"آپ کی پورچ میں کھڑی بلیک سوک کس کی ہے؟"۔اس نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔وہ اپنا شک دور کرنا چاہتی تھی۔عشارب نے ٹھٹک کر موبائل سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔پھر دوبارہ موبائل پر نظریں جمالی تھیں۔

”میری پورچ میں کھڑی ہے تو میری ہی ہو گی۔۔۔کیوں کیا ہوا؟“۔اس نے لہجہ نارمل رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

”اس دن ریسٹورنٹ کے باہر اس گاڑی میں آپ تھے؟“۔وہ اسکے ٹھٹکنے کر پر سوچ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

”ضروری تو نہیں کہ ایسی گاڑی صرف میرے پاس ہی ہو۔۔کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔۔۔کچھ ہوا ہے کیا؟“. سر سری سے لہجے میں اس نے سوال کیا تھا ۔وہ اسکی طرف نہیں دیکھا رہا تھا۔

”مطلب اس رات میری سالگرہ پر آتش بازی آپ نے نہیں کروائی تھی؟“۔ وہ ابھی بھی مطمئن نہ ہوئی تھی۔

”ارے آپکی سالگرہ تھی۔۔۔ہیپی برتھڈے۔۔۔کتنے سال کی ہو گئیں ویسے؟“.اس نے چہک کر کہتے ہوئے اسے مبارکباد دی تھی اور مسکراتے ہوئے دوبارہ موبائل پر نظریں مرکوز کر لی تھیں۔

''اور کل مجھے وہ سب تحائف بھی آپ نے نہیں بھجوائے ؟''۔ ملاحہ نے اسکے عمر والے سوال کو نظر انداز کر کے دوبارہ پوچھا تھا۔

''کون سے تحائف ؟۔۔۔۔ مجھے تو پتہ بھی کہ آپکی برتھڈے ہے''. وہ بے نیاز بنا ایکٹنگ کے سارے ریکارڈ توڑ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔۔۔۔ پھر وہ سب المیر نے ہی کیا ہو گا''.

وہ سر ہلا کر کہتی اسکے پاس سے آگے بڑھنے لگی تھی جب اسکے منہ سے کسی لڑکے کا نام سن کر وہ ٹھٹک گیا تھا۔ موبائل جیب میں رکھ کر وہ جلدی سے اس کے سامنے آیا تھا۔

''یہ المیر کون ہے ؟''. وہ اسکے سامنے کھڑا بے چین سا پوچھ رہا تھا۔

''کوئی نہیں۔۔۔ آپکو کیا کرنا ہے ؟''۔ ملاحہ نے تنگ کر کہتے ہوئے مسکراہٹ دبائی تھی۔ اونٹ پہاڑ کے نیچے آچکا تھا۔

"مجھے بتائیں کون المیر۔۔۔یہ وہ ہی لڑکا تھاناں جسکے ساتھ آپ اس دن ریسٹورنٹ میں بیٹھی تھیں؟". اس کی بات نظرانداز کر کے اس نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا تھا۔

"مطلب اس دن اس گاڑی میں وہ آپ ہی تھے؟". اس نے تصدیق کے لیے جلدی سے پوچھا تھا۔

"ہاں میں ہی تھا اب بتائیں". عشارب نے جان چھڑانے والے انداز میں کہہ کر دوبارہ سوال کیا تھا۔

"میں کب سے آپ سے پوچھ رہی تھی اور آپ کب سے جھوٹ بولے جا رہے ہیں". ملاحہ نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"اب بتادیاناں۔۔۔مجھے بھی بتائیں کون المیر". عشارب ابھی تک بضد تھا۔

"وہ میری خالا کا بیٹا ہے". اس نے سرسری سا بتایا تھا۔المیر کے ذکر پر اسے کوفت ہونے لگی تھی۔

"کسی خالا کے بیٹے ویٹے نے کچھ نہیں بھجوایا۔۔۔وہ سب میں نے بھجوایا ہے ۔۔۔اس نے نہیں"۔اس نے لڑنے والے انداز میں کہتے ہوئے انگلی سے اپنی جانب اشارہ کیا تھا۔

"آپ نے میرے لیے اتنا سب کچھ کیوں کیا؟". ملاحہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر سوال کیا تھا۔

"وہ سب بعد میں بتاؤنگا۔۔ابھی یہ بتائیں کہ وہ آپ سے کیا بات کر رہا تھا اور اس دن اس نے ریسٹورنٹ میں ایسا کیا کہا تھا جو آپ غصہ ہو گئی تھیں؟"۔وہ جانتا تھا جب تک اسے جواب نہیں مل جائے گا وہ سکون سے نہیں بیٹھ پائے گا۔یہ المیر نامی بلا اچانک ہی سخت زہر لگنے لگی تھی۔

"آپ بار بار اسکا ذکر کیوں کر رہے ہیں؟". اس نے بے زاری سے کہہ کر سوال کیا تھا۔

''کیونکہ میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ اس سے اکیلے کیوں ملنے گئی تھیں؟''.

عشارب نے اپنی بات پر زور دے کر کہا تھا۔

''آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں؟''. ملاحہ نے اسکے انداز پر فوراً ہی پوچھا تھا۔

عشارب ایک لمحے کو چپ ہو گیا تھا۔

''اس طرح سوچ کر مجھے میری نظروں میں مت گرائیں ملاحہ۔۔۔ میں آپ پر کبھی شک نہیں کر سکتا۔۔۔ صرف وجہ جاننا چاہ رہا ہوں۔۔ آپ نہیں بتانا چاہتیں تو نہ بتائیں بس مجھے وہ انسان پہلی ملاقات میں ہی پسند نہیں آیا تھا۔۔ اسی لیے کہہ رہا تھا۔۔۔ خیر''. اس نے دھیمی آواز میں کہا تھا۔ اس المیر کی وجہ سے سارے موڈ کا ستیاناس ہو چکا تھا۔ اسکے چہرے کے تاثرات بدلتے دیکھ کر ملاحہ نے گہری سانس لی تھی۔

''اس سے میرا رشتہ طے ہو رہا تھا تب ہی ملنے گئی تھی۔۔۔ امی ابو دونوں کو بتا کر گئی تھی۔۔۔ کچھ باتیں کرنا ضروری تھیں مگر مجھے بھی وہ اور اسکی باتیں دونوں

ہی پسند نہیں آئے تھے تو میں نے اس ہی وقت منع کر دیا تھا"۔ ملاحہ نے اسے مختصراً ساری بات بتائی تھی تو عشارب نے بے ساختہ ہی دل پر ہاتھ رکھا تھا۔

"شکر ہے ہم بچ گئے"۔ ٹھنڈی سانس بھر کر اس نے پر سکون لہجے میں کہا تھا ۔ملاحہ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا تو وہ ذرا سنبھلا تھا۔

"میرا مطلب ہے آپ بچ گئیں ناں"۔ دھیمی آواز میں کہہ کر مسکراہٹ دبا کر اس نے مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔ پھر حریرہ ملک کے آواز دینے پر وہ اسے "میں ابھی آتا ہوں"۔ کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

ملاحہ اسے جاتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔ حریرہ ملک اسے اپنی ہی عمر کے کسی دوسرے شخص سے ملوا رہے تھے۔ وہ ہنستے ہوئے ان سے گلے ملا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد انہوں نے کسی لڑکی کو بلایا تھا۔ وہ لڑکی ایک ادا سے چلتی اپنے اسٹریٹ بال جھٹکتی ان تک آگئی تھی۔ اس نے جارجٹ کی بلیک کلر کی سلیو لیس ہاف بلاؤز ساڑھی پہن رکھی تھی۔ ساڑھی بالکل سادہ تھی جس میں سے اسکا خوبصورت

سراپا کافی حد تک جھلک رہا تھا۔ کانوں میں نازک سے ٹاپس تھے اور گلے میں نفیس پینڈنٹ۔ آنکھوں میں گرے لینس اسکی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید پرکشش بنا رہے تھے۔ ہر تھوڑی دیر میں وہ ایک ادا سے اپنا دودھیا ہاتھ جس میں نازک سا بریسلٹ چمک رہا تھا بالوں میں لے کر جاتی اور زلفوں کو بلاوجہ درست کرتی۔ ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ پیاری لگ رہی تھی۔ وہ دونوں وہاں سے چلے گئے تھے اور اب پیچھے عشارب اور وہ لڑکی آپس میں مسکرا کر باتیں کر رہے تھے۔ عشارب اس لڑکی کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا۔ اسکی نظریں جھکی ہوئی تھیں مگر وہ اس لڑکی کی باتوں پر مسکرا رہا تھا۔ ملاحہ کو اچانک ہی اپنا آپ وہاں بے معنی سا لگنے لگا تھا۔ ہر چیز سے کوفت ہونے لگی تھی۔ اس نے ایک نظر اپنے کپڑوں پر ڈالی تھی۔ وہ سادہ سے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ چہرہ بھی میک اپ سے عاری تھا۔ وہ اس لڑکی سے بلکل مختلف تھی۔ ایک نظر ان دونوں کو ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ وہ دونوں ساتھ میں اچھے لگ رہے تھے۔ اس نے بس یوں ہی

خود کو ایک لمحے کے لیے اسکے ساتھ سوچا تھا۔ وہ دونوں بلکل ہی الگ طرح کے اسٹینڈرڈ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس نے گھبرا کر اپنی سوچوں کو جھٹکا تھا۔ اسے اپنی سوچوں سے گھٹن ہونے لگی تھی۔ اس نے اپنے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا تھا اور یوں ہی ایک الگ تھلگ سے کونے میں پیڑوں کے پاس کھڑی ہو گئی۔ وہاں سب سے الگ وہ کچھ پر سکون ہوئی تھی۔

"ہیلو پرنسس"۔ وہ وہیں کھڑی اپنی ہی سوچوں میں گم تھی جب اچانک پتہ نہیں کہاں سے وہی شخص اسکے سامنے آگیا تھا۔ وہ تھوڑا سنبھل کر پیچھے ہوئی تھی۔ وہ کوٹ پینٹ میں ملبوس تھا اور بظاہر تو شکل و صورت سے نا معقول نہیں لگ رہا تھا مگر اسکی نظریں عجیب چھچھوری سی تھیں۔ ملاحہ نے بے زاری سے منہ بنایا تھا اور اسے اگنور کیا تھا۔

"مجھے لگا آپ یہاں اکیلے بور ہو رہی ہو نگی تو سوچا آکر کمپنی دے دوں"۔ اس نے دوستانہ لہجے میں کہتے ہوئے اپنے بلیک کوٹ کا بٹن بند کیا تھا۔ ملاحہ نے اسے

ابھی بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی مگر سامنے والے شخص کی نظریں ابھی بھی اسکے چہرے پر مرکوز تھیں۔ دل ہی دل میں غصہ ضبط کرتی وہ وہاں سے جانے کے لیے آگے بڑھی تھی تو وہ بھی اسکے ساتھ ہی آگے بڑھا تھا۔ وہ ٹھٹک کر رک گئی تھی تو وہ بھی رک گیا تھا۔ ملاحہ نے تنے ہوئے تاثرات کے ساتھ اس شخص کی جانب دیکھا تھا تو وہ مسکرایا تھا۔

"نام کیا ہے ویسے آپکا؟"۔ اس نے گلا کھنکار کر بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا تھا۔ اس نے اسے سنانے کے لیے لب کھولے ہی تھے جب اچانک پتہ نہیں کہاں سے عشارب اسکے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ اسکی چوڑی پشت کے پیچھے خود بخود ہی چھپ گئی تھی اور ایک قدم پیچھے اس سے فاصلے پر ہوئی تھی۔

"مسٹر نظامی ویسے مجھے نہیں لگتا آج کل آپ اتنے فارغ ہیں کہ ہر دوسری تیسری لڑکی سے چلتے پھرتے نام پوچھیں۔۔۔۔ مجھے پتہ چلا تھا آپکی کمپنی کافی نقصان میں چل رہی ہے"۔ بازو سینے پر باندھتے ہوئے عشارب نے مسکرا کر

ہلکے پھلکے انداز میں طنز کے تیر چھوڑے تھے تو مسٹر نظامی عرف چھچھورا انسان (کچھ دیر پہلے ملاحہ دل میں اسے اس لقب سے نواز چکی تھی) سر ہلا کر مسکراتے ہوئے وہاں سے رفو چکر ہو گئے تھے۔ اسکے چلے جانے پر وہ دھیرے سے اسکی جانب پلٹا تھا۔ تاثرات ابھی بھی سخت تھے۔ وہ اسکی جانب نہیں دیکھ رہی تھی۔

"میں نے آپکو کہا تھا ناں سب کے ساتھ رہیے گا!"۔ اس نے دھیمی آواز میں تھوڑا سختی سے پوچھا تھا۔ ملاحہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے خود تو وہ اس لڑکی کے ساتھ مصروف تھا اب اچانک سے اسکا خیال کیسے آ گیا تھا۔ پھر اسکی بات اگنور کر کے نظریں پھیر لی تھیں۔ عشارب خاموشی سے اسے دیکھنے لگا تھا پھر گہری سانس لے کر خود کو پر سکون کیا تھا۔

"نماز پڑھ لی آپ نے؟"۔ اس نے دھیمی آواز میں سوال کیا تھا۔ اب کی بار لہجے میں نرمی گھلی ہوئی تھی۔ ملاحہ کو اچانک ہی یاد آیا تھا اس نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ افطار میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"چلیں نماز پڑھتے ہیں"۔ وہ کہتے ہوئے آگے بڑھا تھا مگر جب احساس ہوا تھا کہ وہ اسکے ساتھ آگے نہیں بڑھی تو وہ رک گیا تھا۔ پلٹ کر اسکی جانب گھوما تھا۔

"چلیں؟"۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے پوچھا تھا۔ وہ جم کر اپنی جگہ پر کھڑی رہی تھی۔

"میں آپکو نماز کی جگہ دکھانے جا رہا ہوں۔۔۔ ڈیٹ پر نہیں لے کر جا رہا". عشارب نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے جھنجھلا کر کہا۔ نظامی صاحب کے سپوت کی وجہ سے موڈ ویسے ہی خراب ہو گیا تھا۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے گھر سے باہر کھڑا کر دے۔

"میں آپکے ساتھ کہیں بھی نہیں جاؤنگی"۔ اس نے تنک کر کہا تھا۔ عشارب نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔ یہ اسے کیا ہو گیا تھا۔

"اچھا کیوں نہیں جائیں گی؟"۔ اس نے سینے پر بازو لپیٹ کر پوچھا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ وہ لڑنے کے لیے تیار کھڑی ہے۔

"کیونکہ میری مرضی"۔اس نے جما جما کر کہتے ہوئے منہ پھیر لیا تھا اور دل میں سوچا تھا کہ اب اسکی کسی بات کا جواب نہیں دے گی۔

"کیا ہوا ہے ملاحہ؟.....اس طرح کیوں بی ہیو کر رہی ہیں؟".اس نے گہری سانس لے کر سوال پوچھا تھا۔وہ تھکا ہوا لگ رہا تھا۔صبح سے سارے انتظامات کروانے کے بعد ابھی باقی کام نمٹانے کے بعد وہ کچھ لمحے لڑ کر ہی سہی مگر سکون سے اسکے ساتھ گزارتا تھا اور اب وہ بھی منہ پھلا کر بیٹھ گئی تھی۔ملاحہ نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔۔۔جیسے اسے تو کچھ پتہ ہی نہیں۔

"کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔آپ جائیں اور اس بلیک ساڑھی والی کے ساتھ باتیں کریں"۔وہ سر جھٹک کر کہتی آگے بڑھنے لگی تھی مگر اس نے اسکا راستہ روک لیا تھا۔اسے خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔وہ اس سے ملائکہ کے ساتھ بات کرنے پر خفا تھی۔

"ارے وہ ڈیڈ کے کافی پرانے کے بزنس پارٹنر کی بیٹی ہے۔۔۔۔ بچپن میں ہماری اچھی دوستی تھی۔۔۔۔ میرے ساتھ کھیلا کرتی تھی بس اسی لیے ساتھ تھا اور کوئی بات نہیں"۔اس نے اسے وضاحت دیتے ہوئے اسکے سرخ چہرے کو دیکھ کر کہا تھا۔وہ اپنے کسی کام کے لیے کسی کو وضاحتیں نہیں دیا کرتا تھا۔۔۔۔ اپنے باپ کو بھی نہیں۔۔۔ مگر اسے وہ ہر بار ماتھے پر بل لائے بغیر ایسی سو وضاحتیں دے سکتا تھا۔یہ لڑکی اس سے کچھ بھی کروا سکتی تھی۔وہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔

"میں نے کچھ کہا؟"۔اسے مسکراتے دیکھا کر ملاحہ نے سختی سے کہا تھا۔اس لڑکی کا ذکر کرتے ہوئے اسکے چہرے پر کیسے مسکراہٹ آگئی تھی۔اس نے تپ کر سوچا تھا۔

"آپ نے نہیں مگر آپکی آنکھیں تو کہہ رہی ہیں کہ آپ مجھ سے سخت خفا ہیں"۔ اس نے نرمی سے کہتے ہوئے اسکی انکھوں میں جھانکا تھا۔ملاحہ نے نظریں اٹھا کر

اسے دیکھا تھا۔ وہ اس سے کیوں خفا تھی ؟ کیا اس لیے کہ وہ کسی دوسری لڑکی سے بات کر رہا تھا؟ یا وہ اسکے ذکر پر مسکرا رہا تھا؟ یا یہ کہ وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا؟ سارے سوالوں کی سمت ایک ہی طرف جاتی تھی کہ اسے اسکے فعل سے فرق پڑ رہا تھا۔

”میں کیوں آپ سے خفا ہونے لگی“. اس نے سر جھٹک کر لہجہ نارمل رکھتے ہوئے کہا تھا۔

”یہاں کسی انجان شخص کو بھی بلا کر پوچھیں گی تو وہ بھی آپکو دیکھ کر بتادے گا کہ آپ مجھ سے خفا ہیں“. عشارب نے آس پاس نظریں دوڑا کر اسکے غصے سے سرخ چہرے کو دیکھ کر کہا تھا۔ وہ خفا تھی مگر ماننا نہیں چاہتی تھی۔

”میرا آپ سے ایسا کوئی رشتہ نہیں کہ میں آپ سے خفا ہوتی پھروں اور نہ ہی مجھے کسی بات سے فرق پڑتا ہے“. ملاحہ نے لہجہ مضبوط رکھتے ہوئے کہا تھا مگر اسے خود بھی احساس ہو گیا تھا کہ اسکا لہجہ اندر سے کتنا کھوکھلا ہے۔

”یہ آپ مجھے یقین دلا رہی ہیں یا خود کو؟“. عشارب نے گھمبیر لہجے میں کہہ کر اسکے چہرے کے اترتے چڑھتے رنگوں کو دیکھا تھا۔ ملاحہ نے نظریں گھما کر اسے دیکھا تھا اور منہ پھیر لیا تھا۔

”اوکے سیز فائر۔۔۔ باقی لڑائی بعد میں کرینگے ابھی چل کر نماز پڑھ لیتے ہیں۔۔۔“. عشارب نے سیز فائر کا سائن بنا کر مزید بحث بڑھنے سے روکا تھا اور مسکرا کر کہا تھا۔ وہ ابھی بھی ایسے ہی کھڑی رہی تھی۔

”پلیز؟“. اس نے چہرہ جھکا کر اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے منت بھرے لہجے میں کہا تھا تو ملاحہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ ایک تو وہ جب یوں بات کرنے کے لیے چہرہ جھکاتا تھا۔۔۔ اسکی دھڑکن ایک لمحے کے لیے بے ترتیب ہو جاتی تھی۔ وہ سر جھٹک کر آگے بڑھی تھی یوں جیسے اس پر احسانِ عظیم کیا ہو تو عشارب بھی دل میں شکر ادا کرتا مسکراتا ہوا اسکے پیچھے بڑھا تھا۔

گھر کافی بڑا اور خوبصورت تھا۔ جگہ جگہ دیواروں پر خوبصورت پینٹنگز لگی تھیں اور فرنیچر بھی کافی نفیس تھا۔ بڑے سے ٹی وی لاؤنج کی طرف سے سیڑھیاں عبور کرکے اب وہ دونوں اوپر ایک کمرے کے سامنے کھڑے تھے۔ عشارب نے بایو میٹرک پر انگوٹھا لگایا تھا تو دروازہ ان لاک ہو گیا تھا۔ وہ شاید اسکا کمرہ تھا۔ اس نے ناب گھما کر کمرے کا دروازہ کھولا تھا اور اندر داخل ہوا تھا۔ ملاحہ اندر داخل نہیں ہوئی تھی۔ اسکے ساتھ اندر جانا اسے کچھ غیر مناسب لگا تھا۔ بات یہ نہیں تھی کہ وہ ان سکیور تھی۔۔۔ مگر وہ نہیں چاہتی تھی ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر کوئی غلط مطلب نکالے۔ عشارب نے پلٹ کر دیکھا تھا وہ یوں ہی نظریں جھکائے جھجکی سی کھڑی تھی۔ اسکی جگہ کوئی ملائکہ ہوتی جسے وہ اپنے ساتھ اندر آنے کی دعوت دیتا تو وہ خوشی خوشی اسکے ساتھ آجاتی مگر وہ ملاحہ عالم تھی۔۔۔ اسکا جھجکنا بنتا تھا۔ وہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔

”باتھ روم اس طرف ہے۔۔۔اور جائے نماز بالکونی میں ہو گی۔۔۔میں وہیں نماز پڑھتا ہوں۔۔۔پھر بھی اگر وہاں نہ ہو تو لاسٹ ڈرائر میں اور بھی ہو نگی وہاں سے نکال لیے گا۔۔۔رخ اس سمت ہے۔۔۔۔آپ نماز پڑھ لیں۔۔۔میں پھر آتا ہوں“۔اسے سب چیزوں کے بارے میں بتاتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔وہ اسے جاتا ہوا دیکھنے لگی تھی۔کچھ دیر یوں ہی کھڑے رہنے کے بعد وہ اندر داخل ہوئی تھی۔کمرے میں موجود قیمتی اشیاء میں سے کسی چیز نے اسے اپنی جانب نہیں کھینچا تھا ہاں مگر اسکے پرفیوم کی خوشبو نے اسکے گرد اپنا گھیرا سا بنا لیا تھا۔وہ سر جھٹکتی وضو بنانے اس سمت چلی گئی تھی جہاں وہ بتا کر گیا تھا۔وضو بنا کر وہ باہر آئی تھی اور ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے ڈھیروں پرفیومز دیکھ کر وہ بے ساختہ ہی رک گئی تھی۔وہ سارے ہر میس برانڈ کے پرفیومز تھے۔اس نے اس ہی برانڈ کا پرفیوم اسے تحفے میں بھجوایا تھا۔وہ نماز کے لیے دوپٹہ باندھتی بالکونی کی جانب آ گئی تھی۔وہاں دونوں سائیڈوں پر گملوں میں خوشبودار پھول لگے تھے۔بالکونی

سے باہر کھلا آسمان تھا اور نیچے جھانکنے پر لان نظر آتا تھا۔ایک چیئر اور چھوٹی ٹیبل تھی جس پر جائے نماز رکھی تھی۔اس نے جائے نماز اٹھائی تھی اور اندر آ گئی تھی۔پھر جائے نماز بچھائی تھی اور نماز پڑھنے لگی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے اندر جھانک کر دیکھا تھا۔وہ دعا مانگ رہی تھی۔وہ کچھ سوچ کر اندر داخل ہوا تھا اور خاموشی سے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا تھا۔وہ نماز اپنے کمرے کی بالکونی میں ہی پڑھا کرتا تھا مگر اسکی وجہ سے آج اس نے وہاں نماز نہیں پڑھی تھی۔وہ اسے انکمفرٹیبل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ اسے دعا مانگتے ہوئے دیکھنے لگا تھا۔دھلے دھلائے صبیح چہرے کے ساتھ وہ آنکھیں بند کیے دعا مانگ رہی تھی۔لب دھیرے دھیرے ہل رہے تھے۔گھنی پلکیں لرز رہی تھیں۔پھر اس نے دعا مکمل کر کے منہ پر ہاتھ پھیر کر آنکھیں کھولی تھیں اور گردن گھما کر اسے دیکھا تھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔بنا پلکیں جھپکائے۔وہ خاموشی سے جائے نماز لپیٹ کر کھڑی ہو گئی تھی اور جائے نماز

رکھنے بالکنی کی جانب بڑھی تھی۔وہ خاموشی سے اسکی موجودگی کو اپنے کمرے میں محسوس کر رہا تھا۔وہ واپس آئی تھی اور ایک نظر اسے دیکھ کر اس سے کچھ فاصلے پر بیڈ کر بیٹھ گئی تھی۔دوپٹہ یوں ہی بندھے رہنے دیا تھا۔وہ ابھی بھی اسے دیکھے جا رہا تھا۔کچھ دیر دونوں کے بیچ خاموشی رہی تھی۔

"آپ نے اتنا سب کچھ میرے گھر پر کیوں بھجوایا؟"۔ملاحہ نے اسکی بر تھڈے پر بھجوانے والے تحائف کے بارے میں اس سے پوچھا تھا۔

"وہ سب ضروری تھا". عشارب نے اسے نظروں کی گرفت میں رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں؟". ملاحہ نے ایک نظر اسے دیکھ کر سوال کیا تھا۔

"کیونکہ میرے لیے وہ دن ضروری تھا".اس نے مضبوط لہجے میں اسکی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تھا۔وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کیوں مگر خاموش ہو گئی تھی۔پھر کچھ دیر بعد بولی تھی

"میں وہ سب نہیں رکھ سکتی". اس نے دھیمی آواز میں کہا تھا۔

"ایسا تو نہیں کہ آپ نے سب کچھ پھینک دیا ہے". عشارب نے مسکرا کر کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔ کچھ بھروسہ نہیں تھا وہ ایسا کر بھی سکتی تھی۔

"اب میں اتنی بھی سنگدل نہیں". ملاحہ نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔

" صحیح وقت آنے پر وہ سب حق سے استعمال کریے گا۔۔۔فی الحال بس میرے کہنے پر رکھ لیں۔۔۔ویسے بھی میں نے بہت محبت سے ایک ایک چیز خریدی ہے". آنکھوں میں ایک جہاں لیے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ ملاحہ نے اسکی آنکھوں سے نظریں چرائی تھیں۔

"یہ تصویر کب کی ہے؟". اس نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے موضوع بدلا تھا اور سائیڈ ٹیبل پر رکھی اسکی فریمڈ تصویر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"یہ پچھلے سال رمضان کی ہے جب میں دبئی گیا ہوا تھا دوستوں کے ساتھ". وہ اسکا موضوع بدلنا نوٹ کر چکا تھا مگر مسکرا کر اسکے سوال کا جواب دیا تھا۔

"آپ پاکستان میں نہیں تھے؟"۔ اس نے حیرانی سے پوچھا تھا۔

"میں آدھا رمضان باہر ممالک میں ہی گزارتا ہوں... عید بھی باہر ہی مناتا ہوں"۔ اس نے تصویر دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"کیوں؟.... عید تو اپنوں کے ساتھ مناتے ہیں ناں"۔ ملاحہ کو کافی حیرانی ہوئی تھی۔ باہر کے لوگ گھر والوں کے ساتھ عید منانے کے لیے ترستے ہیں مگر وہ عجیب تھا جو عید منانے باہر جاتا تھا۔

"ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔۔۔ میں مام ڈیڈ سے مل کر جایا کرتا تھا"۔ وہ اسے نہیں بتا سکتا تھا کہ ڈیڈ سے ان بن کی وجہ سے یہ یہاں رہنا پسند نہیں کرتا تھا۔

"مگر اس بار تو آپ نہیں گئے"۔ ملاحہ نے یوں ہی تصویر دیکھتے ہوئے سوال پوچھا تھا۔

"کیونکہ اس بار میرے پاس عید پر رکنے کیلیے خاص وجہ ہے۔۔۔ پہلے کبھی نہیں تھی"۔ عشارب نے گھمبیر لہجے میں مسکرا کر کہا تو ملاحہ نے نظریں گھما کر اسے

دیکھا تھا۔وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔وہ نظریں پھیر کر ایک دوسری تصویر کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

"اور یہ ؟ یہ کب کی ہے". ایک بچپن کی تصویر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"بچپن کی ہے جب میں ایک سال کا تھا... ساتھ میں ڈیڈ ہیں". اس نے مسکرا کر گردن گھما کر تصویر دیکھتے ہوئے اسے بتایا تھا تو وہ مسکرائی تھی۔

"سر تو بالکل آپ میں مل رہے ہیں". اس نے قریب جا کر دیھان سے تصویر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں مام کہتی ہیں میں مزاجاً بھی اور دکھنے میں بھی پورا ڈیڈ پر گیا ہوں". عشارب نے اسکے مسکراتے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مگر سر حریرہ کا مزاج تو کافی اچھا ہے". ملاحہ نے نچلا لب دبا کر مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں سب کے ساتھ تو انکا مزاج اچھا ہی رہتا ہے''۔ عشارب طنزیہ سا مسکرایا تھا

۔

''آپکے ساتھ نہیں ہے کیا؟''. اس نے بغور اسکے چہرے کو دیکھا تھا۔ سر حریرہ

اور اسکے بیچ اسے کچھ تناؤ سا محسوس سا ہوتا تھا۔

''جب میی نے پہلی بار چلنا شروع کیا تھا مام نے یہ تصویر تب کھینچی

تھی۔۔۔''. عشارب نے اب موضوع بدل دیا تھا۔ ملاحہ نے بخوبی نوٹ کیا تھا

مگر کچھ کہا نہیں تھا۔ شاید وہ جواب نہیں دینا چاہتا تھا۔

''آپکی مام کہاں ہیں؟''. اسے اسکی مام کہیں نظر آئی تھیں تو اس نے پوچھا تھا۔

ماں کے ذکر پر وہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔

''وہ ہر سال عید سے پہلے اسلام آباد کا ایک چکر لگاتی ہیں۔۔۔ وہاں انکا ننھیال

ہے۔۔۔ جب وہ جاتی ہیں ڈیڈ تب ہی رمضان میں سب ورکرز کو بلاتے

ہیں۔۔۔میری مام بھی آپکی طرح زیادہ سوشل رہنا پسند نہیں کرتیں“۔

عشارب نے مسکرا کر کہتے ہوئے آخر میں اسے دیکھا تھا۔

”آپکو کیسے پتہ کہ میں سوشل ایکٹیو نہیں؟“۔اس نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔

اسے کیسے یہ پتہ تھا۔

”محبت کرنے والوں کے لیے چہرے پڑھنا آسان ہوتا ہے“.اس نے گھمبیر لہجے میں کہا تھا تو ملاحہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔یہ دوسری بار تھا جب اس نے محبت کے لفظ کا ذکر کیا تھا۔

”میرے خیال سے اب چلنا چاہیے“.وہ کچھ ہچکچا کر دروازے کی جانب بڑھی تھی جب عشارب نے کھڑے ہو کر اسکا راستہ روکا تھا۔وہ پیچھے ہوئی تھی۔۔۔نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"رکیں مجھے کچھ بات کرنی ہے". وہ نظریں جھکائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ملاحہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ عشارب کو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیسے بات کا آغاز کرے۔ دل کی دھڑکن اچانک ہی بڑھ گئی تھی۔

"مام کو میں نے آپکے بارے میں سب بتایا ہوا ہے۔۔۔وہ اسلام آباد سے آئینگی تو آپکے گھر میرا رشتہ لے کر آئینگی۔۔۔میں آپکو فورس نہیں کر رہا مگر ایک بار انکار کرنے سے پہلے مجھے وجہ بتا دیے گا تاکہ میں اسے دور کرنے کی کوشش کر سکوں". اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ جلدی جلدی سب الفاظ ادا کیے تھے۔ پھر اسے دیکھا تھا جسکا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ وہ یہ کیا کہہ رہا تھا۔ اسنے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"میں آپکو ابھی منع کر رہی ہوں.... یہ نہیں ہو سکتا". نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے اسے صاف انکار کیا تھا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا ملاحہ۔۔۔۔ مجھ میں کیا برائی ہے؟". اس نے ایک گہری سانس لی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ انکار ہی کرے گی۔ ذہنی طور پر پہلے سے ہی تیار تھا۔

"آپ میں کوئی برائی نہیں۔۔۔۔ بس میں نہیں چاہتی لوگ میرے بارے میں میرے کردار کے بارے میں کچھ غلط سوچیں". اس نے دھیمی آواز میں کہتے ہوئے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا تھا۔

"آپ کیوں لوگوں کی اتنی فکر کرتی ہیں۔۔۔ لوگ کبھی خوش نہیں ہوتے ۔۔۔لوگ کسی کو نہیں چھوڑتے". اس نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

"کیونکہ میں نے شروع سے اپنے کردار کی خود حفاظت کی ہے۔۔۔ کسی کے ساتھ اپنا کردار میلا نہیں کیا۔۔۔ بہت محنت سے اپنا کردار بنایا ہے۔۔۔ میں نہیں چاہتی لوگوں کی باتیں سچ ہو جائیں". عشارب کو لگا تھا اسکی آواز نم ہوئی ہے ۔وہ نظریں جھکائی ہوئی تھی۔

"کچھ نہیں ہو گا ملاحہ۔۔۔میں سب کو دیکھ لونگا". اس نے چہرہ جھکا کر اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے یقین سے کہا تھا۔ ملاحہ نے آنکھوں کو مزید نم ہونے سے روکا تھا۔

"میری وجہ سے اپنے لیے بھی مشکلات مت کھڑی کریں". اس نے مضبوط لہجے میں کہا تھا مگر عشارب نے اسکے لہجے کی کپکپاہٹ کو بخوبی محسوس کیا تھا۔

"آپکے لیے میں ہزاروں مشکلیں برداشت کر سکتا ہوں۔۔۔ایک بار مجھ پر بھروسہ کر کے تو دیکھیں". اس نے نرمی سے کہا تھا۔ وہ بس اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ باعزت طریقے سے اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا اور اس میں کچھ غلط نہیں تھا۔

"میں نہیں کرنا چاہتی۔۔۔میرے ابو جہاں کہیں گے میں وہیں شادی کرونگی۔۔اور جہاں تک میں انہیں جانتی ہوں وہ کبھی میرے اور آپکے رشتے

کے لیے راضی نہیں ہونگے انکے لیے بھی میرے کرادر کی حفاظت بہت ضروری ہے“. ملاحہ کو لگا تھا وہ رونے لگ جائے گی۔

”آپکے ابو کو میں خود راضی کرونگا۔۔۔اور پھر آپ بھی بلا چوں چراں راضی ہو جائیں گی۔۔۔اور دوبارہ اس کمرے میں آئیں گی مگر کسی دوسری حیثیت سے ۔۔۔اب خاموشی سے یہاں بیٹھیں اور عید کے بعد میری ہونے کی تیاری کے بارے میں سوچیں۔۔۔جب دماغ ٹھنڈا ہو جائے تو نیچے آجایئے گا“.

اسے سختی سے کہتا وہ خود دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ کمزور پڑ کر رونے لگ جائے۔ پیچھے وہ خاموشی سے اسے جاتا دیکھتی رہی تھی اور بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئی تھی۔اس نے تو ایسا کچھ بھی نہیں سوچا تھا اور وہ کتنی آگے کا سوچ کر بیٹھ گیا تھا۔ان دونوں کی پہلی ملاقات ایسی خوشگوار نہیں تھی کہ وہ اس بارے میں کچھ سوچ سکے۔وہ کچھ دیر وہیں بیٹھ کر خود کو پر سکون کرتی رہی تھی پھر کھڑے ہو کر دوپٹہ درست کرتی آئینے میں اپنا عکس

دیکھنے لگی تھی۔اسکی خوشبو ابھی بھی وہیں تھی۔وہ سوچوں کو سر سے جھٹکتی نیچے آگئی تھی۔

نیچے افطار کے لیے ایک لمبی ٹیبل لگ چکی تھی اور کافی لوگ بیٹھ چکے تھے۔ اذانوں میں بس کچھ ہی دیر تھی۔وہ خاموشی سے ایک کرسی پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ عشارب کی باتیں ابھی بھی ذہن میں گھوم رہی تھیں جب اسکے برابر میں کوئی کرسی کھینچ کر بیٹھا تھا۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا تو وہ عشارب تھا جو نارمل سے انداز میں اسکے برابر میں بیٹھ چکا تھا جیسے یہ اسکی ہی جگہ ہو۔ملاحہ نے خفگی سے اسے دیکھا تھا۔ مسکراتی آنکھوں سے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔وہ اسکے پاس سے کھڑی ہونے لگی تھی جب وہ بول پڑا تھا۔

"لگتا ہے آپ پی اے سسٹم والی بات بھول گئی ہیں۔۔۔میں ابھی بھی ویسا ہی کچھ بھی کر سکتا ہوں". اس نے اسکی طرف دیکھے بغیر ہلکی آواز میں کہا تھا تو وہ منہ بنا کر دوبارہ بیٹھ گئی تھی۔اسکا بھروسہ نہیں تھا وہ واقعی کچھ بھی کر سکتا تھا۔

عشارب دھیرے سے مسکرایا تھا۔ دھمکی کام کر گئی تھی۔ اسکے بیٹھنے پر عشارب کے بائیں جانب ملائکہ آکر بیٹھ گئی تھی۔ وہ اس طرف متوجہ نہیں تھا۔ مگر ملاحہ نے گردن جھکا کر اسے بیٹھتے ہوئے دیکھا تھا۔ عشارب نے اسکی نظروں کے رخ پر گردن موڑ کر برابر میں دیکھا تھا۔ پھر واپس ملاحہ کو دیکھا تھا۔ ملاحہ بھی اب اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"یوں کہیں کہ آپکو اس کے ساتھ بیٹھنا تھا تب ہی یہاں بیٹھے ہیں". ملاحہ نے دھیمی آواز میں بے زاری سے کہا تھا۔ عشارب دھیرے سے مسکرایا تھا۔ ملاحہ کو کوفت ہوئی تھی۔ ایک طرف وہ اس سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتی تھی اور دوسری طرف اسے اس لڑکی کے برابر میں بیٹھا دیکھ کر اسے اچھا بھی نہیں لگا تھا۔ وہ الجھ گئی تھی۔

"اسلام میں ویسے بھی چار شادیوں کی اجازت ہے۔۔۔ منال کو ملا کر تین ہو جائینگی۔۔۔۔ ایک آپ اپنی مرضی سے کروا دیے گا". اس نے مسکراہٹ دبا

کر ہلکی آواز میں اسکی طرف جھک کر کہا تھا۔اس نے محظوظ ہو کر اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔

”صرف باتیں کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ حقوق بھی پورے کرنے ہوتے ہیں“. ملاحہ نے گھور کر یاددہانی کروائی تھی۔

”سب سے پہلے تو آپ سے ہی پورے کرونگاناں۔۔۔اگر آپکو لگے کہ میں تینوں کے حقوق پورے نہیں کر رہا تو مجھے چوتھی شادی کی اجازت نہیں دیے گا“. عشارب نے کندھے اچکا کر کہا تھا۔

”صرف میری اجازت سے کچھ نہیں ہوتا.... باقی دونوں سے بھی پوچھنا پڑے گا“.اس نے یوں ہی روانی میں کہا تھا پھر اپنے کی لفظوں پر غور کر کے چہرہ اسکی جانب موڑا تھا جو مسکراہٹ دبا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

”مطلب آپ مجھ سے شادی کے لیے راضی ہو رہی ہیں؟“.اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے مسکرا کر دھیمی آواز میں پوچھا تھا۔

"غلط فہمی ہے آپکی۔۔۔۔میں بس جنرل بات کر رہی تھی۔۔۔۔ہر بات میں اپنا مطلب نہیں نکالا کریں"۔اس نے سنبھلتے ہوئے تنک کر کہا تھا تو وہ یوں ہی مسکرا اتار رہا تھا جیسے اسکی بات سنی ہی نہ ہو۔اذان ہونے لگی تھی تو دونوں ہی خاموش ہو کر دعا مانگنے لگے تھے۔

افطار کے بعد وہ گھر جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور سر حریرہ کو خدا حافظ کرنے انکے پاس آئی تھی۔انہوں نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔وہ ان سے مل کر گھر سے باہر آگئی تھی۔عشارب نے اسے گھر چھوڑنے کی آفر کی تھی مگر اس نے منع کر دیا تھا۔وہ اسکے پیچھے ہی باہر تک آیا تھا۔وہ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی مگر کافی کوششوں کے بعد بھی وہ اسٹارٹ نہیں ہوئی تھی۔وہ کوفت سے پانی کی بوتل ہاتھ میں لیے باہر آئی تھی۔وہ وہیں ہاتھ پیچھے باندھے کھڑا تھا اور مسکرا رہا تھا۔اس نے بونٹ کھولا تھا۔

"جو گاڑی کمپنی کی طرف سے ملی ہے اب وہ نکلوا لیے گا"۔ اس نے اونچی آواز میں مسکراہٹ دبا کر ہانک لگائی تھی۔ ملاحہ نے رے ڈی ایٹر میں پانی ڈالتے ہوئے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"مجھے پتہ تھا وہ آپکی ہی کارستانی ہو گی"۔ اس نے گھوم کر باہر سے ہی دروازے کے پاس آکر گاڑی کی چابی گھمائی تھی مگر کوئی فایدہ نہیں ہوا تھا۔

"ایسے کیوں کہہ رہی ہیں جیسے یہ آپکی گاڑی بھی میں نے ہی خراب کروائی ہو"۔ اس نے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آپکا کچھ بھروسہ بھی نہیں"۔ اس نے دوبارہ انجن میں کوئی تار وغیرہ ٹھیک کرنے چاہے تھے۔

"بھروسے کی بات مت کریں۔۔۔۔ آج سے پہلے بھی پوری ذمہ داری سے آپکو صحیح سلامت گھر چھوڑ چکا ہوں"۔ اس نے مصنوعی کالر کھڑے کیے تھے۔ اور سینے پر بازو لپیٹے تھے۔

"میں نے کسی لائٹ کے کھمبے کو نہیں کہا تھا میری مدد کرنے کو۔۔۔آپ نے خود ہی میری مدد کی"۔ گاڑی ویسے ہی اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی اور اوپر سے اسکی باتیں۔اسکے منہ سے بے ساختہ ہی وہ لقب پھسلا تھا جو وہ اکثر ہی اسے کہا کرتی تھی۔اسکے خود کو لائٹ کا کھمبا کہنے پر عشارب کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔وہ اسکے قریب آگیا تھا۔

"یہ لائٹ کا کھمبا کسے کہا ہے آپ نے؟"۔ وہ کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اس سے استفسار کر رہا تھا۔ملاحہ نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"کسی کو نہیں۔۔۔وہ غلطی سے زبان سلپ ہو گئی"۔اس نے زبان دانتوں تلے دبا کر مسکرا کر کہا تھا۔عشارب نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

"آج سے پہلے کتنی بار مجھے اس نام سے نواز چکی ہیں ذرا بتائیں گی؟"۔ وہ ابھی بھی صدمے سے باہر نہیں نکلا تھا۔ملاحہ کو خود یاد نہیں تھا وہ کتنی بار اسے اس نام سے نواز چکی تھی۔وہ دھیرے سے کھلکھلا دی تھی تو عشارب سب بھول کر اسے

کھلکھلاتے ہوئے دیکھنے لگا تھا۔ بھلا اس منظر سے خوبصورت بھی کوئی ہو سکتا تھا

۔

"اب اپنی اس کھٹارہ کو یہیں چھوڑیں۔۔۔اور چلیں میں آپکو گھر چھوڑ رہا ہوں". اس نے گاڑی کا بونٹ بند کیا تھا اور اس سے مخاطب ہوا تھا۔ ملاحہ نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔

"خبردار میری گاڑی کو کچھ مت کہیے گا". اس نے انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی تھی۔

"اوکے اوکے۔۔۔۔اب دوبارہ WWI مت شروع کر دیے گا". وہ دونوں ہاتھ فضا میں بلند کرتا اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ وہ وہیں کھڑی اسکا انتظار کرنے لگی تھی۔

وہ ریورس میں گاڑی باہر نکال کر لایا تھا اور اسکے سامنے روکی تھی۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی تھی تو اس نے گاڑی آگے بڑھائی تھی۔

گاڑی سست روی سے آگے بڑھ رہی تھی جب ملاحہ کو احساس ہوا تھا کہ وہ کوئی انجان رستہ تھا۔اس نے عشارب کی جانب دیکھا تھا۔

"آپ مجھے کہاں لے کر جا رہے ہیں۔۔۔۔یہ گھر کا رستہ تو نہیں".اس نے شیشے سے باہر نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کڈنیپ کر رہا ہوں آپکو". عشارب نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔

"آپ مزاق کر رہے ہیں تو یہ بہت ہی گھٹیا مزاق ہے". ملاحہ نے خفگی سے کہا تھا۔

"آپکو میری شکل دیکھ کر لگ رہا ہے کہ میں مزاق کر رہا ہوں؟".اس نے چہرہ گھما کر اسے دیکھا تھا۔ملاحہ کو وہ واقعی سنجیدہ لگا تھا۔

"گاڑی روکیں ورنہ میں دروازہ کھول کر کود جاؤنگی". اس نے دروازہ کے لاک پر ہاتھ رکھتے ہوئے گھبرا کر کہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے ملاحہ ریلیکس میں مزاق کر رہا تھا". اسکے گھبرانے پر وہ کھلکھلا دیا تھا۔ وہ کتنی جلدی بے وقوف بن گئی تھی۔

"آپ ایسا بے ہودہ مزاق کیسے کر سکتے ہیں". وہ خفا ہوئی تھی۔ وہ ابھی بھی ہنس رہا تھا۔

""""اچھا سوری۔۔۔۔لیں پہنچ گ ئے ہم". اس نے گاڑی روک کر ایک سائیڈ پر روک دی تھی۔ ملاحہ نے دیکھا تھا۔ وہ ایک چھوٹا سا تھانہ تھا۔ اس نے حیرانی سے عشارب کو دیکھا تھا۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لے کر آئے ہیں". وہ پھر پریشان ہوئی تھی۔ عشارب کو اچانک ہو کیا گیا تھا جو وہ عجیب حرکتیں کر رہا تھا۔

"اتریں آپکا گھر آگیا ہے". وہ مسکراہٹ دباتا گاڑی سے اتر گیا تھا۔ ملاحہ بھی جلدی سے گاڑی سے اتری تھی۔

"آپ پاگل ہو گ ئے ہیں کیا؟۔۔۔مجھے یہاں کیوں لے آئے ہیں". وہ اونچی آواز میں اس سے استفسار کر رہی تھی۔ عشارب نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی تھی۔

"شش۔۔۔۔شور نہیں کریں ورنہ یہاں کے لوگ ہم دونوں کو اندر کر دینگے۔۔۔۔خاموشی سے چلیں۔۔۔کسی سے ملوانا ہے آپکو".

وہ اسے مصنوعی ڈرانے والے انداز میں کہتے ہوئے لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھا تھا تو ملاحہ بھی جلدی جلدی اسکے پیچھے چل دی تھی۔

وہ اندر داخل ہو چکا تھا۔ وہ اسکے پیچھے ہی تھی۔ اندر کے ماحول سے اسے وحشت سی ہونے لگی تھی۔ ایک پولیس آفیسر آگے بڑھ کر عشارب سے گلے ملا تھا۔ دونوں کے بیچ ہلکی آواز میں کچھ بات ہوئی تھی۔

"اس طرف". عشارب جھک کر دھیمی آواز میں اسے کہتا ایک جانب بڑھا ہی تھا جب ملاحہ نے اسکے کرتے کی آستین کو چٹکی سے پکڑا تھا۔

"پلیز ہم گھر چلتے ہیں۔۔۔ مجھے یہاں گھٹن ہو رہی ہے". اس نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تھا۔ عشارب نے نرمی سے اسکا ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں تھاما تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔ میں ساتھ ہوں ناں"۔ اس نے اسکے ماتھے پر چمکتے ننھے پسینے کے قطروں کو دیکھ کر کہا تھا اور اسکا ہاتھ پکڑے ایک طرف چل دیا تھا۔ وہ اسکے ساتھ ایک قید خانے کے سامنے آ چکا تھا۔ ملاحہ نے لوہے کی سلاخوں کے پیچھے کسی ادھ مرے آدمی کو دیکھا تھا۔ وہ اسے کچھ جانا پہچانا لگا تھا۔ پتہ نہیں اس نے کہاں اسے دیکھا تھا۔ اس آدمی نے بھی ان دونوں کو دیکھا تھا اور وہ اچانک ہی کھڑا ہو کر سلاخوں سے چپک گیا تھا۔ ملاحہ ڈر کر پیچھے ہوئی تھی۔

"صاحب معاف کر دو۔۔۔۔ غلطی ہو گئی۔۔۔آئندہ نہیں کرونگا۔۔۔۔". وہ آدمی ہاتھ جوڑے عشارب سے مخاطب تھا۔عشارب خاموش رہا تھا۔اسکی آواز ملاحہ کے پہچاننے میں آچکی تھی۔وہ ڈر کر ایک قدم پیچھے ہوئی تھی۔اسکی ہتھیلی پسینے میں بھیگ چکی تھی مگر وہ ابھی بھی عشارب کی مضبوط گرفت میں تھی۔یہ وہی آدمی تھا جس نے اس دن اس پر ہاتھ اٹھا کر اسے ہیراس کیا تھا۔اسکی حالت کافی ابتر تھی خاص کر دایاں گال بہت بری طرح زخمی تھا۔پٹ پٹ کر اسکی حالت بالکل ہی بدل گئی تھی۔اب وہ ملاحہ کو دیکھ رہا تھا شاید وہ بھی اسے پہچان گیا تھا۔

"باجی معاف کر دو۔۔اپنے شوہر سے بولو مجھے جانے دے۔۔میری تین بچیاں ہیں۔۔۔۔آئندہ کسی لڑکی کو تنگ نہیں کرونگا۔۔۔مجھے معاف کر دو". وہ روتے ہوئے بلند آواز میں چیخ رہا تھا۔ملاحہ کو اسکی آواز سے وحشت ہوئی تھی۔ وہ عشارب کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتی باہر کی جانب لپکی تھی۔عشارب نے

اسے جانے دیا تھا۔ پھر وہ پولیس آفسر، جو کہ اسکا دوست تھا، کا شکریہ ادا کرتا ہوا باہر آ گیا تھا۔

وہ گاڑی کے پاس کھڑی لمبے لمبے سانس لے کر خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ عشارب کے اسکے قریب آنے پر اسکی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔ پتہ نہیں وہ کیوں اس شخص کے سامنے کمزور پڑ جاتی تھی۔ وہ رونے لگی تھی۔

عشارب نے اسے رونے سے نہیں روکا تھا۔ وہ خاموش ہی رہا تھا پھر جیب سے رومال نکال کر اسکی جانب بڑھایا تھا۔ وہ اپنے آنسو پونچھنے لگی تھی۔

"آپ سے پہلے بھی یہ کافی لڑکیوں کو پریشان کر چکا ہے۔۔۔۔ کچھ کو اس سے بھی زیادہ۔۔۔ پولیس بھی کافی وقت سے اسے ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔۔ پہلی بار ہی پکڑ میں آیا ہے تو دماغ ٹھکانے آ گیا ہے۔۔۔۔ آپکے ساتھ بدتمیزی کرنے کے اگلے دن یہ جیل میں تھا"۔ وہ دھیمی آواز میں گاڑی سے ٹیک لگا کر اسے دیکھنے لگا

تھا۔ وہ اب خاموش ہو چکا تھا۔ ملاحہ نے نم آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ کیوں اسکے لیے اتنا سب کچھ کر رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر اسکی مشکور ہوئی تھی۔

"کیا واقعی اسکی تین بیٹیاں ہیں"۔ اسکا ذہن وہیں اٹکا ہوا تھا۔ عشارب نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"کوئی انسان بیٹی ہونے کے باوجود بھی کسی دوسرے کی بیٹی پر کیسے بری نظر رکھ سکتا ہے؟"۔ اسے ان بچیوں کا سوچ کر تکلیف ہوئی تھی۔ انہیں تو معلوم بھی نہیں ہوگا کہ ان کے باپ سے کوئی لڑکی وحشت کھاتی ہوگی۔ باپ تو بیٹیوں کے آئیڈیل ہوا کرتے ہیں پھر چاہے وہ غریب ہو یا امیر۔۔۔۔

"میں نے پتہ کروایا تھا تو اسکی تین چھوٹی بیٹیاں ہیں۔۔۔۔ گھر کے نام پر ایک جھونپڑی سی ہے۔۔۔ کھانے پینے کے لیے ویسے بھی کچھ نہیں ہوتا تو میں نے راشن بھجوا دیا تھا۔۔۔ اسکی بیوی تو بہت دعائیں دے رہی تھی"۔ اس نے سرسری سی بات سے اسے آگاہ کیا تھا۔ ملاحہ نے آنکھوں کو خشک کر کے رومال

اسے واپس کیا تھا۔ عشارب نے نم رومال لے کر اپنی جیب رکھا تھا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی تھی۔

"آپ اسے چھوڑ دیں۔۔۔ وہ شرمندہ ہے۔۔۔ اسکی بچیاں بھی ہیں۔۔۔ ہو سکتا ہے آئندہ کچھ نہ کرے لیکن اس پر نظر رکھیں اگر وہ دوبارہ کسی کو تنگ کرے تو اسے دوبارہ بند کروا دیے گا"۔ اس نے کچھ سوچ کر دھیمی آواز میں کہا تھا تو عشارب نے سر ہلا دیا تھا۔

"تھینک یو۔۔۔ اس دن کے لیے بھی اور آج کے لیے بھی"۔ ملاحہ نے دھیمی آواز میں چہرہ جھکا کر اسکا شکریہ ادا کیا تھا۔ عشارب دھیرے سے مسکرایا تھا۔

"شوہروں کو شکریہ نہیں ادا کیا کرتے"۔ اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بلش کرتے ہوئے کہا تھا اور مسکراہٹ دبائی تھی۔

"آپ کب سے میرے شوہر ہو گئے؟"۔ ملاحہ کو حیرت ہوئی تھی۔ وہ اتنا بلش کیوں کر رہا تھا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے نہیں سنا اس آدمی نے جو کہا؟". اس نے آنکھیں پھیلا کر بازو سینے پر لپیٹتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اسکا تو دماغ خراب ہے۔۔۔آپکا تو نہیں جو اسکی بات کو سیریس لے کر خوش ہوئے جا رہے ہیں؟". ملاحہ نے بھی اس ہی کے انداز میں بازو لپیٹے تھے۔

"تو کیا اب میں کچھ دیر کے لیے خوش بھی نہیں ہو سکتا؟". اس نے خفگی سے کہتے ہوئے منہ پھلایا تھا۔اسے دیکھ کر کوئی کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ وہی رعب دار کھڑوس عشارب ملک ہے۔

"نہیں۔۔۔اور اب مجھے گھر چھوڑیں ورنہ آپکو بھی یہیں بند کروا دونگی". اس نے تنک کر کہا تھا تو عشارب کھلکھلا دیا تھا اور گاڑی کا دروازہ دروازہ کھولنے لگا تھا ۔ملاحہ بھی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی تھی تو عشارب نے بھی بیٹھتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

گاڑی ابھی کچھ دور ہی پہنچی تھی جب اسکا موبائل بجنے لگا تھا۔عشارب نے گاڑی ایک طرف روک کر کال اٹھائی تھی۔پھر بات کر کے اس نے کال کاٹ دی تھی۔

"آپکی گاڑی ٹھیک ہو گئی ہے". موبائل ڈیش بورڈ پر رکھ کر وہ ملاحہ سے مخاطب ہوا تھا۔وہ یکدم ہی خوش ہو گئی تھی۔

"گاڑی ٹھیک ہو گئی ہے تو آپ ایسا کریں کہ مجھے اپنے ہی گھر لے چلیں۔۔۔میں اپنی ہی گاڑی میں گھر چلی جاؤنگی". اس نے فوراً ہی اپنا پلان چینج کیا تھا۔

"میں گھر چھوڑ تو رہا ہوں۔۔۔گاڑی بھی بھجوا دونگا۔۔۔آپکے گھر پر بھی پتہ ہے کہ آپ میرے ساتھ ہیں پھر پرابلم کیا ہے؟". عشارب نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ابھی اتنی دیر بھی نہیں ہوئی تھی۔اسکے گھر سے اسکی امی کی کال آئی تھی۔وہ انہیں گاڑی خراب ہونے کے بارے میں بتا چکی تھی۔

”میں اپنے گھر پر آپکے گھر آنے کا بتا کر آئی ہوں۔۔۔۔یہاں سے جیل جانے کا کہہ کر نہیں آئی تھی۔۔۔۔پہلے گاڑی کی وجہ سے مجبوری تھی۔۔۔۔اب ایسی کوئی مجبوری نہیں۔۔۔میں خود گھر چلی جاؤنگی“.اس نے بازو لپیٹ کر ٹھہر ٹھہر کر کہا تھا۔تو عشارب خاموش ہو گیا تھا۔وہ اصول پسند تھی اور اسے وہ ایسے ہی پسند تھی۔لڑکیوں کو ایسا ہی اصول پسند ہونا چاہیے۔اپنے گھر والوں کو جس جگہ جانے کا کہہ کر گھر سے نکلتے ہیں پھر بس اس ہی جگہ جاتے ہیں۔۔۔۔جھوٹ بول کر ادھر ادھر نہیں گھوما کرتے۔۔۔۔اچھی لڑکیوں کو یہ سب زیب نہیں دیتا.وہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔

”ٹھیک ہے میڈم۔۔۔۔میں آپکو۔۔“۔وہ اسکی طرف دیکھ رہا تھا جب کسی نے اسکے دروازے کی ونڈو بجائی تھی۔دونوں نے ایک ساتھ اس سمت دیکھا تھا اور ملاحہ کو لگا تھا جیسے وہ کوئی چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی ہو۔عشارب نے سنجیدگی سے کھڑکی بجانے والے کی جانب دیکھا تھا۔

"باہر آؤ ملاحہ۔۔۔مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے"۔ وہ المیر تھا جو سنجیدگی سے ملاحہ سے مخاطب تھا۔ عشارب نے ملاحہ کی اڑی ہوئی رنگت کو دیکھا تھا وہ اسے کہنا چاہتا تھا کہ وہ نہ اترے مگر وہ ایک نظر عشارب پر ڈال کر نیچے اتر گئی تھی۔ وہ بھی اسکے ساتھ ہی دروازہ کھول کر نیچے اترا تھا۔

"تم اسکے ساتھ کیا کر رہی ہو؟"۔ عشارب کی جانب دیکھے بغیر وہ نہایت سخت لہجے میں اس سے استفسار کر رہا تھا۔ عشارب کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوا تھا۔

"تمہیں کیا مسئلہ ہے میں جو بھی کروں"۔ ملاحہ نے متوازن لہجے میں سختی سے کہا تھا۔

"خالہ کو پتہ ہے کہ تم اسکے ساتھ گھوم رہی ہو؟"۔ اسکی جگہ کوئی اور اسکے بارے میں اس طرح بات کرتا تو وہ اب تک اسکا حشر بگاڑ چکا ہوتا۔

"ہاں"۔ ملاحہ نے یک لفظی جواب دیا تھا۔

"انکی ہی بے جا شے کی وجہ سے تمہیں اتنی چھوٹ مل گئی ہے کہ تم آوارہ گردی کر رہی ہو". المیر نے سر ہلا کر طنزیہ نظروں سے عشارب کو دیکھ کر کہا تھا۔

"اپنی زبان سنبھال کر بات کرو۔۔۔ تمہیں ذرا بھی اندازہ ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟". اسکی بدتمیزی پر اب ملاحہ کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

"مجھے بہت اچھی طرح پتہ ہے میں کیا کہہ رہا ہوں۔۔۔ کسی کا نہیں کم از کم وہیل چیئر پر بیٹھے اپنے ابو کا ہی خیال کر لیتیں". المیر بدتمیزی سے کہتے ہوئے محمد عالم کو بیچ میں لے آیا تھا۔ ملاحہ کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتی تھی مگر اپنے ابو کے بارے میں ایک لفظ نہیں۔

"المیر میرے ابو کو کچھ مت کہنا". اس نے انگلی اٹھا کر جیسے اسے کوئی وارننگ دی تھی۔

"ورنہ؟". المیر نے جیسے اسکے چیلنج کو قبول کیا تھا۔ وہ ایک قدم آگے آیا تھا جب عشارب فوراً ہی اسکے اور ملاحہ کے درمیان حائل ہوا تھا۔ وہ اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"کافی دیر سے برداشت کر رہا ہوں کہ تم اپنی اوقات دکھانا بند کر دو مگر کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کر جگہ اپنی اصلیت بتانے کی". عشارب نے سنجیدگی سے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تم سے نہیں اپنی کزن سے بات کر رہا ہوں". المیر نے اس سے نظریں ہٹا کر پیچھے کھڑی ملاحہ کی طرف دیکھنا چاہا تھا جب عشارب اسکی نظروں کی سمت کی طرف ہوا تھا۔

"ہونگی یہ تمہاری کزن مگر میرے سامنے کوئی ان سے اس طرح بات کرے یہ میں برداشت نہیں کر سکتا". اس نے کشادہ سینے پر بازو لپیٹ کر کہا تھا۔ ملاحہ کو گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ وہ کیوں بات بڑھا رہا تھا۔

''تم کیوں ہر وقت اس کے ساتھ نظر آتے ہو؟۔۔۔ کیا لگتی ہے یہ تمہاری''.

المیر اس سے قد میں چھوٹا تھا اسلیے وہ چہرہ اٹھائے اس سے پوچھ رہا تھا۔

''تم جیسے پنچ انسانوں سے بچانے کے لیے ہی میں انکے ساتھ ہوتا ہوں۔۔۔

تمہیں کوئی مسئلہ؟''. عشارب نے کندھے اچکا کر ناک پر سے مکھی اڑانے والے

میں کہا تھا۔

''تم اپنی حد میں رہنا ورنہ۔۔۔''. المیر نے اسکی طرف انگلی اٹھائی تھی جب

عشارب نے بیچ میں ہی اسے ٹوک دیا تھا۔

''ورنہ کیا؟''. وہ استہزائیہ سا ہنسا تھا۔ ''ورنہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔۔۔۔ ہاں مگر

میں ایک کال کرونگا اور تم چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اپنے گھر سے سیدھا جیل میں

ہو گے۔۔۔ تو اپنے لیے زندگی مشکل بنانے سے بہتر ہو گا خاموشی سے یہاں

سے چلے جاؤ''. وہ ایک قدم آگے بڑھا تھا اور گہری براؤن آنکھیں اسکی آنکھوں

میں جمائی تھیں۔

"میں تمہیں دیکھ لوں گا". المیر کچھ دیر خاموش رہ کر پیچھے ہٹا تھا۔

"ابھی دیکھو شوق سے ۔۔۔ جا کیوں رہے ہو؟". عشارب نے مسکراتے ہوئے بازو ہلکے سے فضا میں کھولے تھے۔

"میں تمہیں بھی دیکھ لونگا ملاحہ". اس نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے ہوئے اونچی آواز میں ملاحہ کے لیے بھی ہانک لگائی تھی۔

"نظریں اٹھا کر تو دکھاؤ میں تمہاری آنکھیں نکال لونگا". عشارب نے اونچی آواز میں غصے سے کہا تھا مگر وہ اپنی گاڑی اسٹارٹ کرتا وہاں سے جا چکا تھا۔ وہ ملاحہ کی جانب پلٹا تھا جو سکتے میں کھڑی تھی کہ یہ سب ہوا کیا ہے.

"کیسا دیا؟". عشارب نے ابرو اچکا کر فخر سے پوچھا تھا تو ملاحہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

"آپکو ذرا بھی اندازہ ہے وہ سارے خاندان میں میرے بارے میں کیسی کیسی افواہیں پھیلائے گا؟". اس نے خفگی سے عشارب سے پوچھا تھا۔

"ہاں۔۔۔۔جب وہ ایسا کچھ کرے گا میں ہینڈل کر لونگا۔۔۔اابھی ٹینشن لینے کا کوئی فائدہ نہیں اسی لیے سوچ رہاہوں آئس کریم کھانے چلتے ہیں". اس نے نارمل سے انداز میں کہتے ہوئے اسے آئسکریم کی آفر کی تھی۔ ملاحہ نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"اتنی ٹینشن میں کس کو آئسکریم کھانے کا خیال آسکتا ہے؟". اس نے حیرانی سے پوچھا تھا۔ یہاں وہ پریشان تھی اور اسکو آئسکریم کھانے کی لگی ہوئی تھی۔

"مجھے آسکتا ہے". عشارب نے اپنی جانب اشارہ کرتے ہوئے آنکھیں جھپکائیں تھیں۔

"مگر مجھے نہیں آسکتا۔۔۔اب آپ مجھے اپنے گھر لے چلیں اس سے پہلے پھر کچھ ہو". ملاحہ نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔ وہ اب بس جلد سے جلد گھر جانا چاہتی تھی۔ وہ اسے کہتی ہوئی اپنی سیٹ کی جانب بڑھی تھی اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے لگی تھی۔

"کتنی ٹینشن لیتی ہیں آپ"۔ وہ بھی ہانک لگاتا ہوا گاڑی میں بیٹھ گیا تھا اور گاڑی اپنے گھر کی جانب بڑھا دی تھی۔ اس نے گاڑی گھر کے پاس روکی تھی تو ملاحہ اسے خدا حافظ کہتی بیگ سے گاڑی کی چابیاں نکالتی گاڑی کی جانب چل دی تھی۔ وہ یوں ہی گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھا اسے جاتا ہوا دیکھنے لگا تھا۔ دل اچانک ہی اداس ہو گیا تھا۔ وہ گاڑی میں بیٹھی تھی اور چابی لگا کر گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔ گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تھی وہ دھیرے سے کھلکھلائی تھی۔ عشارب نے سینے پر بازو لپیٹ کر مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ وہ ابھی بھی گاڑی میں ہی بیٹھا تھا۔ ملاحہ نے گاڑی چلا کر اسے عشارب کی گاڑی کے ساتھ روکا تھا۔ دونوں کی گاڑیاں مختلف سمت میں ایک دوسرے کے برابر میں کھڑی تھیں۔ عشارب کی گاڑی کا رخ گھر کی جانب تھا جبکہ ملاحہ کی گاڑی کا رخ وہاں سے جانے کے لیے دوسری جانب تھا۔

"تھینک یو سو مچ". اس نے دھیمی آواز میں نرم لہجے میں کہا تھا تو عشارب نے مسکرا کر سینے پر ایک ہاتھ رکھ کر سر کو ہلکا سا خم دیا تھا۔

"آپ جب بلائیں۔۔۔ خادم حاضر". اس نے مسکراتے ہوئے آنکھوں میں ایک جہاں آباد کیے اسے دیکھا تھا تو وہ گاڑی بڑھا کر آگے بڑھ گئی تھی۔ عشارب نے گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کل چھٹی تھی اسے ایک دن اور اسکے بغیر گزارنا تھا۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر گاڑی پورچ کی طرف بڑھا دی تھی۔

اگلے دن وہ سارا وقت گھر میں بور ہوتا رہا تھا۔ مام بھی نہیں تھیں اور ڈیڈ سے وہ کام کے علاوہ کوئی بات کرتا نہیں تھا۔ دل صبح سے ہی عجیب طرح سے بے چین تھا۔ افطار کے بعد وہ گاڑی کی چابی اٹھائے یوں ہی سڑک پر نکل گیا تھا۔ پھر اسکی گاڑی کا رخ خود بخود ہی ملاحہ کے گھر کی جانب ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے اسکے

گھر سے کچھ فاصلے پر گاڑی روک کر بریک لگایا تھا۔ وہ یوں ہی سیٹ سے ٹیک لگا کر اسکے دروازے پر نظریں جمائے بیٹھا تھا پھر اسکی نظر دروازے پر پڑے بڑے سے تالے پر پڑی تھی۔ وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا پھر گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر اترا تھا اور دھڑکتے دل کے ساتھ دروازے کے قریب آیا تھا۔ وہاں بڑا سا تالا لگا تھا۔ وہ کچھ پریشان ہوا تھا۔ وہ کہاں جاسکتی تھی۔ وہ کسی خیال کے تحت محمد عالم کی شاپ پر آیا تھا۔ وہ بھی بند تھی۔ اسکا دل اچانک ہی گھبرایا تھا۔ وہ سب ایک ساتھ کہاں جا سکتے تھے۔ اس نے آس پڑوس کے دروازے بجا کر بھی کچھ لوگوں سے پوچھا تھا۔ کسی کو کچھ نہیں پتہ تھا کہ راتوں رات وہ سب کہاں چلے گ ئے تھے۔ کل المیر کے ساتھ ہونے والی گفتگو کی وجہ سے تو کچھ نہیں ہو گیا تھا۔ اسکے ذہن میں عجیب عجیب خیالات آرہے تھے جنہیں وہ چاہ کر بھی نہیں جھٹک پا رہا تھا۔ وہ گاڑی میں آکر بیٹھ گیا تھا اور ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے موبائل کھولا تھا ۔ اسکے پاس ملاحہ کا نمبر نہیں تھا مگر آفس گروپ میں کہیں نہ کہیں تو اسکا نمبر ہو گا

۔وہ ایک ایک نمبر چیک کرنے لگا تھا مگر اتنے نمبروں میں اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسکا نمبر کون سا ہو سکتا ہے۔اس نے تھک کر گاڑی اسٹارٹ کی تھی اور آفس کی جانب بڑھا تھا۔اسکے انٹرویو فائل میں ضرور اسکا نمبر ہو گا۔ تیز رفتاری میں کار ڈرائیو کرتا وہ آفس پہنچا تھا۔اب وہ حریرہ ملک کے آفس میں بیٹھا دیوانہ وار ایک ایک فائل کھول کر دیکھ رہا تھا۔اسے وہاں بیٹھے ایک گھنٹے سے زیادہ ہو گیا تھا مگر اسے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ حریرہ ملک کی کال آئی تھی وہ کافی دیر سے گھر سے نکلا ہوا تھا اس لیے وہ بھی پریشان ہو گئے تھے۔وہ انہیں بتا چکا تھا کہ وہ آفس میں ہے وہ وجہ پوچھتے رہ گئے تھے مگر اس نے انہیں کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس وقت اسکے ذہن پر صرف ملاحہ سوار تھی۔ بالآخر اسے اسکی فائل مل گئی تھی۔اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے اسکا نمبر ڈائل کیا تھا۔اسکا نمبر بند جا رہا تھا۔ اس نے ایک نہیں دو نہیں بار بار ٹرائی کیا تھا مگر جواب ایک ہی تھا۔ وہ تھک کر نڈھال سا کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور سر ہاتھوں میں گرا لیا تھا۔وہ لڑکی اسکے حواسوں

پر سوار ہو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ اسکی روح پر قابض ہو رہی تھی۔ کاسنی آنچل اسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔ اس نے سختی سے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑے تھے۔ اسکا سر درد سے پھٹنے لگا تھا۔ اس نے سختی سے آنکھیں بند کیں تھیں۔ ""پہلی ملاقات میں اسکے منہ پر تھپڑ مارنے والی لڑکی کیا واقعی اس قابل تھی کہ اسکے لیے اس طرح تڑپا جائے؟""۔ اس نے سختی سے اپنے لب کچلے تھے ۔""وہ ملاحہ عالم تھی۔۔۔۔وہ اس قابل تھی کہ اس سے ہر نئ زندگی ملنے پر ن ئے سرے سے محبت کی جائے"". اس نے سرخ آنکھیں کھولی تھیں۔ سر سے پھسلتا دوپٹہ درست کرتی چہرہ جھکائے ہچکچاتی ہوئی ملاحہ کا عکس اسکی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔ وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور بے ساختہ ہی دل کے مقام پر ہاتھ رکھ کر سہلایا تھا۔ وہ بے چین ہوتا ہوا ادھر ادھر ٹہلنے لگا تھا جب حریرہ ملک آفس میں داخل ہوئے تھے اور آفس کی بکھری حالت دیکھ کر وہ وہیں رک گ ئے تھے۔

"کیا ہوا ہے عشارب۔۔۔یہ سب کیا ہے؟". انہوں نے نرمی سے اسکی بکھری حالت دیکھ کر پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں آپ یہاں سے جائیں". فی الحال وہ کسی سی بھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے بتاؤ تو سہی شاید میں مدد کر سکوں". اس کی ایسی حالت دیکھ کر وہ حقیقتاً پریشان ہو گئے تھے۔

"کچھ نہیں ہوا ڈیڈ۔۔۔پلیز یہاں سے چلے جائیں". وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتا تھا اسی لیے اس نے انہیں وہاں سے جانے کو کہا تھا۔

"ملاحہ کی وجہ سے پریشان ہو؟". بالآخر انہیں ایک یہ ہی وجہ سمجھ آئی تھی۔ عشارب ٹہلتے ٹہلتے رک گیا تھا۔

"کیا ہوا ملاحہ کو۔۔۔آپکو کچھ پتہ ہے وہ کہاں ہے؟". وہ انکے قریب آگیا تھا اور بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔انہوں نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"کل رات ہی اسکا میسج آیا تھا کہ شاید ایک دو دن وہ آفس نہ آ سکے۔۔۔اسکے فادر کے کسی پرانے دوست کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔۔۔اسے لیے وہ سب کل رات سے گاؤں گ ئے ہوئے ہیں". ان کے بتانے پر وہ کرسی پر نڈھال سا بیٹھ گیا تھا۔ کب سے رکی ہوئی سانس اب بحال ہوئی تھی۔ دل اچانک ہی پر سکون ہو گیا تھا۔ وہ بلاوجہ ہی اتنا پریشان ہو گیا تھا۔

"ایک بار مجھ سے تو پوچھ لیا ہوتا". عشارب ملک نے قریب آ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا اور نرمی سے اسے کہا تھا۔

"تم واقعی اسکے لیے سیریس ہو؟". وہ خاموش رہا تھا تو کچھ دیر بعد اُنہوں نے بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ سومیا ملک کے آنے کا انتظار کر رہے تھے پھر وہ خود بھی ملاحہ کے گھر بات رکھنے جانا چاہتے تھے۔

"آپکو کیا لگ رہا ہے میں یہاں کب سے پریشان ہونے کی ایکٹنگ کر رہا ہوں؟". اسکا سر درد سے پھٹ رہا تھا اور وہ اس طرح کے سوال کر رہے تھے۔

”میں بس یوں ہی پوچھ رہا تھا۔۔۔وہ ایسی ویسی لڑکی نہیں اسکے ساتھ وقت گزاری مت کرنا“۔انہوں نے نرمی سے کہتے ہوئے اسے سمجھایا تھا۔

”میں بھی کوئی ایسا ویسا لڑکا نہیں ہوں ڈیڈ جو کسی لڑکی کے ساتھ وقت گزاری کروں“. عشارب نے افسوس سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تھا وہ اسے ایسا سمجھتے تھے۔

”میں نے ایسا کچھ نہیں کہا عشارب۔۔۔بات کا غلط مطلب نہیں نکالو“. بات غلط سمت جا رہی تھی۔انہوں نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

”ہمیشہ میں ہی غلط ہوتا ہوں کبھی آپ غلط نہیں ہوتے۔۔۔ہمیشہ میں ہی غلط کام کرتا ہوں اور آپ کچھ غلط نہیں کرتے۔۔۔۔آپ نے آج تک کچھ غلط نہیں کیا۔۔۔۔صرف ایک غلطی کی ہے اور وہ مجھے پیدا کر کے“.اس نے کرسی سے کھڑی ہو کر سرخ آنکھوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔وہ ساری فرسٹریشن ان پر نکال رہا تھا مگر اسے ذرہ بھی اندازہ نہیں تھا۔

"اپنی زبان سنبھالو عشارب ورنہ میرا ہاتھ اٹھ جائے گا". ضبط سے حریرہ ملک کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ انہیں اسکی باتوں پر غصے سے زیادہ تکلیف ہوئی تھی۔

"جانتا ہوں آپکو اس سے زیادہ آسان کچھ نہیں لگتا۔۔۔ ہر بات کا غصہ صرف عشارب پر نکالنا آتا ہے۔۔۔۔ ایک بار پہلے بھی ہاتھ اٹھایا تھا تب میں ٹوٹ گیا تھا اس بار اٹھائینگے تو نہیں ٹوٹونگا۔۔۔۔ مجھے آپ سے اس ہی سب کی امید ہے". اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"یہاں سے چلے جاؤ عشارب میں تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا". انہوں نے کپکپاتے لہجے میں کہتے ہوئے اسے وہاں سے جانے کا کہا تھا۔ وہ نہیں چاہتے کہ ان سے دوبارہ کچھ غلط ہو جائے۔

"آپکو بس یہ ایک ہی جملہ کہنا آتا ہے۔۔۔۔ جب میں ہمیشہ کے لیے چلا جاؤنگا تو خبردار ایک آنسو بھی مت بہایئے گا". انکی آنکھوں میں دیکھ کر وہ وہاں سے

چلا گیا تھا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ اسکے لفظوں سے حریرہ ملک کو کتنی تکلیف ہو گی ورنہ وہ کبھی ایسے الفاظ استعمال نہ کرتا۔

وہ یوں ہی بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا تھا۔ اسے بعد میں احساس ہوا تھا کہ اسے اپنا غصہ ڈیڈ پر نہیں نکالنا چاہیے تھا۔ مگر اب تو کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے سوچا تھا گھر جا کر ان سے سوری بول دے گا۔ گھر سے اسے کافی کالز آئی تھیں مگر اس نے ایک بھی کال ریسیو نہیں کی تھی۔ وہ ابھی کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسکے پاس مام کی کال آئی تھی۔ اس نے گاڑی ایک طرف روک کر کال اٹھائی تھی۔ وہ رو رہی تھیں انہوں نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تھی تو انہوں نے بتایا تھا۔ حریرہ ملک کو ہارٹ اٹیک آیا تھا۔ وہ اسے روتے ہوئے اور بھی کچھ کہہ رہی تھیں مگر اسکا دماغ سن ہو گیا تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا تھا۔ وہ رش ڈرائیو کرتے ہوئے اس ہاسپٹل پہنچا تھا۔ اسے لگا تھا کسی نے

اسکے پیروں سے زمین کھینچ لی ہو۔اس کی ڈاکٹرز سے بات ہوئی تھی۔انہیں مائنر ہارٹ اٹیک آیا تھا۔اگلے بارہ گھنٹے ان کے لیے بہت ضروری تھے۔وہ نڈھال سا ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔مام بھی اسکے پاس نہیں تھیں۔ان کی کال آئی تھی۔اس نے انہیں ساری بات بتادی تھی۔وہ بھی اس سے خفا ہو گئی تھیں۔اسکے آنسو بہنے لگے تھے۔وہ جانتا تھا یہ سب کچھ اس ہی کی وجہ سے ہوا تھا۔اسے اپنا آپ آج سے پہلے اتنا تنہا نہیں لگا تھا۔وہ خاموشی سے آنسو بہاتا ہوا ان کی سلامتی کے لیے دعائیں کرنے لگا تھا۔اسکے علاوہ وہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔

وہ لوگ آدھی رات کو گھر واپس آئے تھے۔ارادہ تو دو دن میں آنے کا ہی تھا مگر وہاں ابو کے ایک اور دوست نے ملاحہ کو اپنے بیٹے کے لیے پسند کر لیا تھا۔اب وہ لوگ اگلے دن ہی اسکے گھر رشتہ لے کر آرہے تھے اسی لیے ان لوگوں کو گھر آنا پڑا تھا۔ملاحہ کچھ خاموش سی ہو گئی تھی۔دل پتہ نہیں کیوں اداس ہو گیا تھا۔اس

نے ایسا تو کچھ نہیں سوچا تھا جیسا ہو رہا تھا۔ مگر وہ عشارب کے رشتے کے لیے بھی تو راضی نہیں تھی۔۔ پھر یہ اداسی کیسی تھی۔ نور بانو اس سے اسکے اترے چہرے کی وجہ پوچھ چکی تھیں۔ اسنے سر درد کا بہانہ بنا کر انہیں ٹال تو دیا تھا مگر وہ ماں تھیں اسے بخوبی سمجھتی تھیں۔ وہ عجیب کشمکش کا شکار تھی۔ دل کی حالت سمجھ سے باہر تھی۔ انہی سوچوں سے بچنے کے لیے اس نے تھکن کے باوجود آفس جانے کا سوچا تھا مگر سحری کے بعد آفس کی چھٹی کا میسج دیکھ کر وہ مزید اداس ہو گئی تھی۔ شاید طاق راتوں کی وجہ سے سر حریرہ نے آف دیا تھا۔ اسکے خیالوں کی سمت خود بخود اب عشارب کی سمت بہنے لگی تھے۔ پہلے تو پھر بھی اس سے رشتہ جڑنے کا کوئی چانس تھا مگر اب تو اگر وہ رشتہ بھیج بھی دیتا تو کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ گھر میں سب اس دوسرے لڑکے سے رشتے کے لیے راضی تھے۔ انہی سوچوں میں گم وہ کب سو گئی تھی اسے پتہ نہیں چلا تھا۔ صبح اسکی آنکھ فون بجنے کی آواز سے

کھلی تھی۔اس نے بند آنکھوں سے کال ریسیو کی تھی اور موبائل کان سے لگا کر ہیلو کہا تھا۔

''اسلام و علیکم''. اسپیکر سے بھاری مردانہ آواز ابھری تھی۔اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔ایک لمحے کے لیے یوں لگا تھا جیسے وہ عشارب ہے۔ساری رات اسکے دماغ پر وہ ہی سوار رہا تھا اسی لیے یہ بھی اسے اپنا وہم لگا تھا۔اس نے موبائل کان سے ہٹا کر دیکھا تھا۔وہ کوئی ان نون نمبر تھا۔اس نے موبائل کان سے لگا کر سلام کا جواب دیا تھا۔کچھ دیر فون سے کوئی آواز نہیں آئی تھی۔اسے لگا تھا کال کٹ ہو گئی ہے۔مگر موبائل کان سے ہٹا کر دیکھا تھا تو کال ابھی بھی جاری تھی۔ اس نے دوبارہ موبائل کان سے لگایا تھا۔پتہ نہیں کون صبح صبح تنگ کر رہا تھا۔

''ملاحہ''. وہ کوفت سے فون بند کرنے ہی لگی تھی جب اسے عشارب کی بھاری آواز سنائی دی تھی۔وہ شاید رو رہا تھا۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔اس آواز پر اس نے بخوبی دل کی دھڑکن تیز ہوتی محسوس کی تھی۔

"جی". اس نے دھیمی آواز میں کہتے ہوئے سلکی بال کانوں کے پیچھے کیے تھے۔

وہ دوبارہ خاموش ہو گیا تھا۔ ملاحہ کا دل گھبرایا تھا۔ وہ کچھ بول کیوں نہیں رہا تھا۔

"میں آپکو ایڈریس بھیج رہا ہوں۔۔۔ آپ کیا یہاں آسکتی ہیں؟... ڈیڈ کو ہارٹ اٹیک آیا ہے۔۔۔ میں بہت اکیلا ہوں۔۔۔ پلیز آجائیں". کچھ دیر بعد ملاحہ کو اسکی بھیگی آواز سنائی دی تھی۔ ملاحہ اسکی بات سن کر پریشان ہو گئی تھی۔ اسے خیال آیا تھا اسکی مام بھی ساتھ نہیں تھیں۔۔۔ وہ سچ میں اکیلا تھا۔

"آپ ایڈریس بھیجیں۔۔۔۔ میں آرہی ہوں". اس نے نرمی سے کہہ کر کال کٹ کر دی تھی اور بالوں میں کیچر لگا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ صبح کے دس بج رہے تھے۔ وہ جلدی جلدی تیار ہو کر باہر آئی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو ملاحہ؟۔۔۔ تمہیں منع بھی کیا تھا ناں کہ رشتے والے آرہے ہیں تو آج آفس نہیں جانا". نور بانو نے اسے جاتے دیکھا تھا تو قرآن پاک بند کر کے اسے روک کر پوچھا تھا۔

"سر حریرہ کو ہارٹ اٹیک آیا ہے امی۔۔۔ہاسپٹل جارہی ہوں۔۔۔میرا وہاں جانا ضروری ہے۔۔۔جلدی آجاؤنگی۔۔۔آپ انکے لیے دعا کریے گا". اس نے جلدی جلدی انہیں ساری بات بتا کر جانے کے لیے باہر قدم بڑھائے تھے تو نور بانو نے پر سوچ نگاہوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

وہ اسکے بتائے ہوئے ہاسپٹل پہنچی تھی اور اندر داخل ہو کر اسکی تلاش میں نظریں دوڑائی تھیں۔ وہ اسے ایک کونے میں چیئر پر بیٹھا دکھائی دیا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی خاموشی سے اسکے برابر میں بیٹھ گئی تھی۔ عشارب نے گردن گھما کر برابر میں بیٹھنے والے کو دیکھا تھا۔ ملاحہ کی دھڑکن ایک لمحے کے لیے رک گئی تھی۔ اسکی آنکھوں کے پپوٹے سوجھے ہوئے تھے اور آنکھیں نہایت سرخ تھیں۔ شاید وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سویا تھا۔ یہ وہ ہنستا مسکراتا عشارب تو نہیں تھا۔ اسکی حالت نہایت بکھری سی تھی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔اللہ پر بھروسہ رکھیں". اس نے اس سے باقی سب کی طرح کوئی سوال نہیں پوچھا تھا اور اسے دلاسا دیا تھا۔ اسکے آنسو ایک بار پھر بہنے لگے تھے۔

"سب کچھ میری وجہ سے خراب ہوا ہے۔۔۔میں نے ہی ان کے ساتھ بدتمیزی کی تھی میری کی وجہ سے انکی حالت اتنی بگڑی ہے۔۔۔میں کیا کروں ملاحہ میں بہت بے بس ہوں". اس نے روتے ہوئے اسے باتیں کہی تھیں جو اب تک اس نے کسی کو بھی نہیں کہیں تھیں۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا بس دعا کریں۔۔۔وہ ٹھیک ہو جائیں گے تو ان سے معافی مانگ لیے گا۔۔۔مگر اس نیت سے کہ دوبارہ وہ غلطی نہیں دہرائیے گا۔۔۔ماں باپ ایک ہی بار ملتے ہیں۔۔۔ان کے ساتھ بدتمیزی کر کے ان کی ناقدری کر کے اللہ کو ناراض نہیں کیا کرتے". ملاحہ نے نرمی سے کہتے ہوئے اسے سمجھایا تھا تو عشارب نے سر ہلا دیا تھا۔

"میں بہت اکیلا تھا۔۔۔مام کو بھی فلائٹ نہیں مل رہی۔۔۔وہ بھی مجھ سے خفا ہیں۔۔۔دعا کریں انکے آنے سے پہلے ڈیڈ ہوش میں آجائیں اور میں ان سے معافی مانگ کر سب صحیح کر دوں" اس نے بھیگی آنکھیں اٹھا کر اس سے کہا تھا۔

"ان شاءاللہ سب ایسا ہی ہو گا". ملاحہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"ابو کے دوست کے بارے میں میں ڈیڈ نے ہی مجھے بتایا تھا۔۔بہت افسوس ہوا". اسکے صرف "ابو" کہنے پر وہ رک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔جو رشتہ وہ جوڑ رہا تھا وہ تو اب ممکن ہی نہیں تھا۔اس نے اس سے نظریں چرائی تھیں پھر کسی خیال کے تحت اس سے پوچھا تھا۔

"آپ نے کچھ کھایا؟".

"تکلیف اپنی جگہ اور روزہ اپنی جگہ". عشارب نے اسکی بات کا برا مانے بغیر جواب دیا تھا۔بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں تو اسکا ایسا سوچنا کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ملاحہ اپنے سوال پر شرمندہ ہوئی تھی۔

"اوہ رئیلی سوری۔۔۔آپ نے سحری کی تھی؟". اس نے معزرت کرتے ہوئے اب درست سوال کیا تھا۔

"چائے پی لی تھی". اسے اپنے لیے فکر مند ہوتا دیکھ کر عشارب نے دھیمی آواز میں کہا تھا۔

"صرف چائے سے کیا ہوتا ہے۔۔۔آپ خود مضبوط رہیں گے تب ہی تو انکا خیال رکھ پائیں گے ناں۔۔۔آگے آپکو ہی انہیں اور باقی سب کچھ سنبھالنا ہے عشارب". ملاحہ نے اسکی سرخ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔وہ پہلے ہی پریشان تھا۔۔۔وہ اسے اپنے لیے آئے ہوئے رشتے کا بتا کر مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔عشارب نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔۔۔پہلی ملاقات کے بعد اس نے آج پہلی بار اسکا نام لیا تھا۔

"آپ عشارب ہیں؟". وہ دونوں یوں ہی بیٹھے تھے جب نرس نے آکر عشارب سے پوچھا تھا۔وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"آپکے پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے۔۔۔وہ آپکو بلا رہے ہیں". نرس نے اسے بتایا تھا اور بتا کر وہاں سے چلی گئی تھی۔ عشارب نے تشکر بھری نظروں سے چھت کی جانب دیکھا تھا۔اسکی دعا سن لی گئی تھی۔ وہ آنکھوں میں نمی لیے ملاحہ کی جانب پلٹا تھا جو خود بھی انکھوں میں نمی لیے مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"ڈیڈ کو ہوش آگیا ملاحہ". اس نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا تھا تو ملاحہ اسے یوں بچوں کی طرح خوش ہوتے دیکھ کر دھیرے سے ہنس دی تھی۔ پھر آنکھوں کی نمی صاف کی تھی۔

"اب آپ جائیں ان سے ملیں۔۔۔ سوری کریں۔۔۔ میں بھی چلتی ہوں۔۔۔ آپ سب کا خیال رکھیے گا" اس نے دھیمی آواز میں کہا تھا تو عشارب سر ہلا کر دروازے کی جانب بڑھا تھا پھر اندر جانے سے پہلے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"تھینک یو سو مچ". نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ ملاحہ نے سر کو ہلکا سا خم دے کر دل کے مقام پر ہاتھ رکھا تھا۔ وہ اسے اس ہی کے انداز میں "آپ جب بلائیں۔۔۔۔خادمہ حاضر" کہنا چاہتی تھی مگر کہتے کہتے رک گئی تھی۔ آنکھوں میں بے ساختہ ہی نمی اتری تھی۔ وہ کسی اور کے نام کے ساتھ جڑنے جا رہی تھی۔ عشارب ملک اسکا کچھ نہیں لگتا تھا جو وہ اسے یہ الفاظ کہہ پاتی. اس نے دھیرے سے رخ موڑا تھا اور باہر کی جانب قدم بڑھا دیے تھے تو عشارب بھی اندر چلا گیا تھا۔ ملاحہ نے چہرے پر بہتے آنسو صاف کیے تھے۔ حقیقت کڑوی ہونے کے ساتھ ساتھ تکلیف دہ بھی ہو گئی تھی۔ تو کیا وہ اس سے رشتہ جوڑنے کے لیے رضامند تھی؟.... کیا واقعی وہ شخص اسکے دل میں کوئی جگہ رکھتا تھا جو اس سے دوری کے خیال پر اسکے آنسو بہنے لگے تھے۔ کچھ دیر وہ گاڑی میں بیٹھ کر یوں ہی بھاری دل کے ساتھ روتی رہی تھی پھر اس نے اپنے آنسو پونچھے تھے۔ وہ خود سے بھی پہلے اپنے ابو کی وفادار تھی۔ وہ کسی غیر شخص

کے لیے یوں آنسو نہیں بہا سکتی تھی۔۔۔بہانا چاہتی تھی مگر نہیں بہا سکتی تھی۔ اس نے خود کو کنڑول کرتے ہوئے گاڑی گھر کی جانب بڑھا دی تھی۔

دونوں باپ بیٹے کے بیچ معافی تلافی ہو چکی تھی۔عشارب نے دل سے ان سے معافی مانگی تھی تو انہوں بھی صاف دل سے اسے معاف کر دیا تھا۔وہ انکا ایک ہی بیٹا تھا وہ اسے یوں شرمندہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔شام تک سومیا ملک کے آنے سے پہلے وہ کافی حد تک ٹھیک ہو چکے تھے تو انہوں نے بھی اپنی ناراضگی ختم کر دی تھی۔

شام میں ملاحہ کو بھی وہ لڑکا اپنے والد یعنی ابو کے دوست کے ساتھ دیکھ کر جا چکا تھا۔اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔اس نے ملاحہ کے جاب کرنے کر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔وہ ویسے بھی انکار نہ کرتی مگر اب تو کوئی جواز ہی نہیں بنتا تھا۔ابو نے بھی اس سے اسکی مرضی پوچھی تھی تو اس نے انہیں کہہ دیا تھا کہ جو

بھی فیصلہ وہ کرینگے وہ راضی رہے گی۔انہوں نے فی الحال ان لوگوں کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔وہ لوگ عید پر نکاح کرناچاہ رہے تھے مگر ابو نے منع کر دیا تھا ۔وہ اتنی جلدی سارے انتظامات نہیں کر سکتے تھے تو گھر میں یہ ہی طے ہوا تھا کہ کوئی چھوٹی سی رسم کر دی جائے۔۔۔عید میں بس دو تین دن ہی باقی تھے۔وہ بجھے دل کے ساتھ خاموشی سے سب کچھ ہوتا دیکھتی رہی تھی۔۔۔اسکے علاوہ وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔

حریرہ ملک اس ہی دن ڈسچارج ہو کر گھر آگ ۓ تھے۔اگلے دن بھی آفس بند رہا تھا۔وہ انہی کی دیکھ بھال میں لگا ہوا تھا۔انکی طبیعت اب پہلے سے کافی بہتر تھی اسی لیے وہ اب آفس جانے کے لیے بضد تھے۔عشارب نے انہیں سختی سے منع کر دیا تھا۔وہ کچھ دن سکون سے انکے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔اگلے دن اس نے ڈیڈ کے کہنے پر مینیجر کو آفس کھولنے کا کہا تھا اور خود بھی آفس جانے کا سوچا تھا مگر

رات بھر حریرہ ملک سے باتیں کرنے کی وجہ سے وہ صبح اٹھ نہیں پایا تھا۔وہ مام کو اٹھانے کا کہہ کر سویا تھا مگر انہوں نے بھی اسے نہیں اٹھایا تھا۔اس نے گھڑی میں وقت دیکھا تھا تو بارہ بج رہے تھے۔وہ اٹھ کر بیٹھا تھا جب سومیا ملک اور حریرہ ملک دونوں ساتھ آئے تھے۔وہ دونوں کافی تیار تھے۔اس نے حیرانی سے آنکھیں مسل کر دونوں کو دیکھا تھا۔اتنی صبح وہ دونوں اتنا تیار کیوں ہوئے تھے۔ وہ دونوں مسکرا کر اسکے دائیں بائیں بیٹھ گ ئے تھے.

"آپ لوگ کہیں جا رہے ہیں؟". اس نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے پوچھا تھا تو سومیا ملک نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"کہاں؟". اب کی بار اس نے ڈیڈ کو دیکھ کر پوچھا تھا۔ان کی طبیعت ویسے ہی ٹھیک نہیں تھی اور اب وہ پتہ نہیں کہاں جا رہے تھے۔

"تمہارے سسرال"۔حریرہ ملک نے مسکراہٹ دبا کر کہا تھا۔

''میرا کون سا سسرال۔۔۔''۔اس نے بے زاری سے کہا تھا پھر اچانک ہی کہتے کہتے رک گیا تھا اور حیرت سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔''ملاحہ کے گھر؟''۔اس نے باری باری دونوں کو کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا تھا تو دونوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''کیوں؟''۔اس نے خوشگوار حیرت سے پوچھا تھا۔

''تمہارا رشتہ لے کر اور کیوں''۔ سومیا ملک نے اسکے سر پر ہلکی سی چپت لگا کر کہا تھا۔

''مگر مام ابھی؟''۔وہ ابھی بھی حیران تھا کہ اچانک ان دونوں کو یہ خیال آیا کیسے۔

''ہاں اچھا موقع ہے ملاحہ بھی آفس میں ہے ہم اسے سرپرائز دینگے''. جواب مام کے بجائے ڈیڈ نے دیا تھا۔تو اسکے ذکر پر وہ نظریں جھکا کر ہلکا سا شرمایا تھا۔ پھر اسکی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

''لیکن اگر ان لوگوں نے انکار کر دیا تو؟''۔اس نے ملاحہ کے انکار کو سوچتے ہوئے پریشان لہجے میں کہا تھا۔

''کیوں انکار کرینگے۔۔۔کوئی وجہ ہی نہیں بنتی انکار کی''. سومیا ملک نے محبت سے کہتے ہوئے اسکی تھوڑی اونچی کی تھی۔

''آپ لوگ سچ میں چل رہے ہیں ناں؟''۔اس نے کن اکھیوں سے دونوں کو دیکھا تھا۔

''نہیں جائیں؟؟؟.... چلیں بھئی سومیا پھر کبھی کا پروگرام رکھ لیتے ہیں۔۔۔ آج شاید آپکے بیٹے کا دل نہیں''. حریرہ ملک کہتے ہوئے کھڑے ہونے لگے تھے تو وہ جلدی سے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

''ایسے کیسے دل نہیں۔۔۔میں بس پانچ منٹ میں تیار ہو کر آیا۔۔۔میرے کپڑے۔۔۔کپڑے کون سے پہنوں؟''۔وہ ہڑبڑاتا ہوا واش روم کی جانب لپکا تھا پھر اچانک ہی خیال آنے پر اس نے وارڈروب کھولی تھی۔

"ارے سہی طرح دیکھو تو۔۔۔ میں نے قمیص شلوار استری کر کے وہیں ہینگ کروایا ہے"۔ سومیا ملک اسکی بوکھلاہٹ دیکھ کر ہلکا سا کھلکھلائی تھیں۔

"ہاں ہاں میں بس ابھی آیا۔۔۔ آپ لوگ جایئے گا نہیں". اس نے اپنے سر پر ہاتھ مار کر کہا تھا اور جلدی سے کہتا ہوا واش روم میں غائب ہو گیا تھا۔ پیچھے وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیے تھے۔

وہ بے دلی سے آفس پہنچی تھی۔ وہ اسکا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آفس پہنچ کر اس نے دیکھا تھا کہ آج وہ دونوں ہی نہیں آئے تھے۔ اسکا آفس خالی دیکھ کر اسکے دل کا ایک کونا بھی خالی ہو گیا تھا۔ ایک طرف وہ اس سے ملنا بھی نہیں چاہتی تھی اور دوسری طرف وہ کچھ اور آخری لمحات اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ رشتہ ہو جانے پر وہ یہ جاب چھوڑ دے گی۔ وہ کسی بھی رشتے میں بے وفائی

نہیں کر سکتی تھی مگر جاب چھوڑنے کے خیال سے ہی دل کٹ رہا تھا۔وہ بے دلی سے لیپ ٹاپ کھول کر کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

وہ تینوں خاموشی سے صوفے پر بیٹھے تھے۔خاص کر نیوی بلو کرتے میں بیٹھا عشارب۔۔۔وہ تو حریرہ ملک کے کسی دوسرے لڑکے سے رشتہ جڑ جانے کے بارے میں بتانے پر خود ابھی تک سکتے میں تھا۔اسے سمجھ ہی نہیں آیا تھا کہ یہ سب ہوا کیسے تھا۔ملاحہ نے تو اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔وہ خاموشی سے میز پر رکھے ان سب تحائف کو دیکھ رہا تھا جو وہ لوگ بہت محبت سے ان سب کے لیے لائے تھے۔

"دیکھیں اگر وہ رشتہ نہ آیا ہوتا تو میں پھر بھی شاید اس رشتے پر نظر ثانی کر سکتا تھا۔۔۔۔میں ابھی بھی آپکو انکار نہیں کر رہا مگر میں آپکو کوئی جھوٹی امید بھی

نہیں دے سکتا''. ان تینوں کے اترے چہرے دیکھ کر محمد عالم نے سنبھل کر کہتے ہوئے بات سنبھالی تھی۔

''آپ نے ابھی ان لڑکے والوں کو ہاں کہہ دی ہے؟''. حریرہ ملک نے تحمل سے ان سے سوال کیا تھا۔ عشارب کو لگا تھا کہ ملاحہ بھی کسی حد تک تو اس رشتے کے لیے راضی تھی اگر محمد عالم انکار نہ کرتے تو مگر ان تینوں میں سے کسی نے بھی ان سے نہیں کہا تھا کہ اپنی بیٹی سے ایک بار مرضی پوچھ لیے گا۔ وہ ایک بیٹی کو باپ کی نظروں میں بے اعتبار نہیں کروانا چاہتا تھا جب اسے خود بھی مکمل یقین نہیں تھا کہ ملاحہ کی رضامندی تھی بھی یا نہیں۔

''نہیں مگر میں ہاں کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں''. محمد عالم نے ٹھہر ٹھہر کر کہا تھا۔ اس رشتے میں کوئی خرابی نہیں تھی بلکہ یہ رشتہ ہر لحاظ سے ایک آئیڈیل رشتہ تھا۔ بس وہ ایک دل پہلے ہی اپنے دوست کے بیٹے کے لیے راضی کر چکے تھے تو اب دل رضامند نہ تھا۔ ویسے بھی ان دونوں کے اسٹینڈرڈ میں کافی تضاد تھا۔

"تو ایک بار انہیں ہاں کہنے سے پہلے اس رشتے پر نظر ثانی ضرور کر لیے گا۔۔۔ یہ ایک باپ کی آپ سے درخواست ہے"۔ حریرہ ملک نے انہیں منانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی مگر اس سے زیادہ وہ اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ متوازن لہجے میں کہہ کر کھڑے ہو گ ئے تھے اور عشارب کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے ہاتھ رکھ کر زور ڈالا تھا۔ وہ خاموشی سے انکا مطلب سمجھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور سب کو خدا حافظ کہہ کر انکے ساتھ باہر آ گیا تھا۔ سومیا ملک نور بانو سے گلے ملی تھیں۔ دونوں کی نظروں میں کچھ تو تھا جو یکساں تھا۔ شاید وہ دونوں ہی اپنے بچوں کے دل سے واقف تھیں۔ ان سے مل کر وہ بھی باہر آ گئی تھیں۔ راستے میں تینوں کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ عشارب کا دل بہت خاموشی سے ٹوٹا تھا۔ وہ گھر آ کر اسی خاموشی کے ساتھ کسی سے بھی کوئی بات کیے بغیر اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔ ان دونوں نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا اور اپنا سا منہ لے

کر رہ گ ئے تھے۔وہ دونوں چاہ کر بھی اسکے لیے وہ نہیں کر پائے تھے جو وہ چاہتا تھا۔وہ دونوں ہی اداس ہو گ ئے تھے۔

ملاحہ گھر آئی تھی اور میز پر رکھی ان چیزوں کو دیکھ کر امی سے دریافت کیا تھا۔ اُنہوں نے بغور اسکے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے اسے ساری بات بتادی تھی۔وہ حیران ہوئی تھی۔

"ابو نے ان لوگوں کو انکار کر دیا؟". اس نے دھیمی آواز میں نظریں جھکائے پوچھا تھا۔شاید وہ ضبط کی کوشش کر رہی تھی۔نور بانو کو تو یہی لگا تھا۔

"نہیں مگر انہوں نے ان لوگوں کو ہاں بھی نہیں کی ہے". انہوں نے بھی دھیمی آواز میں کن اکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے بتایا تھا۔وہ خاموش ہی رہی تھی۔

"تمہاری رضامندی ہے تو کم از کم مجھے تو بتاؤ ملاحہ۔۔میں تمہارے ابو سے بات کرونگی اور اگر تم بھی انہیں اپنی اس رشتے کے لیے رضامندی بتادو گی تو وہ کچھ

نہیں کہیں گے۔۔۔یہ تمہارا حق ہے اس میں کوئی غلط بات نہیں۔۔۔ہم دونوں ہی تم سے بے حد محبت کرتے ہیں اور ہم بس تمہیں خوش دیکھنا چاہتے ہیں''.

انہوں نے محبت سے اسکے ہاتھ تھام کر کہا تھا۔

''میری رضامندی صرف ابو کی رضامندی میں ہے اسکے علاوہ اور کہیں نہیں''.

نم آنکھوں کے ساتھ اپنے ہاتھ انکے ہاتھوں سے چھڑواتی کپکپاتے لہجے میں کہتی وہ اٹھ کر کمرے میں آگئی تھی۔وہ ماں تھیں۔۔۔وہ کچھ نہ بھی کہتی تو بھی وہ اسکے دل کی کیفیت سمجھتی تھیں۔۔۔۔نور بانو نے بے بسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

آج اٹھائیسواں روزہ تھا اور اب مغرب کے بعد انتیسویں شب لگ چکی تھی۔وہ عبادت میں مشغول ہوگئی تھی۔اس نے پوری رات عبادت کر کے اپنے نصیب کی بہتری اور اپنے حق میں بہترین کے لیے دعا مانگی تھی۔ہر بار اسکی آنکھوں کے

سامنے عشارب ملک کا چہرہ سما جاتا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی۔ساری رات یوں ہی عبادت کرتے ہوئے روتے ہوئے گزری تھی۔سب کے ساتھ سحری کر کے وہ اپنے کمرے میں فجر کی نماز ادا کرنے آگئی تھی۔ایک کونے میں رکھا گلابوں کا گلدستہ اب سوکھ چکا تھا مگر کچھ پتیاں ابھی بھی سرخ تھیں۔"صحیح وقت آنے پر وہ سب حق سے استعمال کریے گا". باسکٹ میں رکھی چیزوں کو دیکھ کر اسے عشارب کے الفاظ یاد آئے تھے۔نہ جانے وہ صحیح وقت آنا بھی تھا یا نہیں۔وہ نم آنکھوں کے ساتھ سوچوں کو جھٹک کر نماز ادا کرنے لگی تھی۔آنکھیں تھیں کہ خشک ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔۔۔بار بار بھیگ جاتی تھیں۔۔۔ اس نے سلام پھیرا تھا اور سجدے میں گر کر سسکیوں سے رونے لگی تھی۔یہ فیصلہ اتنا مشکل کیوں ہو گیا تھا۔وہ عشارب کو پہلے ہی منع کر چکی تھی مگر خود کو کیوں نہیں سمجھا پائی تھی۔۔۔اسکا دل کیوں اسکے اتنے قریب آگیا تھا کہ اب اس سے دوری کے خیال سے وہ یوں تڑپ رہی تھی۔۔۔اس نے تو کبھی ایسا

نہیں سوچا کہ وہ یوں بے بس ہو جائے گی اسکا دل یوں کسی کی محبت میں مبتلا ہو جائے گا۔۔۔ محبت کا خیال آنے پر اس نے سجدے سے سر اٹھایا تھا۔ کیا وہ بھی اس سے محبت کرنے لگی تھی جیسے وہ اس سے کرتا تھا۔۔۔ اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔ عین ممکن تھا کہ آج آخری روزہ ہوتا۔ اس نے نم آنکھوں سے اپنی گلابی ہتھیلیوں کو دیکھا تھا۔

"یا اللہ میں نہیں جانتی تو نے میرے لیے کیا سوچا ہے۔۔۔ مگر تو جانتا ہے۔۔۔ جو میرے حق میں بہترین ہے اسے میرے قریب کر دے اور جو میرے لیے بہترین نہیں اور تیری رضا کے خلاف ہے میرے اللہ اسے مجھ سے دور کر دے۔۔۔ پھر چاہے وہ عشارب ملک کی محبت ہی کیوں نہ ہو۔۔۔ میرے دل سے اسے نکال دے جو میرا نہیں۔۔۔ اور مجھے اپنی رضا میں راضی کر لے۔۔۔ پھر میرا دل یوں بے چین، مضطرب اور بے قرار نہ رہے۔۔۔ پھر مجھے کوئی تکلیف نہ ہو۔۔۔ پھر میں تیری رضا میں اس طرح راضی ہو جاؤں کہ تیری رضا ہی

میری خوشی بن جائے۔۔۔۔۔۔یااللہ اگر عشارب ملک کی محبت میرے لیے آزمائش ہے تو مجھے اس آزمائش میں پورا اترنے کی ہمت عطا فرما۔۔۔اور اگر وہ میرا نہیں تو اسے یوں میرے دل سے نکال دے کہ وہ سامنے بھی آجائے تو میں پہچان نہ پاؤں۔۔۔۔میرا دل اسکے لیے اتنا پتھر کر دے کہ میں پھر کسی نامحرم کے لیے یوں آنسو نہ بہاؤں۔۔۔۔۔یااللہ مجھ سے ایسا کوئی فعل نہ کروانا جو تیری اور میرے ابو کی ناراضگی کا باعث بنے اور اگر کوئی ایسا فعل سرزد ہو گیا ہے تو اپنی بندی پر رحم فرما کر اسے معاف کر دے۔۔۔۔اے رب جس شخص کو تو میرے قابل سمجھتا ہے اسے میرے لیے میرا محافظ بنا جو ہر چیز سے پہلے میرے کردار، میری عزت اور میرے دل اور میرے ایمان کی حفاظت کرنا جانتا ہو۔۔۔۔اپنی بندی کو اپنی رضا میں راضی کر لے اور اسکا سہارا بن جا اس طرح کہ اسے پھر کسی دنیاوی سہاری کی ضرورت نہ پڑے۔۔۔۔آمین یارب العالمین".اس نے دعا مانگ کر بھیگے چہرے پر ہاتھ پھیرے تھے۔دل اچانک ہی پرسکون ہو گیا

تھا۔ جائے نماز لپیٹ کر وہ کھڑی ہوگئی تھی اور آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھ کر اداسی سے مسکرادی تھی۔ وہ ایک دم ہی مرجھا گئی تھی۔ وہ کمرے سے باہر آگئی تھی اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر سورہ یٰسین کی تلاوت کرنے لگی تھی۔ تلاوت کے بعد اس نے دوبارہ دعا مانگی تھی اور قرآن چوم کر سائیڈ ٹیبل پر جلتے ہوئے لیمپ کے پاس ہی رکھ دیا تھا۔ وہ کچھ دیر یونہی بیٹھی رہی تھی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اسکے ذہن میں پھر عشارب کا خیال آنے لگا تھا۔ پہلی ملاقات میں اس نے کہا تھا کہ وہ اسکے لیے زندگی مشکل بنادے گا۔۔۔ اور وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔۔۔ اس نے بھیگی آنکھوں کا کنارہ صاف کیا تھا۔ اس نے اپنا دل پوری ایمانداری سے اپنے رب کے حوالے کیا تھا۔ اب وہ آنسو بہا کر خیانت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب آنکھیں مسلتے ہوئے اونگھتی ہوئی ثمن اسکے پاس آئی تھی اور اسکی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی۔

''کیا ہوا؟ نیند نہیں آ رہی؟''. اس نے اپنا ہاتھ اسکے سر پر رکھا تھا اور نرمی سے اپنی انگلیاں اسکے بالوں میں پھیرنے لگی تھی۔

''آپ کیوں رو رہی ہیں؟''. اس نے اسکا چہرہ دیکھ کر معصومیت سے پوچھا تھا۔

ملاحہ اداسی سے مسکرائی تھی۔

''میں بالکل بھی نہیں رو رہی۔۔۔ دیکھو''۔اس نے اسکے ننھے ہاتھ لے کر اپنے چہرے پر پھیرے تھے مگر وہ ابھی بھی کچھ مطمئن نہ ہوئی تھی۔

''آپکی شادی ہو رہی ہے آپ اس لیے رو رہی ہیں؟''. ثمن نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے دوسرا سوال کیا تھا۔ ملاحہ نے بے چارگی سے منہ بنا کر اثبات میں سر ہلا یا تھا۔

''آپکی شادی وہ دوسرے بھائی سے کیوں ہو رہی ہے۔۔۔ عشارب بھائی سے کیوں نہیں؟''. اسکے سوال مشکل ہوتے جا رہے تھے۔ ملاحہ نے ٹھٹک کر اسے دیکھا تھا۔

"میری شادی تمہارے عشارب بھائی سے کیوں ہونی چاہیئے؟". اس نے اسکی چھوٹی سی ناک دبا کر نرمی سے پوچھا تھا۔

"کیونکہ وہ بہت اچھے ہیں۔۔۔ وہ جب گھر آئے تھے تو میرے لیے چاکلیٹس لے کر آئے تھے اور مجھے آتے ہی کہا تھا کہ وہ آپکا بہت خیال رکھیں گے۔۔۔ دوسرے والے بھائی نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا اسی لیے وہ مجھے اچھے نہیں لگے".

اس نے آخر میں بازو لپیٹ کر منہ پھلایا تھا۔

"بری بات کسی کو ایسا نہیں کہتے". ملاحہ نے اسے ڈپٹا تھا جب وہیل چیئر پر محمد عالم اندر آئے تھے۔

"کیا کھسر پھسر ہو رہی ہے دونوں بہنوں میں؟". قریب آ کر انہوں نے آنکھیں چھوٹی کر کے دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں میں بس اپیا کو دیکھنے آئی تھی کہ یہ رو تو نہیں رہیں۔۔۔۔ یہ دلہن بننے والی ہیں ناں"۔ ثمن نے کہا تھا اور ملاحہ سے چپک گئی تھی۔ ملاحہ بمشکل مسکرائی تھی۔ ڈر تھا کہیں محمد عالم اسکا چہرہ نہ پڑھ لیں۔

"چلو جلدی سے اپنی ماں کے پاس جا کر سو جاؤ وہ تمہیں ڈھونڈ رہی ہیں"۔ انہوں نے ثمن کو کہتے ہوئے بغور ملاحہ کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ سر ہلا کر چلی گئی تھی وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگے تھے۔

"آپ رو رہی تھیں بیٹا؟"۔ اسکی سوجھی آنکھوں کو دیکھ کر انہوں نے نرمی سے پوچھا تھا۔ ملاحہ نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا تھا پھر نظریں چرا لی تھیں۔

"نہیں ابو وہ بس عبادت کی وجہ سے آنکھیں ایسی ہو رہی ہیں۔۔۔ ثمن تو یونہی کہہ رہی ہے بس"۔ اس نے مسکرا کر کہتے ہوئے ان سے نظریں ملائے بغیر کہا تھا۔

"ادھر دیکھو میری طرف". وہ مطمئن نہ ہوئے تھے اور انگلیوں سے اسکا چہرہ اپنی جانب موڑا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا ابو میں ٹھیک ہوں". ملاحہ نے ان کے نرمی سے کہنے پر بمشکل اپنے کپکپاتے لہجے پر قابو پایا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے ناں میں تمہاری آنکھیں دیکھ کر سمجھ جاتا ہوں۔۔۔ جلدی سے بتاؤ کیا بات پریشان کر رہی ہے میری گڑیا کو؟". انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے پوچھا تھا تو آنکھوں سے خود بخود ہی آنسو رواں ہو گئے تھے۔ وہ آنسو روکنے کی کوشش کے باوجود پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ محمد عالم وہیل چیئر سے اتر کر ہاتھوں کے بل پر صوفے پر وزن دے کر اسکے برابر میں بیٹھے تھے۔ ان کے بیٹھنے پر وہ انکے گلے لگ کر اور سسکیوں سے رونے لگی تھی۔ محمد عالم کا دل اچانک ہی گھبرایا تھا۔ وہ اتنی کمزور تو نہ تھی کہ یوں آسانی سے رو پڑے پھر ایسی کیا بات تھی جو اسے یوں بلک بلک کر رلا رہی تھی۔

"ابو بہت مشکل فیصلہ ہے۔۔۔میں اپنا نام آپکے نام کے علاوہ کیسے کسی کے ساتھ جوڑونگی"۔ کچھ دیر بعد اس نے خود پر قابو پاکر دھیمی آواز میں کہا تھا اور اپنا چہرہ انکے سینے سے اوپر اٹھایا تھا۔ انہوں نے اسکے آنسو پونچھے تھے۔

"بس اب رونا بند کرو۔۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔میں ہوں ناں"۔ نرمی سے کہتے ہوئے انہوں نے اسکے ماتھے پر آتیں چند لٹیں پیچھے کی تھیں تو اس نے نظریں چرائیں تھیں۔ وہ انہیں کیسے بتاتی کہ کچھ ٹھیک نہیں ہو گا۔۔۔کوئی اور بات ہوتی تو وہ بلا جھجھک ان کے ساتھ شیئر کر لیتی مگر ابھی بات کچھ اور تھی۔۔۔ وہ انہیں چاہ کر بھی کچھ نہیں بتا سکتی تھی۔

"کچھ دن آفس نہیں جانا۔۔۔رشتہ پکا ہو جائے تو پھر بھلے چلی جانا۔۔۔اور اگر ہو سکے تو کہیں اور اپلائے کر کے دیکھو"۔ محمد عالم نے بغور اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ملاحہ نے اچانک ہی نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔ وہ ان سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ اسے آفس جانے سے کیوں منع کر رہے ہیں مگر پوچھ نہیں

پائی تھی۔اس نے کوئی بھی بات کہے بغیر چہرہ جھکا کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔وہ کچھ دیر خاموش رہے تھے۔

"اور اب کسی فضول سوچ پر دھیان نہیں جانے دو۔۔۔آج ہی میں تمہاری ساس کو بلا رہا ہوں تاکہ وہ تمہیں انگوٹھی پہنا جائیں۔۔۔رسم ہوتی رہے گی بعد میں". انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا۔ملاحہ نے بے چارگی سے انہیں دیکھا تھا۔انہیں اتنی جلدی کس بات کی تھی۔وہ پوچھ نہیں پائی تھی۔کچھ دیر دونوں کے بیچ خاموشی رہی تھی۔

"خوش رہو مجھے تم پر بہت فخر ہے". پھر انہوں نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا تھا تو اس نے انکے سینے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لی تھیں۔محمد عالم کے ماتھے پر سوچ کی لکیریں بہت واضح تھیں۔

"ماشاءاللہ۔۔۔میرے بیٹے کی پسند تو بہت پیاری ہے". اسکی ساس اسکے گھر آچکی تھیں اوراب اسکے برابر میں بیٹھی اپنے بیٹے کی پسند کی تعریفیں کررہی تھیں ۔اسے گھٹن سی ہونے لگی تھی۔اس نے لائلیک رنگ کی نازک سی ہلکی کڑھائی والی فراک پہن رکھی تھی اور چہرے پر ہلکاسامیک اپ کرر کھا تھا۔اسکی ساس بھی سادہ سے شلوار قمیص میں ملبوس تھیں۔وو چہرہ جھکا ہونے کی وجہ سے صحیح طرح انہیں دیکھ نہیں پائی تھی مگر اسے انکے انداز سے وہ کافی سلیقہ شعار لگی تھیں۔انہوں نے ڈائمنڈ کی انگوٹھی نکال کر اسکے الٹے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنائی تھی۔ملاحہ نے آنکھوں میں اترنے والی نمی کو بمشکل روکا تھا۔

"اب سے تم ہماری ہوئیں". انہوں نے اسے گلے کر اسکے ماتھے پر بوسہ دینے کے بعد سرگوشیانہ انداز میں کہا تھا۔وہ خالی نگاہوں سے انگلی میں چمکتی انگوٹھی کو دیکھنے لگی تھی جو عشارب ملک کے نام کی نہیں تھی۔وہ اب کسی اور کی منگیتر بن چکی تھی۔

اگلے دن عید تھی۔اس نے لائٹ کرپسی بلو کلر کا کامدار جوڑا پہن رکھا تھا۔کھلے بالوں کے ساتھ لائٹ میک اپ کرر کھا تھا۔کانوں میں نازک ایئر رنگز تھے اور گلے میں نازک پینڈنٹ۔ایک ہاتھ میں چوڑیوں کا سیٹ تھااور دوسرے ہاتھ کی کلائی میں نازک سا بریسلٹ۔وہ اداسی میں بھی کافی پیاری لگ رہی تھی۔آج اسکے سسرال والے اسکا منہ میٹھا کرنے آرہے تھے۔نیچے اسکے کچھ رشتے دار بھی آگئے تھے۔اسے فاران کے چھیڑنے والے جملوں اور سب کے مسکراتے چہروں سے الجھن ہونے لگی تھی تو وہ چھت پر کھلی فضا میں آگئی تھی۔شام کا وقت تھااسمان پر سفید بادل کسی روئی کی مانند بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔موسم کافی اچھا تھا۔اس نے اپنی مہندی سے خالی سونے سونے ہاتھوں کو دیکھا تھا پھراس نے اپنی انگلی میں چمکتی انگوٹھی کو دیکھا تھااور اسے انگلی کے گرد گھمانے لگی تھی۔"عید کے بعد میری ہونے کی تیاری کے بارے میں سوچیں".

عشارب کا جملہ اسکے کانوں میں گونجا تھا۔اس نے اپنے حق میں بہتری مانگی تھی اور عشارب ملک اس سے دور ہو گیا تھا۔کچھ محبتوں کا اختتام ایسے ہی ہونا لکھا ہوتا ہے۔سوچتے ہوئے آنکھیں بند کر کے وہ ٹھنڈی ہوا محسوس کرنے لگی تھی۔

اسکی آنکھیں بند تھیں جب اسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ محسوس ہوئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر پلٹ کر دیکھا تھا اور وہ پلکیں جھپکنا بھول گئی تھی۔اسے لگا تھا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔اس ہی کے طرح کے رنگ کا ستاروں کے خوبصورت کام والا کرتا پہنے، آستینوں کو کہنیوں سے پہلے تک اوپر چڑھائے، وہ وہی تھا۔وہ اکثر ہی اسے یوں نظر آنے لگا تھا۔یہ بھی اسے اپنا کوئی الوژن ہی لگا تھا مگر جب وہ سنجیدگی سے قدم بڑھاتا آگے آیا تھا تو وہ ہوش میں آئی تھی اور چند قدم پیچھے ہوئی تھی۔وہ اپنی جگہ پر رک گیا تھا تو وہ بھی رک گئی تھی۔کچھ دیر دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں یوں ہی دیکھتے رہے تھے۔

"اسلام و علیکم۔۔۔عید مبارک". اس نے گلا کھنکار کر بھاری آواز میں کہا تھا۔

”آ۔۔۔آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟“. وہ ابھی تک حیران تھی کہ وہ یہاں کیسے آ گیا تھا۔

”میں نے سوچا آپ نے تو بتایا نہیں تو میں ہی مبارکباد دینے آ جاؤں“. اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو ملاحہ کا دل اندر تک کٹ کر رہ گیا تھا۔

”جس دن میں آپ سے ملنے ہاسپٹل آئی تھی اس ہی دن یہ رشتہ آیا تھا۔۔۔ میں آپکو مزید پریشان نہیں کر سکتی تھی“. اس نے نہ جانے کیوں اسے وضاحت دی تھی۔

”چلیں خیر آپ تو خوش ہونگی کہ میرا اور آپکا اس دن کے بعد سامنا نہیں ہوا“. اس نے ایک اور طنز کا تیر چھوڑا تھا۔ ملاحہ کی آنکھوں میں نمی اتری تھی۔ اگر اسے پتہ ہوتا کہ اس سے آخری ملاقات کے بعد اسکی راتیں کتنی بے چین گزری ہیں تو وہ کبھی یہ نہ کہتا“.

"ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں ملاحہ؟". اس نے چہرہ جھکا ملاحہ کی نم آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"آپ یہاں سے چلے جائیں عشارب۔۔۔ میرے لیے مشکلات کھڑی مت کریں". اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے ضبط سے کہا تھا۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

"آپ اس طرح میرا نام لے کر میرے دل کی حالت نہیں بگاڑ سکتیں ملاحہ۔۔۔ آپکے پاس میرا نام لینے کا حق بھی کوئی نہیں۔۔۔". عشارب نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ہاتھ پیچھے باندھے تھے۔ ملاحہ کو اسکے لہجے سے تکلیف ہوئی تھی۔ وہ بدل گیا تھا اور شاید اسکا بدل جانا بنتا بھی تھا۔

"پلیز یہاں سے جائیں". اس کے آنسو اب باقاعدہ بہنے لگے تھے۔

"اب آیا ہوں تو شرکت کر کے ہی جاؤں گا۔۔۔۔ خیر نکاح مبارک ہو بہت بہت". عشارب نے نرمی سے کہتے ہوئے اسکی آنسوؤں سے بھری آنکھوں میں دیکھا تھا۔اسے اسکے رونے سے تکلیف ہوئی تھی۔

"میرا نکاح نہیں ہو رہا صرف رسم ہو رہی ہے". ملاحہ کو منگنی کہنا اچھا نہیں لگا تھا ۔یہ وہ کڑوی حقیقت تھی جو کل سے اس سے قبول نہیں ہو رہی تھی۔

"غلط.... آپکا نکاح ہو رہا ہے!". عشارب نے اسے ٹوک کر اسکی تصحیح کی تھی۔

"ابوان لوگوں کو پہلے ہی نکاح کے لیے منع کر چکے ہیں". ملاحہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ اسے کس طرح سمجھائے۔

"جی بالکل ابوان لوگوں کو نکاح کے لیے منع کر چکے ہیں۔۔۔ مگر ہمیں نہیں ". عشارب نے بمشکل مسکراہٹ دبا کر نچلا لب کچلا تھا۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں؟". ملاحہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔اسے واقعی سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

"مطلب آپکا نکاح ہو رہا ہے اور دولہا آپکے سامنے کھڑا ہے"۔ اس نے اسے مزید تنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ وہ اسے تکلیف سے روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"آپ مزاق کر رہے ہیں؟"۔ ملاحہ کو کچھ دیر کے لیے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا پھر اسکی بات سمجھ آنے پر اس سکتے کے عالم میں اس سے سوال کیا تھا۔

"آپکو کیا لگتا ہے میں اپنی اتنی پیاری منگیتر سے جھوٹ بولوں گا"۔ اس نے محبت بھری نظروں سے اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"میں آپکی منگیتر نہیں"۔ ملاحہ نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔ یہ کوئی مزاق ہی ہو سکتا تھا کیونکہ اسکے ہاتھ میں منگنی کی انگوٹھی چمک رہی تھی جو کل اسکی ساس اسے پہنا کر گئی تھیں۔

"جو انگوٹھی آپ نے الٹے ہاتھ میں پہنی ہے وہ میں نے ہی پسند کی تھی اور میرے ہی نام کی ہے اور ہمیشہ رہے گی"۔ عشارب نے گھمبیر لہجے میں کہتے

ہوئے اسکے ہاتھ میں چمکتی اپنے نام کی انگوٹھی کو دیکھا تھا جو مام اسے پہنا کر گئی تھیں۔

"مگر یہ تو مجھے میری ساس نے پہنائی تھی". وہ ابھی بھی حد درجہ کنفیوژ تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔

"آپکی وہ ساس میری ہی والدہ ماجدہ ہیں۔۔۔ آپکو کسی نے بتایا نہیں کہ نہ کونے والے منگیتر کی والدہ کی تو سالوں پہلے ڈیڑھ ہو چکی ہے؟". عشارب نے اب سینے پر بازو لپیٹ کر نرم نگاہوں سے اس پریشان سی لڑکی کو دیکھا تھا۔ ملاحہ کو اچانک ہی یاد آیا تھا انتقال میں کوئی آنٹی کہہ رہی تھیں کہ نند اور ساس کا کوئی چکر نہیں اور وہ عیش کرے گی۔ اس نے حیران پریشان ہو کر عشارب کو دیکھا تھا۔ مطلب کیا واقعی وہ سچ کہہ رہا تھا۔ اس نے اپنی انگلی میں چمکتی انگوٹھی کو دیکھا تھا۔

"کیا میں سچ میں کل سے آپکی منگیتر ہوں؟". اس نے نم ہوتی آنکھوں کے ساتھ کپکپاتے لہجے میں عشارب سے پوچھا تھا تو وہ نرمی سے مسکرایا تھا۔

"بالکل آپ کل سے میری منگیتر اور اب کچھ دیر بعد ہونے والی بیوی ہیں". اس نے نرم لہجے میں کہتے ہوئے اسے دیکھا تھا جو پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے بینچ پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ بھی خاموشی سے اس سے کچھ فاصلے پر بینچ پر بیٹھ گیا تھا۔ اسکے رونے پر اسکی اپنی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں۔

"یہ رمضان ہم دونوں کے لیے ہی مبارک ثابت ہوا ہے۔۔۔اس رب نے مجھے ایک بار پھر اپنے احسانوں تلے دبا دیا ہے". عشارب نے نم آنکھوں سے نیلے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ملاحہ سرخ ناک اور آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھنے لگی تھی۔

"مجھے ابھی بھی یقین نہیں آرہا کہ واقعی ہم دونوں....". اس نے آنسو پونچھتے ہوئے نظریں جھکائے دھیمی آواز میں اتنا ہی کہہ کر بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ آگے کے الفاظ ادا کرنے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"ہم دونوں کیا؟"۔ وہ اسکی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اسکی جانب کھسکا تھا۔

''مطلب میں اور آپ....''۔ ملاحہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا تھا اور اس سے دور کھسکی تھی۔

''میں اور آپ کیا؟''۔ اسکے دور ہونے پر وہ مزید اسکی جانب ہوا تھا تو ملاحہ آٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''مطلب آپ واقعی میرے ہونے جا رہے ہیں۔۔۔۔ مجھے ابھی بھی یقین نہیں آرہا''. اس نے کھڑے ہو کر آنکھیں بند کر کے خوشی سی چہکتے ہوئے جلدی سے کہا تھا تو وہ کھلکھلا دیا تھا۔ ملاحہ نے سرخ ہوتا چہرہ جھکا یا تھا۔

''ابھی نیچے جا کر میری مام سے ملیے گا وہ آپکو اتنی محبت دینگی کہ آپکو یقین آ جائے گا''. وہ اسکے جھکے ہوئے چہرے کو دیکھ کر نرمی سے مسکرایا تھا تو ملاحہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور بے ساختہ ہی اسے دیکھے گئی تھی۔ اسے آج احساس ہوا تھا کہ اسکے چہرے پر بیئرڈ کتنی اچھی لگتی ہے۔

''مجھے ابھی بھی یقین نہیں آرہا دعائیں اس طرح بھی قبول ہوتی ہیں۔۔۔۔ محبت اس طرح بھی مل سکتی ہے''.اسے دیکھتے ہوئے وہ خوابیدہ سے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

''محبت۔۔۔۔ مجھ سے ؟.... کیا میری بات ہورہی ہے ؟''۔عشارب نے خوشگوار حیرت سے اپنی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔یہ تو کوئی نئی بات پتہ چل رہی تھی۔ملاحہ کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑ گئی تھی۔اس نے چہرہ جھکا لیا تھا۔عشارب نے آج سے پہلے کبھی اسکے سر سے اس طرح دوپٹہ اترے نہیں دیکھا تھا۔جس وقت وہ بے ہوش ہوئی تھی اس دن بھی اس طرح ٹھیک سے نہیں دیکھا تھا مگر اب وہ پورے حق سے اسے دیکھ سکتا تھا۔وہ اسکی ہونے جارہی تھی۔

''جب آپ مجھ سے محبت کرنے لگیں تھیں تو مجھے بتایا کیوں نہیں''.اس نے نرمی سے کہتے ہوئے اسے نظروں کی گرفت میں رکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ محبتیں جتائی نہیں جاتیں بس نبھائی جاتی ہیں"۔ ملاحہ نے دھیمی آواز میں کہہ کر دوبارہ چہرہ جھکا لیا تھا۔

"کبھی کبھی جتا بھی دینی چاہئیں"۔ عشارب مسکرا کر کہتے ہوئے چند قدم آگے بڑھنے لگا تھا۔

"وہیں رک جائیں عشارب"۔ ملاحہ گھبرا کر پیچھے ہوئی تھی اور اسے انگلی اٹھا کر روکا تھا۔

"ورنہ؟"۔ عشارب نے مسکرا کر ابرو اچکا کر پوچھا تھا۔ اسکا گھبرایا گھبرایا سا روپ تو اسکے لیے نیا ہی تھا۔

"ورنہ میں پہلی ملاقات کی طرح آپکو تھپڑ مار دونگی"۔ ملاحہ نے مسکراہٹ دبا کر مصنوعی غصے سے کہا تھا۔

"منظور ہے۔۔۔۔ آپ قریب آئیں"۔ پہلی ملاقات یاد کر کے وہ بھی مسکرایا تھا اور اسکی جانب بڑھنے لگا تھا۔

"پلیز رک جائیں عشارب ورنہ". وہ پیچھے ہوتے ہوتے دیوار سے لگ چکی تھی پھر اس نے اچانک ہی رک کر اسکے پیچھے گردن نکال کر دیکھا تھا اور جلدی سے دوپٹہ سر پر لیا تھا۔

"اسلام و علیکم سر حریرہ". ملاحہ نے مسکرا کر مؤدبانہ سا سلام کیا تھا تو وہ یکدم ہی پیچھے ہوا تھا اور سیڑھیوں کی جانب دیکھا تھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے ملاحہ کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اسے زبان چڑا کر ہنستے ہوئے نیچے بھاگی تھی۔

"رکیں ملاحہ اب آپ بچ کر دکھائیں مجھ سے". اسکی چالاکی سمجھ آنے پر وہ بھی کھلکھلاتا ہوا اسکے پیچھے لپکا تھا۔ ملاحہ بھی کھلکھلا کر سیڑھیاں اترنے لگی تھی۔ اسکی دعا رائیگاں نہیں گئی تھی۔ اسکے رب نے اسے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا تھا۔ زندگی میں اچانک ہی ہر طرف بہار اتر آئی تھی۔ اسکے پیچھے اترنے والے انسان کے ساتھ مل کر اب وہ نئے سرے سے ایک نئی زندگی کی شروعات کرنے جا رہی تھی اور یقیناً اس محافظ کے ساتھ اسکی آنے والی زندگی اسے ایسی ان گنت

بہاریں دکھانے والی تھی۔ وہ تشکر بھرے دل کے ساتھ دھیرے سے مسکرادی تھی۔

(ختم شد)